TIGHT BINDING BOOK

UNIVERSAL LIBRARY
OU_222599
UNIVERSAL LIBRARY

۱۸۲۱۲

۸۹۱۴۵۳۱۶ / ج - د

جوشش عظیم آبادی

دیوان جوشش مرتبہ قاضی عبد الودود

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. د - ج / ۸۹۱۵۴۳۱۶ Accession No. ۱۸۲۱۲

Author جوش شمس عظیم آبادی

Title دیوان جوش شمس مرتبہ ناصر عظیم آبادی ۱۹۳۱ء

This book should be returned on or before the date last marked below.

سلسلۂ مطبوعات نمبر ۱۴۷

دیوانِ جوشش

مرتّبہ

قاضی عبدالودود صاحب

شائع کردہ

انجمن ترقّیِ اُردو (ہند)، دہلی

سنہ ۱۹۴۱ء

سلسلۂ مطبوعات نمبر ۱۴۷

دیوانِ جوشش

مرتّبۂ

قاضی عبدالودود صاحب

شائع کردہ

انجمن ترقّیِ اُردو (ہند) دہلی

سنہ ۱۹۴۱ء

فہرست

عرضِ حال	۳	متفرق اشعار	۲۲۱
مقدمہ	۷	رباعیات	۲۲۳
جوشش تذکروں میں	۷	مخمسات	۲۲۸
جوشش کے حالات	۱۹	مثنویات	۲۳۲
تصانیف	۳۶	قطعات	۲۳۹
زبان اور املا	۴۶	قصائد	۲۴۲
جوشش کی شاعری	۷۱	ضمیمہ	۲۵۷
حواشی	۸۹	غلط نامہ	۲۶۷
دیوان		مزید اغلاط	۲۷۱
غزلیات	۱	اشارات و مخففات	۲۷۲

عرضِ حال

جوشش عظیم آباد کے مایۂ ناز شاعروں میں ہیں ہم عصر تذکرہ نگاران کی استادی کے قائل ہیں، اور شیفتہ سا مشکل پسند نقادان کی نغز گوئی کا معترف ہی لیکن قبولِ عام اور چیزے ہی شہرت نہ پائی۔ خود کہتے ہیں:۔

"بہ ایں فصاحت و خوبی جہاں میں لے جوشش ہمارے شعر نے پایا نہ اشتہار افسوس"

انجمنِ ترقی اُردو ہند کا اہلِ بہار پر خاص احسان ہی کہ دیوانِ جوشش کو اپنے سلسلۂ مطبوعات میں شامل کر کے منظرِ عام پر لا رہی ہی۔

دیوان کا قلمی نسخہ جناب عبدالرشید صاحب نیموی سے مستعار ملا ہی۔ مرتّب اس عنایت کے لیے اُن کا نہایت ممنون ہی۔ بدقسمتی سے یہ نسخہ بہت سقیم حالت میں ہی، اور بے انتہا غلط لکھا ہوا ہی (تفصیل مقدمے میں ملاحظہ ہو) تصحیح میں بڑی زحمت اٹھانی پڑی ہی لیکن اس پر بھی اطمینان نہیں کہ اس کا حق ادا ہو سکا ہی۔ اس سلسلے میں جناب ریاض حسن خاں صاحب خیال سے جو اردو فارسی کے باخبر، کہنہ مشق اور سخن فہم شاعر ہیں بڑی مدد ملی ہی۔ اس کا تہِ دل سے شکریہ ادا کیا جاتا ہی۔

مقدمے میں ایک خاص باب قائم کرکے قدیم تذکروں سے جن میں سے اکثر نہایت کمیاب ہیں جوشش کے حالات نقل کیے گئے ہیں اور بارھویں صدی کے تذکروں میں جو اشعار پائے جاتے ہیں اُن کی مکمل فہرست بھی دی گئی ہے۔ اِس سے کلام کے ایک معتد بہ حصے کا زمانۂ تصنیف متعین کرنے میں مدد ملے گی۔ ان تذکروں میں ۱۲ شعر ایسے بھی ہیں جو دیوان میں نہیں ملتے۔ یہ اشعار ضمیمے میں درج کیے گئے ہیں۔

جوشش کے واقعاتِ زندگی تذکروں میں بہت کم ملتے ہیں، اور دیوان بھی اس پر زیادہ روشنی ڈالنے سے قاصر ہے۔ اس لیے اگر کوئی ایسی تصویر جس میں جوشش کے خد و خال اچھی طرح نمایاں ہوں نہ کھینچی جا سکے تو مرتب معذور ہے۔

پتھر کی چھپائی میں اغلاط ناگزیر ہیں۔ ناظرین سے گزارش ہے کہ اگر دورانِ مطالعہ میں کوئی شعر غلط معلوم ہو تو غلط نامے کے علاوہ حواشی کی طرف بھی رجوع فرمائیں۔

جناب شرف عالم صاحب لکچرار بہار نیشنل کالج۔ بانکی پور نے مسودے کے بعض اجزا اور چند کاپیوں کی تصحیح کی ہے۔ ان کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری ہے۔

سطورِ بالا اور مقدمے کے ڈھائی تین جز نومبر ۱۹۳۹ء ہی میں لکھے جا چکے تھے، لیکن مقدمے کے آخری حصے کی تحریر بعض وجوہ سے معرضِ التوا میں آگئی تھی۔ کاپیوں کی تصحیح کے وقت پتا چلا کہ بعض ضروری باتیں قلم انداز ہوگئی ہیں۔ ص ش کی تکمیل خ سے پہلے ہوئی ہے، بعض شعر مثلاً ۱/۲ ش میں ن کے مطابق ہیں اور خ میں مختلف ص۱۵ جناب شرف عالم صاحب نے خ کے قلمی نسخوں کی عبارت (متعلق جوشش) کا

مقابلہ کیا۔ جامعۂ پٹنہ کے نسخے میں نام و تخلص نسخۂ کلکتہ کے مطابق ہیں۔ الفاظ کا خفیف اختلاف بھی پایا جاتا ہی۔ خ میں این کی بہت سی غزلیں جوشش کی زمینوں میں ملتی ہیں۔ یہ مصرع: "یہ بھی اپنے نصیب کی خوبی" ط صنہ ۲۲ دونوں کے یہاں ہی۔ جوشش کا شعر ۱۳۱/۶ خ میں ہم دم، خلفِ حسرت کے نام درج ہی۔

صنہ ۱۶ لطف کی راے: "خوش لیاقتی اِن کی جو کچھ کہیے اس سے زیادہ ہی، طبیعت اِن کی نظم ریختہ میں نہایت رسا ہی، اور معنیِ بیگانہ سے بہ شدّت آشنا ہی ..."

صنہ ۱۵ ع سے تمنّا کا حال نقل ہوکر آیا ہی، اس میں جوشش کا نام شیخ محمد روشن ہی۔ اِس تذکرے میں تمنّا اور نیاز کے دو شعر ہیں جو جوشش کے اشعار ۱۶۷/۱۴ و ۲۰۲/۸ سے مشابہ ہیں:

'داغوں کی مرے دل میں تو وہ جلوہ گری ہی جو دیکھے ہی کہتا ہی کہ شیشے میں پری ہی'

'ہو چکا سر سبز اب نخلِ امید اپنا نیاز پھولنے کے دن گئے آیام پھلنے کے گئے'

صنہ ۱۵ مجموعۂ نغز جلد ۲ صنہ ۲۱۷: جوشش کا شعر ۲۱۵/۱ خفیف اختلاف کے ساتھ منصف عظیم آبادی کی طرف منسوب ہی۔

صنہ ۲ حاشیہ: کتاب کا نام "ہسٹری آف دی مرہٹہ پیپل" اور اس کے مصنّف کنکیڈ اور پیرا سنیس ہیں۔

صنہ ۲ حاشیہ: "لیٹر مگلز" اور "مالوہ اِن ٹرینز یشن" سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہی کہ دیا بہادر چھبیلا رام کا بیٹا تھا۔ اِن اطّلاعات کے لیے مرتّب جناب سیّد حسن عسکری صاحب کا ممنون ہی۔

صنہ ۲ عظیم الشان یوں تو مدّتوں بنگالہ و بہار کا صوبہ دار رہا لیکن پٹنہ میں اُس کا قیام چند ہی سال رہا۔ عالم گیر کی وفات کے بعد یہاں سے گیا تو پھر واپس نہ آیا۔

ص۲۴و۲۵: فارسی عبارت جسونت رائے اور سراج الدولہ کے متعلق مظفر نامہ سے منقول ہے۔

ص۲۸ عروض الہندی میں ۱۰۹/۵، ۲۱۶/۱۲ کے پہلے اور ۱۰۱/۱۵، ۱۶۲/۷ کے دوسرے مصرع ملتے ہیں۔ غزل ۱۰۱:
ضمیمہ ا کی غزلیں، مثنوی متعلق نورتن، اور قطعۂ ہولی غالبًا ابتدائی مشق کے نمونے ہیں۔

ص۲۹و۳۰ محرم کا خط ۱۱۷۶ھ اور رمضان کا خط ۱۱۷۹ھ کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے جن پریشانیوں کی طرف اشارہ ہے، نہ معلوم اُن سے کب چھٹکارا ہوا۔

ص۴۳ ن میں ک وگ کی غزلیں مخلوط ہیں۔ ترواڑ کو ابتدائی اجزا میں شوق نے "تلوار" بنا دیا ہے، کئی جز اس طرح طبع ہو جانے کے بعد جب اس کا پتا چلا تو باقی اجزا میں بھی "تلوار" ہی رہنے دیا گیا۔

ص۴۴ شعر ۱۶۷/۲ ن وط میں متفرقات میں بھی ہے۔ اشعار کی مجموعی تعداد جو دی گئی ہے اس میں یہ شامل نہیں۔

مقدمے میں تصرفاتِ شوق اور زبان کی بحث کو چھوڑ کر صفحات کے ساتھ اشعار کے شمار دیے گئے ہیں۔ صفحات کا شمار نشان ـــ کے اوپر ہے اور اشعار اس کے بعد یا نیچے۔

حواشی: حصہ ا میں اساتذہ کے ہم معنیٰ یا قریب المعنیٰ اشعار دیے گئے ہیں۔ بعض شعر محض مقابلے کے لیے بھی ہیں۔ حصہ ۲۔ اشعار کے مطالب اور حسن وقبح سے بحث جوشش کے ہم معنیٰ اشعار۔ حصہ ۳ میں اُن اختلافات کا ذکر ہے جو قیاسی اضافہ وتصحیح کی وجہ سے ن وط میں پیدا ہو گئے ہیں۔ تذکروں کے اختلافاتِ نسخ کا ذکر بھی اسی حصے میں ہے۔ حصہ ۴۔ مرتب نے ن کے بعض غلط مقامات کو ط میں نقل کر دیا ہے، تصحیح نہ ہو سکی، اس حصے میں اُن کی طرف اشارہ ہے۔ حصہ ۵۔ مثل حصہ ۴، لیکن مرتب نے غلط الفاظ کی جگہ حواشی میں صحیح الفاظ پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ حصہ ۶ میں اُن نقاط کی تصریح ہے جو ط میں جا بجا پائے جاتے ہیں۔

قاضی عبدالودود۔ ۱۲ اگست ۱۹۴۰ء

مقدمہ

(۱) جوشش تذکروں میں

(۱) تذکرۂ میر حسن طبعِ ثانی ص۴۳ "میاں محمد روشن، المتخلص بہ جوشش مردے ست ساکنِ عظیم آباد، خوش طینت و نیک اعتقاد۔ شاعرِ شیریں کلام، صاحبِ دیوان، از خاصانِ آں دیار ست، بندہ با وے ملاقات نہ کردہ۔ از سببِ بُعد اشعارش نیز بہ فقیر نہ رسیدہ، مگر چند بیت از زبانِ مرزا فدوی، سلمہ اللہ شنیدہ بودم، بہ نگارش می آید مشتی نمونہ از خروارے۔ خدایش سلامت دارد: (۱۴ شعر ۶۹/۱، ۱۲۲/۸، ۱۴۵/۵، ۱۴۸/۱۶) کلامش شاعرانہ است۔ شخصے می گفت کہ او در تالیفِ تذکرہ مشغول ست"۔

ص۱ "محمد عابد جوانے ست.... المتخلص بہ دل .... برادرِ میاں روشن علی، جوشش تخلص"

زمانۂ تصنیف ۱۱۸۰ھ تا ۱۱۹۲ھ ہے۔ حسن نے سودا، میر، قائم، درد، فغاں، سوز، یقین، بیدار وغیرہ کو متوسطین میں شمار کیا ہے۔ دل اور جوشش حسن، مصحفی، انشا، جرأت، فدوی، نثار وغیرہ کے ساتھ متاخرین میں محسوب ہیں۔ دیوانِ جوشش کے کاتب نے بھی روشن علی نام لکھا ہے، لیکن خود جوشش نے رسالۂ قافیہ میں اپنا نام محمد روشن بتایا ہے اور کل تذکرہ نگار جو اُن سے ذاتی واقفیت رکھتے تھے اسی کے حق میں ہیں۔ تذکرۂ شورش کا زمانۂ تالیف قریب قریب وہی ہے جو تذکرۂ میر حسن کا ہے، اور مشتاق عظیم آبادی بھی جنھیں بعض تذکروں میں جوشش کا

شاگرد بتایا گیا ہی، بہ روایتِ مسرت افزا تذکرہ لکھنا چاہتے تھے۔ معلوم ہوتا ہی کہ حسن کو یا تو کسی نے غلط اطلاع دی، یا انھوں نے سہواً شورش یا مشتاق کی جگہ جوشش کے متعلق لکھ دیا کہ تالیفِ تذکرہ میں مشغول ہیں۔

(۲) تذکرۂ شورش۔ نسخۂ قلمی آکسفورڈ: "محمد روشن، جوشش تخلص از خاکِ عظیم آباد فیض مواد ست در نظم و نثر صاحبِ استعداد۔ حسنِ معانی و شستگی الفاظ از کلامش ظاہر، و از حسن و تبعِ شعر و شاعری ماہر۔ غزل و قطعہ و رباعی و مخمس وغیرہ بہ فصاحت و بلاغتِ تمام بہ زبانِ قلم می آرد، و مضامینِ نو آئیں در اشعار بسیار دارد۔ مشقِ سخن را بہ پایۂ تحقیق رسانیدہ، سخن سنجاں را مشتاقِ سخن خود گردانیدہ۔ مذاقِ درویشانہ دارد۔ عجب و انانیت، خود پرستی و نفسانیت را در مزاجش دخلے نیست۔ باہمہ و بے ہمہ اوقات بہ سر می برد۔ دیوانش قریب سہ ہزار شعر خواہد بود۔ ایں چند شعر از آں جملہ است:۔ (تعداد اشعار ۱ ۵، ۷ ـ ۲ ۴، ۵، ۸، ۱۰، ۱،
۱۱، ۴ تا ۷، ۳ ۱ تا ۳، ۸، ۱۲، ۱۳، ۱۶، ۱۷ ۴ ۱۲، ۱۳، ۵ ۹ تا ۱۲ ۶ ۱، ۲، ۳، ۱۲ ۷ ۱ تا ۴، ۶،
۷، ۱۰ ۸ ۲، ۴، ۸، ۹، ۱۱، ۱۲، ۱۶ ۹ ۲ تا ۴، ۱۱، ۱۷ ۱۰ ۲، ۴، ۵، ۱۱ تا ۱۳، ۱۵، ۱۷،
۱۱ ۱، ۲ ۱۲ ۱، ۵ ۱۳ ۹، ۱۰ ۱۴ ۵ تا ۷، ۹، ۱۵ ۱۵ ۱ تا ۳، ۹، ۱۰، ۱۲، ۱۶ ۱۶ ۱۱ ۱۷ ۱، ۲، ۱۲،
۱۸ ۲، ۷، ۱۱، ۱۲ ۱۹ ۱ تا ۳، ۵، ۶ ۲۰ ۳، ۵، ۱۰ تا ۱۲ ۲۱ ۸، ۹، ۱۳، ۱۴، ۱۶ ۲۲ ۳، ۷ ۲۳ ۱،
۵ ۲۴ ۱۳، ۱۵ ۲۶ ۲ تا ۴، ۸ تا ۱۰، ۱۳، ۱۵، ۱۷ ۲۷ ۳، ۴، ۵ ۲۸ ۱۶، ۱۷ ۲۹ ۱، ۵، ۱۲، ۱۷ ۳۰
۱، ۱۱، ۴ تا ۷ ۳۱ ۱ ۳۲ ۱ تا ۸، ۱۱ ۳۳ ۲، ۴، ۵، ۷، ۱۰ تا ۱۱، ۱۳، ۱۷ ۳۴ ۳، ۴، ۶، ۷، ۱۳،
۱۴، ۱۷ ۳۵ ۱۳، ۱۷ ۳۶ ۴، ۶ تا ۸، ۱۰، ۱۱ ۳۷ ۸، ۹، ۱۱ ۳۸ ۸ ۳۹ ۳، ۱۱، ۱۵، ۱۶ ۴۰ ۴، ۷،

۱۱، ۱۵، تا ۱۶ | ۴۲ | ۴۳ | ۱۱، ۱۲، ۱۵، ۱۶ | ۴۴ م ۱، ۱۶ | ۴۵ م ۴۶ م، ۵، ۴۷ ۱۵، ۱۶ | ۴۸ | تا ۵،

۱۳، ۶ | ۴۹ | تا ۳، ۶، ۶ | ۵۰ م، ۵، ۱۱، ۱۲، ۱۵ تا ۱۶ | ۵۱ ۵، ۶، ۶، ۹ | ۵۲ ۶، ۸، ۱۱، ۱۳ | تا ۱۵ | ۵۳ م۳،

م ۱، تا ۱۲، ۱۶ | ۵۴ م ۶، ۸ | ۵۵ م ۶، ۶، ۹، ۱۱ | ۵۶ ۵، ۶، ۱۰ | ۵۷ ۱، م ۱، ۶، ۸، ۱۲، ۱۳ | ۵۸ | ۱۱، ۱۲، ۱۶ |

۵۹ ۸ | ۶۰ ۸، ۱۱، ۱۲ | ۶۱ ۸، ۱۰، ۱۲ تا ۱۳ | ۶۲ ۸، ۹، ۱۱ | ۶۳ ۶، ۶، ۱۳ | ۶۴ ۵ تا ۸، ۹، ۱۶ | ۶۵ ۱،

۲، ۴ | ۶۶ | ۱۱ تا ۱۳، ۱۶ | ۶۷ ۸ تا ۱۰ | ۶۸ ۱۰، ۱۱، ۱۳ | ۶۹ م ۷۰ م تا ۱۶ | ۷۱ م ۷۲ م ۱۲، ۱۳، ۱۵،

۱۶ | ۷۳ م، ۶، ۹ | ۷۴ ۵ | ۷۵ ۱، ۱۰، ۱۵ تا ۱۶ | ۷۶ ۱، ۵، ۶، ۱۶ | ۷۷ م، ۶، ۶ | ۷۸ ۱۲، ۱۶، ۱۶ | ۷۹

م، م، ۶ | ۸۰ م، م، ۱۱، ۱۵ | ۸۱ م ۸۲ م ۹، ۱۱ | ۸۳ م، م، ۱۵ | ۸۴ م، ۶، ۶، ۹، ۱۲ | ۸۵ ۱۶ | ۸۶ م، م،

۱۰، ۱۱ | ۸۷ ۲، ۳، ۵ | ۸۸ ۱، م، ۱۶، ۱۶ | ۸۹ م ۹۰ ۲، ۳، ۶، ۹، ۱۵، تا ۱۶ | ۹۱ تا م، م، ۱۵، ۱۵

۱۰۱ ۲، ۵، ۱۵، ۱۶ | ۱۰۲ | ۱۰۳ ۱، ۱۰، تا م ۱۰۴ | ۱۰۵ ۱، ۱۶ | ۱۰۶ ۲، ۵، ۶، ۸، ۱۰ تا ۱۲، م، ۱۶ | ۱۰۷ ۲، ۵، ۶،

۸، ۹، ۱۱، ۵ تا ۱۶ | ۱۰۸ ۲، ۱۶ | ۱۰۹ ۱، ۹ تا ۱۰۱ ۵، ۶، ۱۰، ۱۲، ۱۶ | ۱۱۰ م تا ۶، ۹ تا ۱۱ | ۱۱۱

۲، ۵، ۱۵ تا ۱۶ | ۱۱۲ ۲، ۳ | ۱۱۳ ۸، ۱۱، ۱۲ | ۱۱۴ ۱، ۳، ۵، ۶، ۱۶ | ۱۱۵ ۱۲ | ۱۱۶ م، ۱۵ | ۱۱۷ ۱۶ | ۱۱۸ ۱۰ | ۱۱۹ ۵،

۶، ۱۰، ۱۲ | ۱۲۰ م، ۱۳ | ۱۲۱ ۱۲، ۱۳، م، ۱۵، ۱۶ | ۱۲۲ م، ۱۶ | ۱۲۳ | ۱۲۴ م، ۶، ۹، ۱۰ | ۱۲۵ ۱۲، ۱۵ تا ۱۶ | ۱۲۶ ۱، ۲، ۶، ۹،

۸ | ۱۲۷ ۱۲، ۸ | ۱۲۸ ۶، ۸، ۱۱، ۱۳ | ۱۲۹ تا ۱۶ | ۱۳۰ ۱ | ۱۳۱ م، م، ۹، ۱۰، ۱۳ | ۱۳۲ م، ۶، ۶، ۱۶ | ۱۳۳ م ۱۳

۹، ۱۲ | ۱۳۴ م، ۱۲، ۱۳ تا م ۱۶ | ۱۳۵ م، ۱۴، ۱۶ | ۱۳۶ م، ۵، ۶ | ۱۳۷ ۶، ۶، ۹ م ۱۳ تا ۱۵ | ۱۳۸ م ۱۳ تا ۱۵ | ۱۳۹

۱، ۲، ۶، ۶، ۹، ۱۶ | ۱۴۰ م، م، ۹، ۶، ۶، ۱۳، ۱۱ | ۱۴۱ ۲ م، م، ۶، ۶، ۱۶ | ۱۴۲ ۱۶ | ۱۴۳ ۱، ۲، م، ۹ تا م ۹ تا م ۱

۱۶ | ۱۴۴ ۲ تا م ۱۴۵ ۶، ۶، ۱۱، ۱۲، ۱۴، ۱۶، ۱۶ | ۱۴۶ ۸ | ۱۴۷ م، ۱۳ | ۱۴۸ م تا ۵، ۶ تا ۹، ۱۱، ۱۶

۱۴۹ ۱۰، ۱۵ | ۱۵۰ ۱۲، ۱۶ | ۱۵۱ ۹، ۶، ۱۵ | ۱۵۲ تا ۱۵ | ۱۵۳ ۱، ۲، ۱۲ | ۱۵۴ ۲، ۶، ۶، ۹، ۱۱، ۱۲ | ۱۵۵ ۱۵ تا ۱۶ | ۱۵۶ ۱۶ | ۱۵۷ ۱۲

۱۶ | ۱۵۸ | ۱۵۹ ۱، ۲، م | ۱۶۰ م ۱ | ۱۶۱ ۲، ۵ | ۱۶۲ ۱۱، ۶، ۱۲ | ۱۶۳ تا ۹ | ۱۶۴ ۱۱ م ۱۲، م ۱۶ تا ۱۶ | ۱۶۵ ۶، ۹

۱۱، ۱۷۳، ۱، ۱۷۴، ۸، ۹، ۱۷۵، ۱۰، ۱۷۶، ۱، ۱۱، ۱۷، ۱۷۷، ۱، ۱۳، ۱۷، ۱۷۸، ۱۳، ۱۵، ۱۷۹، ۱۴، ۱۸۰، ۱۴، ۱۷، ۳
۱۸۱/۲، ۷، ۱۰، ۱۵، ۱۸۲، ۵ تا ۹، ۱۸۳/۲، ۱۰، ۱۸۵/۲، ۸، ۱۸۶/۱، ۹، ۱۰، ۱۳، ۱۶
۱۸۷، ۲، ۱۸۸، ۴، ۱۴، ۱۵، ۱۸۹، ۴، ۶، ۱۹۰، ۱۵، ۱۹۱، ۱۷، ۱۹۲، ۶، ۱۴، ۱۳، ۱۹۳، ۱۰، ۱۱، ۱۹۵، ۱، ۷، ۱۱، ۱۲،
۱۵، ۱۶، ۱۹۷، ۷، ۸، ۱۹۸، ۹، ۱۳، ۱۹۹، ۱، ۲، ۶ تا ۸، ۱۴، ۱۵، ۲۰۰، ۳، ۴، ۱۰، ۱۱، ۱۳، ۱۵ تا ۱۷
۲۰۱، ۲، ۵ تا ۷، ۱۰، ۱۱، ۲۰۳، ۷، ۱۴ تا ۱۶، ۲۰۴، ۱، ۳ تا ۵، ۲۰۵، ۷، ۱۰، ۲۰۶، ۶ تا ۸، ۱۲، ۱۴
۲۰۸، ۳، ۲۰۹، ۱۴، ۲۱۰، ۱۰، ۱۳، ۲۱۲، ۸، ۱۰، ۱۲، ۱۳، ۱۷، ۲۱۵، ۱، ۱۰، ۱۱، ۱۴، ۲۱۶، ۱۶، ۲۱۷، ۳،
۹، ۱۲، ۱۶، ۲۱۸، ۷، ۱۲، ۱۵، ۲۲۰، ۱۰، ۱۲، ۲۲۱، ۲، ۸، ۱۱، ۱۲، ۱۴، ۲۲۲، ۲، ۸، ۱۰ تا ۱۲، ۱۷، ۲۲۳
۲، ۵، ۹۔ رباعیات ۹، ۱۰، ۱۷، ۲۲، ۲۴، ۲۹، ۳۱، ۳۲، ۳۸۔ ساٹھ اشعار ضمیمے میں)

شورش عظیم آبادی تھے، اور جوشش سے ذاتی طور پر ضرور واقف ہوں گے۔ جوشش کی ولدیت اور تبدیلِ مذہب کا ذکر اس تذکرے میں نہ ہونا حیرت انگیز ہے۔

(۳) مسرّت افزا نسخۂ قلمی آکسفورڈ: "میاں محمّد روشن، جوشش، برادرِ خرد محمد عابد، دل کہ ہر دو برادر از صلب جسونت رائے ناگر چوں ابراہیم خلیل از آذر ظاہر شدہ۔ حق تعالیٰ ہر دو برادر را توفیقِ تحصیلِ حسنات رفیق گردانیدہ، و چراغِ وجودِ ایشان را از روغنِ انکسار و تواضع روشن کردہ، و آب و گلِ ایشاں را بہ جوشش و دل داری مجبول گشتہ۔ از عجز و خاکساری مقبولِ خاطر ہاے وضیع و شریف شدہ، ہر دو برادر در عظیم آباد بہ سر می برند، و ہر یکے بہرۂ وافی در شیوۂ طالب علمی دارند، و نصیبے کافی در سلیقۂ تیر اندازی و دست کاری۔ در انصافِ فضائل و اوصاف قرینِ یک دگراند۔ بنا برآں ذکرِ ہر دو یک جا آوردہ۔ باید دانست کہ بے دینیِ پدرِ بے دیں باعثِ فخر و نام آوری پسرِ دیں دارست، نہ موجبِ ننگ و عار۔ ابراہیم خلیل را از

بت پرستیِ پدر چہ خلل، و پسرِ نوح را از ایزد شناسی اصل چہ سود۔ بہ قولِ جامی:

"بندۂ عشق شدی ترکِ نسب کن جامی		کہ دریں راہ فلان ابن فلان چیزے نیست"

اشعارِ جوششش در جوششِ دل ہائے مشتاقاں چوں خورشید روشن ست، و روشن بیانیِ وے در دلِ خاص و عام مبرہن۔ دیوانِ اشعارِ وے مرتب ست، لیکن وقتِ تالیف نزدِ مؤلف حاضر نہ بود۔ (تعدادِ اشعار ۲۵ - ۱۲/۱، ۲۹/۱۵، ۳۰/۱۱، ۳۲/۱۱، ۳۷/۶، ۳۸/۱۴، ۱، ۱۰۶، ۱۱۲/۲، ۱۱۷/۵، ۱۲۲/۷، ۱۲۹/۸، ۱۳۱/۱۱، ۱۳۵/۲، ۱۴۵/۶، ۱۴۸/۷، ۱۶۰/۱۶، ۲۰۱/۱۰، ۱۱، ۱۱- رباعی ۲۲-۶ شعر ضمیمے میں)

محمد عابد' دل' برادرِ گرامیِ محمد روشن، جوشش ست۔ صاحب دل و مردِ کامل ست بے نیاز و بے ریا، عابدِ با اثر، عاشق مزاج و بے خطر۔ چوں ہر دو برادر در انصاف اوصاف عدیلِ یک دگراند۔ ذکرِ حالاتِ یکے از بیانِ دیگرے مستغنی می سازد......"

ابوالحسن، امراللہ الہ آبادی، مصنفِ مسرت افزا ۱۱۹۲ھ میں عظیم آباد آئے، اور کچھ دنوں یہاں مقیم رہے تھے۔ مسرت افزا اور تذکرۂ شورش زمانۂ قیامِ یورپ میں مرتب کی نظر سے گزرے تھے، لیکن اِس وقت اِن دونوں کے صرف وہی اجزا پیشِ نظر ہیں، جن کی عکسی نقل منتظمِ کتب خانۂ بوڈلین کی مہربانی سے حاصل ہوئی ہے۔ اور جس کے لیے مرتب اُن کا نہایت ممنون ہے۔ اس تذکرے کا زمانۂ تصنیف بارھویں صدی کا آخری عشرہ ہے۔

(۴) گلشنِ سخن قلمی، مصنفۂ مردان علی خاں' مبتلا' محمد روشن، متخلص بہ جوشش، متوطنِ عظیم آباد۔ از فرزندانِ جسونت رائے ناگرست، کہ در کمالِ اقتدار رفیقِ راجا رام نرائن، ناظمِ عظیم آباد بود۔ مشارٌ الیہ از صغرِ سن رغبت بہ اسلام داشت، چوں بہ حدِ تمیز رسیدہ بہ شرف

دینِ احمدی مشرف گشت ۔ نفیر احوالِ ایشاں مفصل از بھگونت رائے خلف جسونت رائے کہ فی مابین خصوصیت ہا و دوستی ہاست معلوم نمود ۔ مردے ست قابل و طبعش بہ نکتہ سنجی مائل ، کلامش مرغوب طبعِ سخن سنجاں و در نظم و نثر صاحبِ استعداد ۔ دیوانش دو ہزار بیت دیدہ شد ۔ از اشعارِ ریختۂ اوست:۔ (تعداد اشعار ۵ ۱۳، ۲ ۴، ۵، ۳ ۲، ۱۲، ۱۵، ۴ ۱۳، ۶ ۱۳، ۸ ۱،

۱ ۲۰ ۲، ۴ ۲۲ ۵ ۲۳ ۶ ۲۴ ۱۱ ۲۵ ۲، ۹ ۲۶ ۱ ۲۸ ۱۰ ۲۹ ۱۶ ۳۲ ۱، ۵ ۳۳ ۸، ۱۰ ۳۶ ۶، ۷، ۱۰، ۱۱

۴۱ ۷، ۱۱، ۴۲ ۱، ۴۳ ۱۲، ۱۲، ۴۴ ۵، ۴۵ ۱، ۷، ۴۶ ۹، ۴۷ ۴، ۵، ۴۸ ۱۵، ۱۱، ۱۳، ۴۹ ۲، ۳، ۵۰

۴، ۸، ۵۳ ۱۳، ۵۴ ۴، ۱۰، ۱۱، ۵۵ ۸، ۵۶ ۹، ۵۸ ۵، ۱۰، ۶۲ ۸، ۶۴ ۶، ۱۳، ۶۹ ۵، ۸، ۱۷

۷۰ ۲، ۷۱ ۱۳، ۷۷ ۴، ۷۹ ۴، ۸۱ ۱۲، ۱۵، ۱۷، ۸۹ ۹، ۹۲ ۱۶، ۹۳ ۱، ۴، ۹۹ ۳، ۴، ۱۱، ۱۵، ۱۰۲

۱۰، ۱۱، ۱۳، ۱۰۳ ۲، ۵، ۱۰۴ ۱۵، ۱۰۹ ۵، ۱۱۲ ۱۶، ۱۱۳ ۵، ۱۱۵ ۶، ۸، ۱۱۶ ۵، ۶، ۱۹، ۱۱۷ ۳، ۴، ۶

۱۲۲ ۸، ۱۲، ۱۲۳ ۱، ۱۷، ۱۳۱ ۱، ۱۳۴ ۴، ۱۹، ۱۳۵ ۷، ۱۴۶ ۱۳، ۱۴۸ ۱، ۱۵۱ ۵ تا ۷، ۱۵۸ ۱، ۱۵۹

۱۵ ۱۶۶ ۳ ۱۶۰ ۴، ۱۳، ۱۵، ۱۶ ۱۸۱ ۱۰ ۱۸۵ ۶، ۸ ۲۰۰ ۱۵ ۲۰۳ ۴، ۱۱، ۱۵ ۲۱۵ ۴، ۱۴ ۲۱۶ ۹

۲۱۸ ۱۲ ۲۲۱ ۹ ۲۲۲ ۵، ۱۲ ۲۲۳ ۵۔ رباعی ۲۲۔ ضمیمہ ۱۱ شعر)

محمد عابد، متخلص بہ دل: برادرِ کلان محمد روشن، جوشش ۔ مولد و موطنش عظیم آباد ...."

اِس کا زمانۂ تصنیف بارھویں صدی کا آخری عشرہ ہے ۔ مرتب جناب سید مسعود حسن صاحب رضوی، ادیب، ایم ۔ اے ، استاذِ اُردو جامعۂ لکھنؤ کا بہ غایت ممنون ہے کہ انھوں نے جوشش و دل کے حالات و اشعار کی نقل عنایت فرمائی ۔

(۵) تذکرۂ قدرت اللہ شوق وقدرت: " محمد روشن ، جوشش برادرِ خردِ دل ست ،

چند اشعار دال بر جوششِ دلی اوست: (تعدادِ اشعار ۱۲ ۲ ۱۰، ۱۷ ۱ ۱۱، ۳۶ ۱۴ ۱۳، ۱۳، ۱۴، ۱۱۷ ۵، ۱۹۰ ۱۰، ۱۲
۲۰۱ ۱، ۵ ۲۱۴ ۴، ۱۷، ۲۲۳ ۲ ۴ ۔ ضمیمہ ۲ شعر۔ شعرِ ذیل:

دن میں سو سو بار تیرے کوچے میں جانا مجھے ۔ اس میں سودائی کہے یا کوئی دیوانہ مجھے،

خفیف اختلاف کے ساتھ تذکرۂ حسن اور گلزارِ ابراہیم میں مجنوں، شاگردِ ضیا کے نام ہے، اور یہی صحیح ہے۔ جوشش کا ایک مطلع ۱۸۵ ۴ ۱ اس سے مشابہ ہے۔)

محمد عابد دل .... متوطنِ عظیم آباد .....، سالِ تصنیف ۱۱۸۰ھ تا ۱۲۱۰ھ

(۶) گلزارِ ابراہیم: جوشش تخلص، اسمش محمد روشن از اہالی صوبۂ بہار۔ مولد و موطنِ آں پسندیدہ اطوار بلدۂ عظیم آباد است۔ ذہن وقّادش در نظمِ ریختہ رسا افتادہ۔ ہنگام تدوینِ ایں تذکرہ ابیاتِ منتخبۂ دیوانِ خود در سنہ ۱۱۹۴ ہجریہ بہ راقم آثم فرستادہ کہ ثبتِ تذکرہ نماید۔ الحاصل در عروض ماہر و چاشنیِ درد از کلامش ظاہر۔ می تواں گفت کہ شیوۂ خواجہ میر درد را بہ خوبی ورزیدہ۔ حقیر را اسلوبِ بیانِ ایشاں نہایت مرغوب افتادہ۔

(اشعار ۴۰ ۲، ۴ ۲، ۴، ۵، ۸، ۱۱، ۱۵، ۲ ۳، ۳، ۲، ۱۲، ۱۶، ۱۷، ۸ ۴، ۸، ۱۲، ۱۳، ۵ ۱۳، ۶ ۱، ۳، ۱۳ تا ۱۵، ۷ ۴، ۶ تا ۹، ۱، ۳، ۱۴، ۱۶، ۹ ۲، ۴، ۸، ۱۲، ۱۴، ۹ ۱۴، ۳، ۴، ۱۱، ۱۲، ۱۰ ۲، ۵، ۷، ۱۱، ۱۲ ۱۳ تا ۱۳، ۱۴، ۱۶، ۱۳ ۱۳، ۱، ۱۴ ۶، ۱۵، ۱۶، ۱۵ ۱۴، ۲، ۳، ۹، ۱۷ ۵، ۱۱، ۱۸ ۱۱ تا ۱۳، ۱۵، ۲۱ ۸، ۹، ۱۳، ۱۴ تا ۱۶، ۲۲ ۳، ۴، ۵، ۶، ۲۳ ۱، ۲، ۴، ۲۴ ۳، ۴، ۲۵ ۱۴، ۱۶، ۱۷، ۲۹ ۱، ۱۱، ۱۲، ۱۶، ۱۷، ۳۰ ۱، ۱۱، ۱۳، ۳۱ ۱، ۳۲ ۲، ۴، ۶، ۱۱، ۳۳ ۲، ۴، ۶، ۷، ۸، ۱۰، ۱۳، ۱۴، ۱۶، ۳۴ ۸، ۱۱، ۱۴، ۳۵ ۱۴، ۱۶، ۱۷، ۳۶ ۸، ۹، ۳۸ ۱۴، ۴۰ ۲، ۳، ۴۱ ۳، ۷، ۱۱، ۱۲، ۱۵، ۱۶ ۴۵ ۹، ۴۸ ۹، ۴۹ ۱۳، ۲، ۳، ۵۰ ۴، ۸، ۵۲ ۴، ۳، ۵۵ ۴، ۵، ۱۰، ۶۱ ۱۶، ۶۳ ۱۱، ۶۶ ۱، ۶۹ ۶، ۷

۸۵ ۴، ۱۳۰۴، ۱۷۰۱، ۸۱ ۱۳، ۸۳ ۱۲، ۸۵ ۱۰، ۸۹ ۸، ۹۰ ۸، ۹۰ ۵، ۱۶، ۹۱ ۷، ۹۲ ۱۲، ۹۹ ۳، ۱۴، ۱۰۳ ۲
۱۰۵ ۹، ۱۲، ۱۰۶ ۳، ۱۵، ۱۰۷ ۲، ۳، ۱۱۳ ۵، ۱۰، ۱۷، ۱۱۳ ۱، ۱۶، ۱۱۶ ۱۰، ۱۲، ۱۱۷ ۴، ۷، ۱۱۸ ۱۶
۱۲۲ ۸، ۱۲۵ ۴، ۱۵، ۱۲۹ ۵، ۶، ۱۰، ۱۱، ۱۵، ۱۳۱ ۲، ۱۲، ۱۳۳ ۱، ۶، ۱۳۶ ۸، ۱۲، ۱۳۷ ۱۴، ۱۴۱/۱۴ ۱۴۵ ۷
۱۴۸ ۱۶، ۱۰، ۱۷، ۱۵۱ ۵، ۷، ۶، ۹، ۱۵۳ ۱، ۱۱، ۱۵۴ ۸، ۱۳، ۱۵۶ ۴، ۵، ۱۵۸ ۱، ۷، ۱۵۹ ۱۵، ۱۶۰ ۹، ۱۶۱
۱۵ تا ۱۷، ۱۶۳ ۲، ۳، ۱۶۴ ۱۳، ۱۶۵ ۱۰ تا ۱۲، ۱۷۰ ۴، ۱۲، ۱۶، ۱۷۴ ۷، ۸، ۱۷۶ ۱۷، ۱۸۰ ۱۳، ۱۸۱
۱۹۷ ۱۰، ۱۳، ۲۰۰ ۱۰، ۱۷، ۲۰۱ ۵، ۱۰، ۱۱، ۲۰۴ ۳، ۴، ۲۱۵ ۱۰، ۲۲۲ ۱۲، ۲۲۳ ۲ ۔ رباعی ۲۱۔
ضمیمے میں ۲۵ شعر)

"دل تخلص، اسمش شیخ محمد عابد، مولد و موطنِ او بلدۂ عظیم آباد۔ مہیں برادرِ شیخ محمد روشن، جوشش تخلص ست ۔ الحاصل ہر دو برادر بہ غایت ہموار۔۔ و حمیدہ خصائل اند۔ محبتے کہ با راقم دارند۔ خلاصۂ دیوانِ خود را فرستادند۔۔۔۔"

نواب علی ابراہیم خاں، مصنف تذکرہ شیخ پورہ ضلع مونگیر کے رہنے والے تھے۔ لیکن اِن کی ننھیال عظیم آباد میں تھی، اور غالباً اُن کی تعلیم و تربیت یہیں ہوئی - تذکرہ بارھویں صدی کے آخری سالوں میں بہ مقام بنارس مکمل ہوا۔ گلزارِ ابراہیم اور گلشن ہند یک جا طبع ہوئے ہیں ۔اس کے مرتب نے گلشن ہند کی عبارت تو رہنے دی ہے، لیکن گلزار ابراہیم کی عبارت کی جگہ صرف اتنا لکھا ہے" شیخ محمد روشن" کوئی اضافہ نہیں۔ ۲ سطر ۲۴۰ شعر" اشعار بھی صرف وہی درج کیے ہیں جو گلشن ہند میں ہیں ۔ناچار قلمی نسخے سے جو کتب خانۂ مشرقیہ بانکی پور میں ہے، حالات اور اشعار کی نقل لینی پڑی؛ اور چوں کہ یہ نسخہ بہت غلط نکلا، دوسرے

قلمی نسخے سے جو کتب خانۂ جامعۂ پٹنہ میں ہے، مقابلہ کرایا گیا۔ جن صاحب سے یہ کام لیا گیا ہے انھوں نے سہواً عبارتِ نثر کا مقابلہ نہیں کیا۔ مرتّب نے اپنے حافظے پر اعتماد کر کے اغلاط کی تصحیح کر دی ہے۔ قابلِ ذکر امر یہ ہے کہ نسخۂ کتب خانۂ مشرقیہ میں تخلص جوشش کے بدلے جوش درج ہے اور لفظِ شیخ نام کے ساتھ نہیں۔ یہ بہ ظاہر اُس نسخے میں تھا جو مرتب گلزارِ ابراہیم کے پیشِ نظر تھا، اور کلکتہ کے نسخے میں بھی ہے۔ دل کا ذکر جن الفاظ میں کیا ہے اُن سے ذاتی تعلقات کا پتا چلتا ہے۔ تعجب ہے کہ علی ابراہیم خاں کو جوشش و دل کے نومسلم ہونے کی خبر نہ تھی۔

(۷) تذکرۂ عشقی عظیم آبادی: "جوشش تخلص۔ اسمش محمد روشن، برادرِ عینی محمد عابد۔ دِل تخلص۔ مردے خوش اخلاق و گرم جوش از ریختہ گویانِ با استعدادِ عظیم آباد ست۔ در علم تیر اندازی و بعضے قواعدِ ضروریۂ عروض و قوانی و فنِ ستار نوازی دستے دارد۔ بالجملہ احوالِ جوہرِ ذاتی و صفاتی او بر جمیعِ صغیر و کبیر روشن و ہویدا ست۔ از وست: (تعدادِ اشعار ۱۹)

"دِل تخلص دہلوی، اسمش محمد عابد، برادرِ بزرگِ جوشش.. از مدتے در شہرِ عظیم آباد بہ فراغیِ حال بسر می برد، آخر ہماں جا ودیعتِ حیات سپرد۔"

زمانۂ تصنیف ۱۲۰۵ھ تا ۱۲۳۰ھ ہے۔ جوشش کی وفات کا ذکر نہیں لیکن اس سے قطعی طور پر یہ نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا کہ ۱۲۳۰ھ تک زندہ تھے۔ عشقی کے بیان سے دل کا دہلی سے عظیم آباد آنا مترشح ہوتا ہے، لیکن کسی دوسرے تذکرے سے اس کی تائید نہیں ہوتی۔

(۸) تذکرہ ہندی مصحفی ص۶۰: محمد عابد جوشش تخلص، پسر جسونت رائے ناگر۔ گویند جوانِ قابل ست، و در عظیم آباد بسر می برد۔ فقیر او را نہ دیدہ، دو شعر از وبہم رسیدہ این ست:

"تمھارے در پہ جو دربان نے آستیں پکڑی   بہ رنگِ نقشِ قدم ہم نے بھی زمیں پکڑی"

"جوں آئینہ بہ ستم رسیدہ   رہتا ہے مدام آب دیدہ"

سالِ تکمیل ۱۲۰۹ھ ہے۔ نام کے متعلق مصحفی کی غلط بیانی حیرت انگیز ہے۔ اس لیے کہ تذکرۂ حسن جس میں صحیح نام درج ہے مصحفی کے ماخذوں میں ہے۔ پہلا شعر حسن ص۱۰۱ پر دل کی طرف منسوب ہے۔ جوشش کی غزل اس زمین میں نہیں۔ دوسرا شعر جوشش کا ہے اور ط ص۱۴۰ پر موجود ہے۔

(۹) ریاض الفصحا مصحفی ص۶۸ "میاں محمد روشن، جوشش تخلص از قدماست۔ از دستۂ ص۹۲ "محمد عابد دل تخلص"، سالِ تکمیل ریاض الفصحا ۱۲۳۶ھ۔ اس بنا پر کہ ریاض میں جوشش اور دل کے جو اشعار ہیں وہ ف میں بھی ہیں، گمان ہوتا ہے کہ یہ تذکرہ مصحفی کے ماخذ میں ہوگا۔ مصحفی سے جوشش کے نام کے متعلق جو غلطی تذکرۂ ہندی میں ہوئی تھی، ریاض میں اس کی طرف اشارہ نہیں۔ بہ ظاہر مصحفی کے نزدیک محمد عابد، جوشش اور محمد روشن جوشش ایک تخلص کے دو مختلف شاعر تھے۔ مصحفی کا جوشش کو قدما میں شمار کرنا کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ ایسی غلطیاں ان سے بہت ہوئی ہیں۔

(۱۰) گلشنِ ہند، مصنفۂ مرزا علی لطف، طبع اوّل ص۶۰ "شیخ محمد روشن" جوشش عظیم آبادی کا حال دیا ہے جو گلزار کا ترجمہ ہے۔ مقفّٰی نثر لکھنے کی دھن میں دو ایک تعریفی فقرے

البتہ اپنی طرف سے بڑھا دیے ہیں۔ اتنا فرق اور ہے کہ لطف نے علی ابراہیم خاں کے پاس بنارس اشعار بھجوانے کا ذکر کیا ہے۔ جو محض لطف کا قیاس ہے۔ (تعداد اشعار ۱۰۲) کل اشعار گلزار سے ماخوذ ہیں۔

(۱۱) مجموعۂ نغز، مصنفہ قاسم دہلوی جلد ۲ صفحہ ۳۰: مصحفی کے تتبع میں محمد عابد جوشش کا ذکر کیا ہے اور وہی دو شعر نقل کیے ہیں جو تذکرۂ ہندی میں ہیں۔ محمد روشن جوشش کا ذکر بھی ہے لیکن وہ ریاض سے ماخوذ نہیں، اس لیے کہ مجموعۂ نغز کا سال تکمیل ۱۲۲۱ھ ہے۔ جلد ۱ صفحہ ۳۸۳ ہوئے صحرا نشیں الخ ۲۱۵۔۱۰ غلطی سے شاہ گھسیٹا عشق کی طرف منسوب کیا ہے۔

(۱۲) عمدۃ المنتخبہ، مصنفہ سرور دہلوی: "جوشش محمد عابد شاعر مستعد معلوم می شود" ایک شعر تمہارے در الخ محمد روشن، جوشش کا بھی ذکر ہے۔ سال آغاز ۱۲۱۶ھ یا ۱۲۱۷ھ

(۱۳) گلشن بے خار مصنفہ شیفتہ دہلوی، مطبوعہ مطبع اودھ اخبار، ۱۹۱۰ء صفحہ ۵۱ "جوشش تخلص محمد عابد۔" وہی اشعار دیے ہیں جو تذکرۂ ہندی میں ہیں۔

صفحہ ۵۱ "جوشش تخلص، شیخ محمد روشن از تازہ خیالانِ عظیم آباد ست۔ شعرش صاف و بے غش فکرش دل پذیر و دل کش۔ شیوۂ گزیدہ اش گزیدہ، طرزِ پسندیدہ اش پسندیدہ، و مع ہذا در فنِ عروض بسیار مہارتِ دل خواہ دارد۔ از خیالاتِ اوست (۳۲ شعر)

(۱۵) گلستانِ بے خزاں نول کشوری، مطبوعہ ۱۸۷۵ء: صفحہ ۲۳ جوشش، محمد روشن

جب جنون کی جوشش ہوئی تو سخن کی اس طرح کوشش ہوئی" ص۱۲۴ "جوشش تخلص محمد عارف" جوں آئینہ الخ۔ جنون کا لفظ محض لفاظی کے جنون میں استعمال کیا ہے اور محمد عارف غالباً سہو کاتب ہے۔

(۱۶) تاریخ ادبیات ہندی و ہندوستانی مصنفہ دتاسی جلد ۲ طبع ثانی ص۱۰۹ "جوشش.... شیخ محمد روشن پٹنوی، پسر جسونت رائے ناگر و برادر محمد عابد، دل فن بیان کے ایک ممتاز ماہر اور بڑے قابل ہندوستانی شاعر ہیں جن کے دیوان میں ۳۰ ہزار کے قریب شعر ہیں؛ اور جن کے اشعار شیفتہ، سرور اور منولال نے دیے ہیں۔" حاشیے میں لکھا ہے کہ منولال نے جوش تخلص بتایا ہے۔ منولال نے تذکرہ نہیں لکھا، مختلف عنوان کے تحت بہ طور بیاض اشعار جمع کیے ہیں۔ اگر دتاسی کا بیان صحیح ہے تو ممکن ہے کہ منولال نے گلزار کا وہ نسخہ دیکھا ہو جو کتب خانۂ مشرقیہ بانکی پور میں ہے۔ تین کی جگہ تیس ہزار محض سہو قلم ہے۔

(۱۷) جلوۂ خضر مصنفہ صفیر بلگرامی جلد ا ص۱۴۰: جوشش یا دل کا ذکر نہیں لیکن جوشش کا ایک شعر خفیف اختلاف کے ساتھ بے نوا کے نام درج کر دیا ہے:

جب کہ مضمونِ کمر پیش نظر آتا ہے بس کہ نازک ہے مجھے باندھتے ڈر آتا ہے

(۱۸) سخنِ شعرا نساخ: جوشش کا یہ شعر جوں آئینہ الخ محمد عابد، دل کی طرف منسوب کر دیا ہے ص۱۶۱-۱۶۲ اس زمین میں دل کی غزل ہے لیکن یہ شعر دیوانِ جوشش میں موجود ہے اور قدیم تذکروں میں بھی جوشش ہی کے نام سے ہے۔

جوشش کے حالات کے اصلی ماخذ حسن، شورش، مبتلا، ابوالحسن، علی ابراہیم خاں

اور عشقی کے تذکرے ہیں، اور اُن میں بھی ضروری حالات نظر انداز کر دیے گئے ہیں تذکرۂ ذکا اور فہرست اشپرنگر میں کوئی بات ایسی نہیں جو مذکورۂ بالا تذکروں میں نہ ہو۔ دیوانِ جہاں میں غالباً جوشش کا ذکر ہی نہیں۔ تذکرۂ عشق زمانہ ہوا نظر سے گزرا تھا، یہ یاد نہیں کہ اس میں جوشش کا حال ہے یا نہیں، اگر ہے تو کسی نئی بات کے ملنے کی امید نہیں، اس لیے کہ یہ تذکرہ بھی اشپرنگر کے ماخذوں میں ہے۔ اِس بات کا ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ ترتیبِ دیوان کے وقت بعض تذکروں سے صرف جوشش و دل کے حالات و اشعار کی نقل حاصل کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے۔ یہ ممکن ہے کہ دوسرے شعرا کے ذیل میں جوشش کے بارے میں کچھ لکھا ہو اور مرتب کو اس کا علم نہ ہو سکا ہو۔

جوشش کے حالات

خاندانی حالات: جسونت رائے[1] ناگر عہدِ علی وردی خاں کے ممتاز سردارانِ فوج سے تھا، اور اپنی جرات، وفاداری اور عالی خاندانی کی وجہ سے بزرگانِ بہار و بنگالہ کا روشناس تھا۔ ناگر گجراتی برہمنوں کی ایک شاخ ہے۔ جسے سیف و قلم[2] دونوں سے لگاؤ رہا ہے۔ جسونت رائے کا

---

[1] جسونت ناگر، مہتا جسونت ناگر مہتا جسونت، لالا جسونت رائے اور لالا جسونت رائے ناگر کے نام سے کتابوں میں اِس کا ذکر آیا ہے۔ لالا کائستھوں کے لیے مخصوص نہیں، جیسا کہ بعض اصحاب کا خیال ہے۔ [2] اس فرقے کے لوگ ممبئی میں وہی حیثیت رکھتے ہیں جو صوبۂ بہار میں کائستھوں کی ہے۔

تعلق عظیم آباد سے کس طرح قائم ہوا، اِس کا حال جاننے کے لیے اِس کے اقربا[ع۳۳] راجا چھبیلارام ناگر، راجا گردھر بہادر اور راجا دیا[ع۳] بہادر کے حالات سے واقفیت ضروری ہے۔

ایک انگریز[ع۳۴] مؤرّخ کا بیان ہے کہ چھبیلارام اور دیارام دو بھائی، الٰہ آباد کے رہنے والے عظیم الشّان کے زمانۂ نظامتِ بہار و بنگالہ میں اُس کی معیّت میں تھے۔ (اس مؤرخ نے برسیل اٹنڈٹس لکھا ہے۔) عظیم الشّان کا دار الحکومت پٹنہ تھا، اپنے منصب کے لحاظ سے اِن دونوں کا قیام بھی وہیں ہونا لازمی ہے۔ اعظم و معظّم کی لڑائی میں عظیم الشان کے ہم راہ تھے۔ معظم کی موت (۱۱۲۴ھ) کے بعد اُس کی جانشینی کے لیے جو جنگ ہوئی اُس میں تقدیر کا پاسا عظیم الشان کے خلاف پڑا اور بہ روایتِ سیر چھبیلارام نے بعد میں

ع۳۳ از اقربائے راجا دیا بہادر بود، سیر المتاخرین نول کشوری ص۵۸۶ تا ص۵۹۰۔ اس کتاب میں چھبیلارام وغیرہ کے حالات صفحاتِ ذیل پر ملتے ہیں: ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۶، ۴۲۳، ۴۴۲، ۵۶۱، ۵۷۴، ۴۶۱، ۴۶۳، ۴۶۴

ع۳ سیر میں لکھا ہے کہ چھبیلارام کے اقربا سے تھا۔ لیکن "پیشوا کا دفتر" کے ایک مجلے میں، جو مرہٹوں کے حملۂ مالوہ کے لیے مخصوص ہے، دیا بہادر کو چھبیلارام کا بیٹا لکھا ہے۔ یہ کتاب مرہٹی ماخذوں پر مبنی ہے۔

ع۳۴ یہ اطلاع جناب سید حسن عسکری صاحب ایم۔ اے استاذ تاریخ پٹنہ کالج سے ملی ہے۔ بدقسمتی سے انھیں مصنّف کا نام یاد نہیں۔ یہ پتا چلانے کے لیے کہ اس کا اصلی ماخذ کون سا ہے، انھوں نے تذکرۃ السلاطین چغتائیہ مصنفہٗ کامور خاں، مآثر الامرا اور منتخب اللباب میں چھبیلارام وغیرہ کے حالات دیکھے۔ عظیم الشان سے توسّل ثابت ہے، لیکن اُس کی معیّت میں عظیم آباد آنے کا کہیں ذکر نہیں۔ مرتّب سید صاحب کا نہایت ممنون ہے اور ناظرین سے عذر خواہ کہ اپنی طویل علالت کی وجہ سے اس طرف مزید توجّہ نہ کر سکا۔

جہاں دار شاہ کی ملازمت اختیار کر لی، چناں چہ فرخ سیر اور معزالدین کی لڑائی کے وقت وہ کوڑا کا فوج دار تھا۔ اس جنگ میں وہ معزالدین سے علیحدہ ہو کر فرخ سیر کے ساتھ ہو گیا، اس کی خدمات کے صلے میں فرخ سیر نے اسے دیوانی خالصہ وتن کا معزز عہدہ عطا کیا۔ اوائل عہدِ محمد شاہ (۱۱۳۱ھ) میں وہ الہ آباد کا صوبہ دار تھا، لیکن دربارِ دہلی سے اُس کے تعلقات درست نہ تھے۔ قبل اس سے کہ اُس کے خلاف کوئی کارروائی ہو، وہ دنیا سے کوچ کر گیا، اور اس کا بھتیجا گردھر بہادر اُس کا جانشیں ہوا۔ دہلی سے جو جھگڑا تھا اس کا فیصلہ اس طرح ہوا کہ خطاب و منصب کے اضافے کے ساتھ وہ اودھ کا صوبہ دار مقرر ہوا، اور الہ آباد کا صوبہ اسے دوسرے کے حوالے کرنا پڑا۔ اودھ کے بعد مالوہ کا صوبہ اسے ملا، ابھی زیادہ دن وہاں رہنے نہ پایا تھا کہ یہ صوبہ نظام الملک کے سپرد ہوا۔ لیکن جلد ہی بعض مصلحتوں سے بادشاہ نے نظام الملک سے یہ صوبہ لے کر پھر اُسی کے حوالے کیا۔ اس کا انجام اُس کے حق میں اچھا نہ ہوا۔ نظام الملک نے مرہٹوں کو مالوہ پر حملہ کرنے کے لیے ابھارا۔ اور گردھر بہادر کی ساری عمر مرہٹوں کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنے کی کوشش میں کٹی اور بالآخر اسی کی نذر ہوئی۔ گردھر بہادر نے مرہٹوں کے مقابلے میں جو جرأت اور پامردی دکھائی تھی، اس کا مدتوں چرچا رہا تھا۔ اور

عہ راجا رام نرائن اپنے ایک خط میں جو کم و بیش ۴۰ برس بعد لکھا گیا ہے، اور جس کا مخاطب اصلی میر جعفر ہے لکھتا ہے: "بہ نواب صاحب باید گفت کہ کشتن من آسان است (تا بعد من (الفاظ ٹھیک پڑھے نہیں جاتے ....) وتمام سلطنت بعد راجا گردھر بہادر عہدہ برائے مرہٹہ نہ شد"۔

اگر دہلی سے اُسے کافی مدد ملتی تو وہ مرہٹوں کو شمالی ہند کی طرف رُخ کرنے نہ دیتا۔ سنہ ۱۱۴۳ھ میں دیا بہادر نے اس کی جگہ لی اور دہلی سے اعانت کا طالب ہوا، لیکن مثلِ سابق کوئی شنوائی نہ ہوئی اور اسی سنہ میں وہ بھی مرہٹوں کا مقابلہ کرتے ہوئے مارا گیا۔ مرتب کا قیاس ہے کہ جسونت رائے کا تعلق[1] عظیم آباد سے بارھویں صدی کے ربع اوّل میں قائم ہوا جب چھبیلا رام یہاں مقیم تھا۔ اس کے بعد وہ چھبیلا رام وغیرہ کی معیّت میں فوجی تجربے حاصل کرتا رہا ہوگا۔ دیا بہادر کی وفات کے بعد خاندان کا شیرازہ درہم برہم ہو جانے سے اُس نے عظیم آباد آکر فوجی ملازمت اختیار کی۔ اس کے بعد سے سنہ ۱۱۵۰ھ تک مسلسل اس کا نام کتابوں میں آتا ہے:-

(۱) ۱۱۴۶ھ تا ۱۱۴۹ھ بہ سلسلۂ قتلِ عبدالکریم خاں: "چوں.. تا جوکی دوم کہ در عہدۂ جسونت ناگر بود خود را رسانید، جوانے ناگر از پسِ پشت او آمدہ می خواست کہ شمشیرے فرود آرد الخ"۔ مظفر نامہ مملوکۂ مرتب۔ سالِ تصنیف سنہ ۱۱۸۰ھ

(۲) جنگ ہیبت جنگ و مصطفیٰ خاں، بہر جنگ سنہ ۱۱۵۸ھ: جسونت رائے ناگر

[1] جسونت رائے کا سالِ ولادت معلوم نہیں، اور نہ یہ پتا ہے کہ جب وہ عظیم آباد آکر فوج میں داخل ہوا ہے تو اس کی کیا عمر تھی، یہ فیصلہ نہیں کیا جا سکتا کہ وہ عظیم آباد ہی میں پیدا ہوا تھا، یا وہاں کم سنی میں آیا تھا عشقی نے محمد عابد کے دہلوی ہونے کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ چنداں قابلِ اعتنا نہیں مرتب کو اعتراف ہے کہ جسونت رائے کے اِس وقت تک کے حالات میں قیاس سے بہت کام لیا گیا ہے، لیکن مرتب نے قیاس اور روایت کا فرق ہمیشہ ملحوظ رکھا ہے۔

باچند نفر بہلیہ مانندِ رعد بہ آوازِ آتشیں غرّید"۔ مظفّرنامہ

"دریں زماں سموینگ حملہ دشمن افگن عمدۃ احبابے ہیجا طلب، جسونت رائے بہمن فن ..... بسانِ ہر بر تریاں' ... رسید، وآں بدآداب را بآتش سزا دادہ منہزم گردانید" دوسرے موقع پر نواب احمد خاں بہادر، میر غلام اشرف وغیرہ کے ساتھ" دو سردار بہمن پیکار رجاں فروش نام خریدار، تہمتن نصیب فتح پیوند جسونت رائے کامل العیار وجبقلش ما سلانہ و محاربہ بلنگانہ نمودند" تیسرے موقع پر "عمدۃ الابطال کارآگاہ جسونت رائے" ایک جگہ اور ذکر ہے۔ تاریخ فتح بنگالہ موسومہ بہ وقائع محمد وفا مملوکہ پٹنہ کالج۔ اس تاریخ میں ۱۱۵۳ھ سے ۱۱۶۰ھ تک کے خاص خاص واقعات درج ہیں۔ اس لڑائی میں جسونت رائے نے کارہائے نمایاں انجام دیے تھے۔ سیر میں بھی اس کی شرکت کا ذکر ہے صفحہ ۵۴۵

(۳) رگھو بھونسلہ ۱۱۵۳ھ میں لڑائی میں شکست کھانے کے باوجود صلح پر راضی نہ ہوا اور مرشد آباد کا عازم ہوا۔ مہابت جنگ نے بھی اس کا تعاقب کیا۔ اس موقع پر جسونت رائے اور میر غلام اشرف "کہ ہر دو جماعہ دار ملازم سرکار مہابت جنگ و صاحبانِ جرأت بودہ اند"

ملہ عبارت کی صحت کی طرف توجہ نہیں کی گئی۔ اس کتاب میں اور شرکائے جنگ کے متعلق بھی مبالغہ آمیز الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ کتاب میں یہ صنعت رکھی گئی ہے کہ ہر جملے سے تاریخ نکلے۔ اُما گرچند الفت کے مکاتیب میں بہ روایت سید حسن عسکری صاحب جسونت رائے کے متعلق الفاظ ذیل پائے جاتے ہیں: از زبانِ صاحب و قبلہ قدرداں، یگانہ تازہ عرصۂ شجاعت و ہمّم، عالی نفس، مجمع کرم، فیض مظاہر، لالا جسونت رائے ناگر بہ یکے از آشنایانِ ایشاں در مبارک باد اخلاص از قید"

کسی وجہ سے عظیم آباد میں رہ گئے تھے، مرہٹوں نے راہ بند کر رکھی تھی لیکن پاس غیرت سے یہ دونوں جمعیت قلیل کے ساتھ مہابت جنگ سے مل جانے کی نیت سے شہر سے باہر نکلے۔ مرہٹوں نے انھیں لوٹنا چاہا۔ لیکن اِن لوگوں نے بغیر مقابلہ کیے مال و متاع مرہٹوں کے حوالے کر دینا غیرت کے خلاف سمجھا، دونوں سخت زخمی ہوئے، جسونت رائے کی ناک پر تلوار اس طرح پڑی کہ جڑ سے کٹ گئی۔" سیر صـ۵۵۰

۲۴ رجب یا شعبان ۱۱۶۳ھ ۔ صوبۂ بہار سراج الدولہ کے نام سے تھا لیکن جانکی رام اُس کے نائب کی حیثیت سے یہاں کام کرتا تھا۔ مہدی نثار خاں (عم مصنف سیر) کی ترغیب سے سراج الدولہ مرشد آباد سے عظیم آباد پر قابض ہونے کے لیے روانہ ہوا۔ اور کسی نہ کسی طرح مہدی نثار خاں وغیرہ کے ساتھ داخلِ قلعہ ہوا" مہتا جسونت (کہ مبارزِ دیر و دریں کارہا بارہا در آمدہ، آبروے در امثال واقراں داشت" سے مقابلہ ہوا، اس نے مہدی نثار خاں کو سمجھایا کہ واپس جانا مناسب ہے، لیکن وہ نہ مانے، اور دونوں میں آویزش شروع ہوگئی۔ مہدی نثار خاں کی تلوار سے ایک سخت زخم اس کے گلے پر آیا۔ لیکن بعد میں برادر زادۂ محمد اشرف اور جسونت رائے نے مل کر انھیں قتل کر ڈالا۔ اور جسونت رائے نے سخت زخمی ہونے کے باوجود سراج الدولہ کو مصطفیٰ قلی خاں کے یہاں پہنچا دیا۔ خلاصۂ عبارت سیر صـ۵۸۶ تا صـ۵۸۸

"راجا جانکی رام بہ استماعِ ایں خبر جسونت رائے ناگر را برائے دست گیر نمودن مہدی نثار خاں روانہ گردانید۔ واو در وسطِ شہر مقابل شدہ مہدی نثار خاں را با رفقا بہ تہِ تیغ

بے دریغ گزرانیدہ ، نواب سراج الدّولہ را بہ تحریم و تکریم تمام در حویلی حاجی صاحب بردہ مصطفیٰ قلی خاں را در خدمت شبانہ روزی ایشاں مقرر داشت ، و تقید نمود کہ از نظر ایشاں غیبت اختیار نہ کند ۔ سراج الدّولہ مہابت جنگ کو بہت پیارا تھا ، اور اس کی چشم پوشی نے اسے خود سر اور بے باک بنا دیا تھا ۔ سراج الدولہ کے عزم عظیم آباد کی خبر ملتے ہی وہ خود بھی ادھر چل پڑا تھا ۔ مہدی نثار خاں کا مقابلہ سراج الدولہ کے ساتھ ہونے کی وجہ سے بہت نازک معاملہ تھا ، اور جانکی رام کا جسونت رائے کو اس پر مامور کرنا ظاہر کرتا ہے کہ وہ کس حد تک جسونت رائے پر اعتماد رکھتا تھا ۔

(۵) جنگ کامگار و رام نرائن : اس لڑائی کی روداد رام نرائن نے مہابت جنگ کو بھیجی ہے ، دستور الانشاء[ؔ] میں موجود ہے ۔ دو جگہ لالا جسونت رائے کا نام آیا ہے ۔ اس لڑائی کا

ؔ سید حسن عسکری صاحب نے دو مجموعۂ خطوط دریافت کیے ہیں ۔ ایک میں راجا رام نرائن اور اُن سے تعلق رکھنے والوں کے خطوط ہیں ۔ دوسرے کا نام دستور الانشا ہے ۔ اس میں منسارام ، فوج دار ترہت (البتہ یہ داماد رام نرائن کا چچیرا بھائی تھا) اور اس کے متوسلین کے خطوط ہیں ۔ خطوط رام نرائن میں کئی جگہ جسونت رائے کا نام آیا ہے ۔ الف خط غلام حسین خاں عرض بیگی کے نام ہے ، جس میں ایک پروانے کا ذکر ہے جو عرق گل کیتکی کی طلب میں جسونت رائے کے نام سراج الدّولہ نے بھیجا تھا ۔ ب اسی پروانے کا جواب معلوم ہوتا ہے ۔ گو کاتب کا نام نہیں دیا ج بہ نام غم خوار جاں بخش دوستاں لالا جسونت رائے جیو ۔ کاتب رام نرائن (۹) تولدِ پسر یا نبیرہ کی مبارک باد ہے ، "الٰہی چناں کہ ایں خانداں از شمار دشمن ست ایں فرزند تا ابد چراغ خانہ شماباد" د رام نرائن بہ نام غلام حسین عرض بیگی ۔ سراج الدّولہ نے اصطرلاب ساخت لاہور طلب کیا ہے (بقیہ صفحہ ۲۶)

سنہ نہیں دیا ہے۔ لیکن رام نرائن کے خطوط میں جو حوالے ہیں اُن سے یہ پتا چلتا ہے کہ اِس کا سالِ وقوع ۷ سنہ جلوس احمد شاہی یعنی ۱۱۶۸ھ ہے۔

(۶) مکتوب سکھ لال بہ نام لالا جسونت رائے: خط کی ابتدا ماموں صاحب قبلہ و کعبہ سے ہے۔ سکھ لال شجاع الملک، حسام الدولہ (یعنی میر جعفر) کی خدمت میں باریاب ہوا ہے۔ جسونت کو لکھتا ہے کہ عن قریب کسی خدمت پر مامور ہو کر "برادرِ عزیز" کو طلب کروں گا۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مسند نشینی میر جعفر (شوال سنہ ۱۱۷۰ھ) تک جسونت رائے زندہ تھا۔

(۷) زمانۂ میر قاسم "و پسر جسونت رائے ناگر با پنجاہ شصت سوار در پیش خود گزاشت کہ شاید از مدد ایں ہا کارے تواند کرد" مظفر نامہ۔ اشارہ رام نرائن کی طرف ہے۔ اِسی کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ میر قاسم نے رام نرائن کو اواخر سنہ ۱۱۷۶ھ میں گرفتار کیا تھا۔ چونکہ اس موقع پر جسونت رائے کی جگہ پسر جسونت رائے کا ذکر آیا ہے۔ یا تو اس وقت تک انتقال ہو چکا ہوگا یا فوجی زندگی سے علٰحدہ ہو کر رام نرائن کی رفاقت میں زندگی بسر کرتا ہوگا۔ (در کمال

(بقیہ حاشیہ ۲۵) رام نرائن جسونت رائے سے لے کر روانہ کرتا ہے۔ اس سے جسونت کے علمی ذوق کا پتا چلتا ہے "اصطرلاب تحفہ کارِ ولایت بہم رسیدہ ... بر ظاہر است کہ اصطرلاب در بازار فروختہ نہ می شود ...... و ایں اصطرلاب نزد لالا جسونت رائے بود بہ منت گرفتہ شد و چنیں کارستانی مقدورِ فلک ہم نیست ......" دستور الانشا میں سکھ لال کے خطوط ہیں، یہ شخص بہ ظاہر جسونت رائے کا بھانجا تھا۔ اس کے خطوط لالا حکومت رائے (ماموں صاحب)، راجا مجلس رائے (ممّو صاحب)، رائے رام سہائے (بھائی) کے نام موجود ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جسونت رائے کی برادری کے کئی شخص بہار و بنگالہ میں موجود تھے۔

اقتدار رفیقِ راجا رام نرائن ... بود" مبتلا شد ۱۱۵۰ھ میں بہ روایتِ سیر وہ جماعہ دار تھا۔ اس کا تحقیقی علم نہیں کہ جماعہ دار کے ماتحت کتنے سپاہی ہوا کرتے تھے۔ اتنا معلوم ہے کہ بعض جماعہ دار ایسے بھی علی وردی خاں کی فوج میں تھے، جو سات سات سو سپاہیوں کے سردار تھے (سیر ص ۵۳۸ "شیخ حمید الدین ... جماعہ دار ہفت صدکس ... و شیخ امر اللہ کہ او ہم در جمعیت برابر بہ شیخ حمید الدین بود")۔ اس کا بھی پتا نہیں چلتا کہ آخر تک اسی عہدے پر تھا، یا ترقی ہوئی تھی۔ تین بیٹوں کے نام کتابوں میں ملتے ہیں۔ بھگونت رائے، محمد عابد، اور محمد جوشن۔ دوسرے اور تیسرے حقیقی بھائی تھے۔ اور یہ نام خود ان کے اختیار کردہ ہیں۔ اصلی نام معلوم نہیں۔ بھگونت رائے بھی ان کا حقیقی بھائی تھا یا نہیں، اس کے متعلق کہیں کوئی اشارہ نہیں ملتا

بھگونت رائے غالباً سب سے بڑا تھا، اور یہی اپنے باپ کا جانشین تھا۔ سکھ لال کے خط میں 'برادرِ عزیز' سے غالباً یہی مراد ہے، اور مظفر نامہ میں جو دو جگہ پسر جسونت رائے کی طرف اشارہ ہے وہ بھی غالباً یہی ہے۔ رام نرائن کے ساتھ یہ بھی قید ہوا تھا (" واز سردارانِ راجۂ موصوف پسر جسونت ناگر و سکھ لال را نیز محبوس نمودند" مظفر نامہ)۔ خطوط رام نرائن میں اس کا ذکر کئی جگہ آیا ہے (الف) " در فتوحہ راجا شتاب رائے بہادر، 'منتظر فقیر بودند' ولالا دیانت رائے با چند سوار دبابو بھگونت رائے با دو سوار ... در فتوحہ ملحق شدند"

(ب) ورق ۱۶۸ پر جاگیروں کے سلسلے میں اس کا نام آیا ہے۔ شاید جاگیر اسی کی تھی۔

(ج) ورق ۱۶۹۔ میر جعفر کے معزول ہونے کے بعد کسی تقریب سے اس کا نام آیا ہے۔

(د) "عزیز القدر لالا بھگونت رائے" کی دی ہوئی معجون کا ذکر ہے۔ بتلا سے دوستانہ تھا۔

محمدؐ عابد، دل تخلص، محمد روشن سے عمر میں بڑے تھے۔ ان میں کیا تفاوت تھا اس کا حال نہیں کھلتا۔ ۱۱۷۶ھ سے قبل جو ان کی کتاب عروض الہندی کا سال تصنیف ہے۔ اسلام قبول کر چکے تھے۔ شاعر، طبیب اور ہیئت داں تھے۔ اوائل میں سپاہی پیشہ بھی ہوں تو عجب نہیں، مبتلا کا قول ہے کہ "تہور اور جرات میں یگانۂ عصر تھے"۔ دیوان نہیں ملتا۔ مرتب نے چار پانچ سو شعر جمع کیے ہیں۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

گر یار نے آنے کا وعدہ نہ کیا ہوتا　　اب تک دلِ مضطر نے کیا کیا نہ کیا ہوتا

گلۂ کم سخنی تا نہ کرے کشتۂ ناز　　ایک دشنام سے تو کارِ مسیحا کرنا

بدنام ہوئے مفت میں حاصل نہ ہوا کچھ　　فریاد کی نسبت تو خموشی میں اثر تھا

پھری نہ تیری گلی سے جواب خط لے کر　　اجل گرفتہ صبا بھی گئی کہیں پکڑی

وہ اپنی جفا کاری اور ناز و ادا جانے　　جو ہم پہ گزرتی ہے سو اُس کی بلا جانے

لے درد آہ کھیو اُس ابر بہار سے　　تو ہو سیاہ مست مروں میں خمار سے

جانتے کیا تھے جوانی گئی اور پیر ہوئے　　آج منہ دیکھ ہم آئینے میں دلگیر ہوئے

ذاتی حالات:۔ محمد روشن ۱۱۰۵ھ[9] کے لگ بھگ عظیم آباد میں پیدا ہوئے تعلیم و تربیت بھی

---

۹ سالِ ولادت کہیں ملتا۔ مرتب نے رائے قائم کرنے میں جن امور کو پیش نظر رکھا ہے وہ حسب ذیل ہیں:۔
(الف) حسن نے متاخرین میں شمار کیا ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ ۱۱۰۰ھ اور ۱۱۱۰ھ کے اندر پیدا ہوئے (وجوہ مقدمہ طبع ثانی میں درج ہیں) (ب) ۱۱۷۶ھ یا اس سے قبل کے جو اشعار ملتے ہیں ان میں کافی پختگی ہے (عروض الہندی، ص ۲۹) (ج) دیوان ۱۱۹۰ھ کے قرب میں مرتب ہو چکا تھا (۶) اس زمانے میں متعدد خوش گو شاگرد موجود تھے (بقیہ حاشیہ)

غالباً نہیں پائی تحصیلِ علمی کا مفصّل حال تذکروں میں نہیں۔ اُس زمانے میں فارسی زبان اور اس کے ادب سے واقفیت اس قدر عام تھی کہ اس کے بغیر کوئی شخص شایستگی کا مدّعی نہیں ہوسکتا تھا۔ یہ کیوں کر مستثنیٰ ہوسکتے ہیں۔ عربی[۱۰] دانی البتہ مشتبہ ہے۔ خاندانی روایات کے اقتضا سے فنونِ سپہ گری بھی سیکھے ہوں گے۔ ابوالحسن اور عشقی نے تیراندازی کا خاص طور پر ذکر کیا ہے ("نصیبے کافی در سلیقۂ تیر اندازی و دست کاری[۱۱]" مسرّت افزا)

ان کی زندگی کا سب سے اہم واقعہ تبدیلِ مذہب ہے۔ آبائی مذہب کو ترک کرکے اسلام قبول کرنے کے کیا اسباب تھے اس پر تذکرے کافی روشنی نہیں ڈالتے۔ بتلانے صرف اتنا لکھا ہے کہ صغر سن سے اسلام کی طرف راغب تھے، تمیز آنے پر مسلمان ہوگئے۔ مرتب کا خیال ہے کہ یہ واقعہ سنہ ۱۱۶۰ھ اور سنہ ۱۱۷۶ھ کے درمیان وقوع میں آیا ہوگا۔

راجا رام نرائن شیخ علی حزیں کا عقیدت مند شاگرد تھا، اور اُس کے زمانۂ عروج میں

---

(۹) تذکرہ نگاروں نے جن الفاظ میں ان کا ذکر کیا ہے ان سے پتا چلتا ہے کہ سنہ ۱۱۹۰ھ میں کہنہ مشق اور مسلّم الثبوت شاعروں میں شمار ہوتا تھا۔ عمر کسی نے نہیں بتائی لیکن یہ خلافِ قیاس ہے کہ کسی کم عمر شاعر کا اس طرح ذکر کیا گیا ہو۔ (۱۱) 'دست کاری' سے کیا مراد ہے معلوم نہ ہو سکا۔

(۱۰) 'زبان' کے تحت میں اس کی بحث آئے گی۔ اِن دو شعروں سے طبیعیات کے بعض مسائل سے واقفیت کا پتا چلتا ہے، لیکن سُنی سنائی بات بھی ہوسکتی ہے:

"کیا ہے دستِ کرم نے ترے جہاں خالی
رہے ہوا بھی نہ باقی کہ ہو ملا پر ظن
بالاتفاق جو کہتے ہیں سب خلا ہے محال
حکیم جتنے ہیں نزدیک اپنے ہیں کودن" ص ۲۵۴

شیخ کا کئی بار عظیم آباد آنا ہوا تھا۔ محمد روشن کا کم سنی کے زمانے میں شیخ کی صحبت سے فیض یاب ہونا، رام نرائن اور جسونت رائے کے تعلقات کا لحاظ کرتے ہوئے، دور از کار قیاس آرائی نہیں، محمد روشن کے نام شیخ[۱۲] کے دو خطوں کا وجود اس کا مؤید ہے۔ عجب نہیں کہ اسلام کی طرف میلان شیخ ہی کی صحبت کا اثر ہو۔ شیخ کے خطوط بہ طور یادگار درج کیے جاتے ہیں:

از حضرت صاحب و قبلہ حضرت شیخ علی حزیں صاحب علیہ الرحمۃ:

(۱) برخوردار محمد روشن محفوظ باشند۔ نوشتۂ او متضمن آں کہ مکرر عریضہ ارسال داشتہ و جواب نہ می رسد و از دیگراں ہم کہ استفسار می کند، خبر معلوم نہ می شود، رسید۔ چوں ناتوانی زیادہ شدہ، و اکثر اوقات بیماری بہ شدّت و بر بستر افتادہ است، طاقتے و حالتے نہ ماندہ کہ تواند چیزے نوشت نیشتن الحال بسیار مشکل شدہ۔ بہ ہر حال شکر الٰہی واجب ست۔ باید کہ از دعا فراموش نہ نمایند۔ ایں چند کلمہ بہ تاریخ جمعہ بست و نہم شہر محرّم بہ قلم آمدہ۔ عواقب مقرون بہ خیر و سعادتِ جاوید باد۔ بربّ العباد۔

---

۱۲ سید حسن عسکری صاحب کا شکریہ واجب ہے کہ وہ ان خطوط سے مرتّب کے تعارف کا باعث ہوئے۔ یہ خطوط مجموعۂ مکاتیب رام نرائن میں شیخ کے اور خطوط کے ساتھ ہیں۔ ان کا مکتوب الیہ محمد روشن پسر جسونت رائے کے سوا کوئی اور نہیں ہو سکتا۔ رام نرائن سے تعلق رکھنے والا اس نام کا کوئی دوسرا شخص اس زمانے میں نہ تھا۔ یہ معلوم ہو جائے کہ کس سنہ میں یہ خط لکھے گئے تھے تو قبولِ اسلام کا زمانہ ایک حد تک متعین ہو سکتا ہے۔

(۲) برخوردار سعادت یار، محمد روشن معلوم نمایند کہ مرقومہ اورسید، وتنہائی و بےکسی وخستہ جانی او موجبِ الم شد. جناب اقدسِ الٰہی صحت بخشیدہ، بہ آرام بدارد، وتدارکِ بے کسی اوتصدیعات دینویہ فرماید. تا ایں وقت کہ روزِ چہارم شنبہ نہم شہرِ رمضان ست احیات باقی ست، وبہ ہر جہت مستوجب شکر ست. از احوالِ خود اطلاع می نمودہ باشند. زیادہ از ناتوانی طاقتِ نوشتن نہ دارد. العاقبۃ بالخیر۔

مرتّب کے نزدیک محمّد روشن کی شعرگوئی کی ابتدا ۱۱۷۰ھ یا کچھ اس کے قبل وبعد سے ہوئی۔ اس زمانے میں عظیم آباد میں شاعری کا گھر گھر چرچا تھا اور حزیں اور دردمند سے خوش گو شاعر اہلِ عظیم آباد کو دہلی کی طرزِ گفتار سے آشنا کر چکے تھے۔ جوشش کے سوا کوئی اور تخلص سننے میں نہیں آیا۔ غالباً ابتدا سے انتہا تک اسی پر قائم رہے۔ فنِ سخن میں کس کے شاگرد تھے اس کا بھی حال نہ کھلا۔ شعرگوئی کے ساتھ عروض وقافیہ کے قواعدِ ضروری سے واقفیت بھی پیدا کی تھی۔ یہ عشقی کا قول ہے، علی ابراہیم خاں تو انھیں عروض کا ماہر ہی بتاتے ہیں۔

واقعاتِ زندگی بہت کم ملتے ہیں بچپن اور عنفوانِ شباب باپ کے زیرِ سایہ آرام سے کٹا ہوگا۔ موسیقی کے شوق، (در فنِ ستار نوازی دستے دارد، عشقی) نورتن کی مثنوی ص ۲۳۵، ہولی کے قطعے ص ۲۳۹ سے کچھ کچھ پتا چلتا ہے کہ شباب کس طرح گزرا ہوگا۔ بعد میں، خواہ اس وجہ سے کہ تبدیلِ مذہب اقربا کی برہمی کا باعث ہوئی ہو، خواہ اس سبب سے کہ ۱۱۷۴ھ میں رام نرائن کے زوال اور انقلابِ حکومت سے معاش کے دروازے

بند ہو گئے تھے، تکلیف سے گزرتی تھی، اور مجبوراً خاندانی روایات کو بالائے طاق رکھ کے اہلِ ثروت کی ثنا گوئی اور اُن کے آگے دستِ طلب دراز کرنا پڑتا تھا۔ ایک قطعے کے چند شعر ہیں:-

"کون غم خوار ہے تجھ ذات سوا عالم میں — کیجیے کس سے پریشانی احوال بیاں
پڑا پھرتا ہوں میں سرگشتہ بگولے کی طرح — نے کہیں ٹھور ٹھکانا ہے نہ ہے کوئی مکاں
یاالٰہی بہ طفیلِ حضراتِ معصوم[۱۳] — جب تک اس کہنہ سرا میں ہے یہ جوشش مہماں
خوانِ الوانِ لئیماں سے رکھ اس کو محروم — دے اسے دستِ کریماں ہی سے یک پارۂ ناں
ہے بہت بے ادبی طولِ سخن اس کے حضور — جو زباں داں کہ سمجھتا ہو خموشی کی زباں" صفحہ ۲۴۱

سیّد جبّار علی،[۱۴] بسمل جبّار گڈھ کے رہنے والے شاعر اور سخن فہم تھے۔ ۱۱۹۶ھ سے قبل عظیم آباد میں مقیم تھے۔ جوشش نے ان کے ایک مصرع کی تضمین کی ہے صفحہ ۶، اور اُن کی ایک غزل کا جواب لکھ کر صلے کے طالب ہوئے ہیں:-

"صلہ ہی دیوے گی جوشش کو ہمتِ بسمل — کہ لایا ہے یہ غزل کہہ کے در جواب شتاب" صفحہ ۳۱

---

[۱۳] غالباً ائمہ اور اہلِ بیت کی طرف اشارہ ہے۔ سنّی انھیں معصوم نہیں سمجھتے۔ گمان ہے کہ شیعہ ہوں گے۔

[۱۴] بسمل کا حال گلزارِ ابراہیم میں ہے صفحہ ۵۱۔ اُس زمانے میں اس تخلص کا ایک حبشی شاعر، سیدی حمید بھی پٹنہ میں تھا۔ لیکن، جوشش کا اس سے صلے کا خواہاں ہونا زیادہ قرینِ قیاس نہیں۔

ثروت[1] صـ۳۴ اور فدوی صـ۱۹۰ کے مصرعوں کی تضمین اور نالاں[3] شاگردِ فغاں کی تاریخ وفات دیوان میں پائی جاتی ہے۔ غالباً ان لوگوں سے ذاتی تعلقات تھے۔

ایک بار بہت سخت بیمار پڑے تھے۔ دیوان میں دو رباعیاں ہیں جن میں شفایابی کی دعا مانگی ہے صـ۲۲۵۔ پٹنہ سے باہر نکلنے کا بھی پتا چلتا ہے، لیکن سفر ٹکاری ہی پر ختم ہو گیا تھا یا آگے بھی بڑھے تھے، اس کے متعلق کوئی علم نہیں۔ تذکرہ نگاروں کے بیاں کا اعتبار کیا جائے تو "خوش طینت و نیک اعتقاد، سنجیدہ اطوار و حمیدہ خصال" تھے۔ "عجب و انانیت، خود پرستی و نفسانیت سے دور" "باہمہ و بے ہمہ" زندگی بسر کرتے تھے۔ "خوش اخلاق، گرم جوشی، اور مذاقِ درویشانہ" مزید برآں تذکرہ نگاروں نے کہاں تک راست بازی سے کام لیا ہے، اور کس حد تک آدابِ تذکرہ نگاری کی رعایت ملحوظ رکھی ہے، اس کا فیصلہ مشکل ہے۔

وفات کا ذکر کسی قدیم تذکرے میں نہیں۔ ان کے حالات کے جو اصلی ماخذ ہیں ان میں تذکرۂ عشقی سب کے بعد مکمل ہوا ہے۔ اس میں ۱۲۰۵ھ سے ۱۲۳۰ھ تک کے اندراجات ملتے ہیں، لیکن محض اس بنا پر کہ اس تذکرے میں جوشش کا شمار زندوں میں کیا گیا ہے یہ

---

[1] ثروت مفتی غلام مخدوم پھلواروی کا تخلص تھا۔ اکثر علوم خصوصاً منطق میں دخل رکھتے تھے ایسٹ انڈیا کمپنی سے مقدمۂ بہادر بیگ خاں کے سلسلے میں چالیس ہزار روپے ملے تھے، جس نے عسرت کو خوش حالی سے بدل دیا تھا۔ اردو کے علاوہ فارسی بھی کہتے تھے اور جوہری کے شاگرد تھے۔ تکمیلِ تذکرۂ عشقی سے قبل انتقال ہو چکا تھا۔ فدوی، غالباً مرزا بھچو دہلوی مقیم عظیم آباد [3] نالاں کا حال گلزارِ ابراہیم میں ہے۔ [4] ہجو ٹکاری صـ۲۳۲۔ ٹکاری ضلع گیا کا ایک مشہور قصبہ ہے۔

دعویٰ نہیں کیا جا سکتا کہ ۱۲۳۰ھ تک وہ بہ قیدِ حیات تھے، اس لیے کہ متعدد شاعر جو یقینی طور پر ۱۲۳۰ھ سے قبل ہی مر چکے تھے تذکرۂ عشقی کے صفحات میں زندہ نظر آتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مختلف شاعروں کے حالات مختلف زمانوں میں لکھے گئے ہیں، اور یہ فیصلہ کہ کس کا حال کس زمانے میں رقم ہوا، جب تک خود عشقی نے اس کی طرف اشارہ نہ کیا ہو، یا کوئی اور داخلی شہادت اس کے متعلق نہ ہو، ناممکن ہے۔ بعد کے تذکروں میں جوشش کا ذکر ممکن ہے کہ بہ صیغۂ ماضی ہو، لیکن ان کے مصنّف جوشش سے ذاتی طور پر واقف نہیں، اور انھوں نے زمانۂ ماضی کے شعرا میں ان کا شمار محض قیاساً کر لیا ہے۔ عشقی کے بعد اہلِ عظیم آباد میں سے عاشقی اور عبرتی نے تذکرے لکھے بھی تو ان میں ریختہ گو شاعر کا ذکر نہیں کیا۔ اس صورت میں قطعی طور پر جو کچھ کہا جا سکتا ہے، وہ اس سے زیادہ نہیں کہ ۱۲۱۶ھ تک زندہ تھے؛ مشتاق کی وفات کا قطعۂ تاریخ جو دیوان میں موجود ہے اس کی شہادت دیتا ہے۔

تلامذہ: تذکرۂ عشقی میں جوشش کے چار شاگردوں کا ذکر ملتا ہے، قرائن اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ سب ان کے قدیم شاگرد ہیں جن کی شعر گوئی کا آغاز ۱۱۹۲ھ میں یا اس سے پیشتر ہی ہو چکا تھا۔ قدیم تذکروں کی ورق گردانی سے اس تعداد میں اضافہ ہونا ممکن ہے۔
مشتاق: محمد قلی خاں۔ ان کے والد مرزا ہاشم قلی خاں ہیبت جنگ کے داروغۂ دیوان خانہ تھے۔ موسیقی سے شوق تھا۔ ان کی شمشیر شناسی، آداب دانی، اور نازک مزاجی کا عشقی نے خاص طور پر ذکر کیا ہے۔ "بود مشتاق لقاے حیدر" تاریخ وفات ہے۔ اس سے

سنہ ۱۲۱۶ھ نکلتا ہے۔ یہی تاریخ اشپرنگر کے پیش نظر تھی۔ اس کا یہ قول صحیح نہیں کہ اس سے ۱۲۰۶ بھی مستخرج ہو سکتا ہے۔ جوشش نے جو تاریخ نکالی ہے ص۲۱۱ اس سے بھی یہی سنہ نکلتا ہے۔ مشتاق بھی اگر جوشش کی کچھ اعانت کرتے ہوں تو تعجب نہیں۔

ع: دل دیں جگر دیں جان دیں سر کو فدا کریں ؎ تو ہم سے جو کہے ابھی اے بے وفا کریں

ف: کیا سمجھے ہو اس دل کو جو ہے ساتھ ہمارے ؎ دشمن ہے کہ پہلو میں ہے دن رات ہمارے

حیران: میر منو عظیم آبادی۔ مسرت افزا کی تالیف سے قبل انتقال کر چکے تھے۔

ع: نہیں سنتے ہو تم ہر چند میں کہتا ہوں رہنے کو ؎ چلے جاؤ بھلا رہ جائے گی یہ بات کہنے کو

ع: روئیے کس کے لیے اور کس کا ماتم کیجیے ؎ عمر جاتی ہے چلی کچھ اپنا ہی غم کیجیے

نیاز: میر افضل علی[۱] عرف میر جان، ہمشیرزادۂ میر محمد سلیم سلیم عظیم آبادی۔ اوائل میں جوشش کے شاگرد تھے، بعد میں سلیم وغیرہ سے استفادہ کیا۔ ان میں یہ بڑا عیب تھا کہ دوسروں کے شعر اپنے نام سے پڑھتے تھے سلیم کے دیوان کو تو یہ اپنی ملک ہی سمجھتے تھے۔

ع: یہی خوف رہتا ہے بسمل کے دل میں ؎ ترحم نہ آ جائے قاتل کے دل میں

تمنا: مرزا علی رضا ساکن عظیم آباد، "از شاگردان شیخ محمد روشن، جوشش"

ع: دشت میں خاک بہ سر پھرتے ہیں کم کرتے ہیں ؎ لوگ جس بات کو ہنستے ہیں وہ ہم کرتے ہیں

ع: اب تلک جیتا ہوں میں کیا سخت میری جان ہے ؎ دل کے سو ٹکڑے ہیں ہر ٹکڑے میں سو پیکان ہے

---

[۱] ماخوذ از تذکرۂ عشقی

تصانیف

شورش و مبتلا کا بیان ہی کہ جوشش نظم و نثر میں صاحبِ استعداد تھے، لیکن نظم میں دیوان اور نثر میں رسالۂ قافیہ کے سوا کسی اور کتاب کا سراغ نہیں ملا۔

دیوان: دیوانِ جوشش کا صرف ایک نسخہ دستیاب ہوا ہی۔ شوق نیموی مرحوم نے جو صوبۂ بہار کے مشہور شاعر، زبان داں اور عالم دینیات تھے، چالیس پچاس سال قبل اس کا ذکر یادگارِ وطن میں کیا تھا۔ ضروری اقتباسات درج ذیل ہیں:-

"اس دیوان کو جناب والد مرحوم نے ... نقل کیا ہی۔ ہر صفحے میں ۱۱ شعر ہیں۔ ۹ اجزا میں تمام کیا ہی۔ اس دیوان میں قصائد بھی ہیں۔ آخر میں ایک آدھ تاریخ بھی ہی جس سے ثابت ہی کہ میر و مرزا کے ہم عصر تھے ..... افسوس کہ دیوان کی نایابی سے عظیم آباد کے شعرا بھی جوشش سے واقف نہیں۔ جناب شاد عظیم آبادی نے نوائے وطن میں ذکر تک نہیں کیا، سبب کیا وہی گمنامی اور اِس دیوان کی نایابی، ورنہ ضرور جوشش کو راسخ مرحوم کے پہلو بہ پہلو جگہ دیتے۔ بہ ہر کیف یہ دیوان ہر چند پُرانا ہی مگر کلام پاکیزہ اور استادانہ ہی ص ۲۹ تا ۳۵

افسوس ہی کہ یہ نسخہ اپنی اصلی حالت میں ہم تک نہیں پہنچا، اس کے متعدد اوراق غالباً

یادگارِ وطن کی تصنیف سے قبل ہی ضائع ہو چکے تھے۔ تعجب ہے کہ شوق مرحوم نے مطلقاً اس کا ذکر نہیں کیا۔ اس کی تفصیل آگے چل کر معلوم ہوگی۔ صفحۂ اوّل کے وسط میں کاتبِ دیوان کے قلم سے یہ الفاظ مرقوم ہیں۔ "دیوان روشن علی جوشش عظیم آبادی" اس کے بعد کے سات صفحے بالکل سادہ ہیں۔ نویں صفحے سے چوبیسویں تک قصیدے ہیں۔ نویں صفحے کے اوپر کا حصہ ضائع ہو گیا تھا، شوق مرحوم نے اس کی مرمّت کی ہے، قصیدۂ اوّل کا عنوان اُنھیں کے قلم سے ہے اور غالباً اُنھیں کے مذہبی غلو کا نتیجہ ہے۔ اس صفحے پر ۴ اشعر ہیں۔ چوبیسویں صفحے پر آخری قصیدے کے ۶ ابتدائی اشعار موجود ہیں، اور چوں کہ اس کے بعد کے اوراق غائب ہیں، یہ قصیدہ ناتمام رہ گیا ہے۔ کاتب نے اپنے دستور کے مطابق ایک گوشے میں وہ الفاظ دیے ہیں جن سے ساتواں شعر شروع ہوتا ہے، "عبث ہیں ساکے" (کذا)۔ اس قصیدے کے باقی اشعار کے علاوہ اور کتنے قصیدے ضائع ہوئے ہیں اس کے بارے میں قطعی طور پر کچھ کہنا ناممکن ہے۔ دو چار قصیدے اپنے ہم عصر اہلِ دول کی شان میں کہے ہوں تو عجب نہیں۔ تیرھواں ورق حضرتِ شوق کا لگایا ہوا ہے، اور اس میں ایک لفظ بھی اصلی کاتب کے قلم کا نہیں۔ پچیسویں صفحے کے وسط میں دیوانِ جوشش لکھا ہے، اور چھبیسویں صفحے پر غزل کے ۱۲ شعر ہیں۔ اس کے بعد کے ۴ ورق شوق کے مرمّت کیے ہوئے ہیں۔ اور منہ سے ابتدائے کتاب سے اوراق مذکورہ تک نادارد ہیں۔ آگے چل کر دو سلسلے منہ سوں کے ملتے ہیں، ایک قدیم اور دوسرا جدید، اِن دونوں کے مقابلے سے مرتب اِس نتیجے پر پہنچا ہے کہ قصائد کے

اوراق کے علاوہ ۱۴ ورق حسب تفصیل ذیل غایب ہوگئے ہیں :-

(۱) ابتدا کے دو ورق غائب ہیں - دیوان کا افتتاح جس غزل سے ہوتا ہے وہ اصل میں پہلی غزل نہیں - قدیم تذکروں میں ردیف الف کی متعدد غزلیں ملتی ہیں جو دیوان میں نہیں - یہ غزلیں اُن غزلوں میں ہیں جو ابتدائی ورق ضائع ہو جانے کی وجہ سے دیوان سے غائب ہیں - مرتب کا خیال ہے کہ دیوان کی سب سے پہلی غزل یہ تھی :-

"کس طرح سے ہو شرح و بیاں رازِ نہاں کا قدرت نہ قلم کی ہے نہ مقدور زباں کا"

ایک تو یہ کہ اس زمین میں بہ کثرت شاعروں کی افتتاحی غزلیں ہیں، دوسرے یہ کہ تذکرۂ شورش وغیرہ میں جوشش کے اشعار کا انتخاب مطلع بالا سے شروع ہوتا ہے - شورش جس نے ۱۵، شعر انتخاب کیے ہیں مطلع سر دیواں کو نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔

(۲) ۳ ورق : ۲، تا ۴، - ن میں ورق ۱، اِس مصرع پر تمام ہوتا ہے :

'سدا رکھتے ہیں مستاں شیشہ و پیمانہ پہلو میں، صہ ۱۱ ط - اس کے بعد کا ورق ن میں اِس مصرع سے شروع ہوتا ہے "عزدرِ بندگی دل سے اٹھا دے خاکساری کر" ضمیمہ

(۳) ا ورق : ۸۲ - مصرعِ آخرِ ورق ۸۱ ن "مہرباں نامہرباں ہم پر بھلا بہتر نہ ہو" صہ ۱۳ ط - ابتدائے ورقِ مابعد" جوشش نہ سر اٹھانے دے واں بارِ انفعال ضمیمہ

(۴) ۲ ورق : ۱۰۶ و ۱۰۷ مصرعِ آخر ورق ۱۰۵ ن "جو خدا چاہتا ہے ہوتا ہے" صہ ۱۶۱ ط ابتدائے ورقِ مابعد"... سو جان بہ لب ہے صہ ۱۷۱ ط -

(۵) ۵ ورق: ۱۱۹ تا ۱۲۳ — مصرعِ آخر ورق ۱۱۸ "وہی ہم خانہ بر دوشوں کا جوششِ ہم سفر ہوئے" صـ۱۹۱ ط۔ آغازِ ورق مابعد "حوں خوار ہو رہا ہے سفید آئینے کا منہ" ضمیمہ۔

(۶) ا ورق: ۱۳۸۔ مصرعِ آخر ورق ۱۳۷ "خدا جانے یہ الفت کیا کرے گی" صـ۲۱۶ ط ابتدائے ورق مابعد "کس کو میں منصف بدوں ٹک آپ ہی انصاف سے" ضمیمہ۔

شوق مرحوم کے اِس دیوان پر اور بھی احسان ہیں۔ اصل دیوان میں جہاں جہاں کچھ ٹکڑے ضائع یا کمزور ہو گئے تھے، اُنھوں نے حسبِ ضرورت چھوٹی بڑی چٹیاں لگائی ہیں، اور سادہ جگہ پر اشعار یا مصرع یا مصرعوں کے ابتدائی یا انتہائی الفاظ خود لکھے ہیں۔ دیوان میں کہاں کہاں یہ عمل ہوا ہے۔ اُس کی فہرست بہ قیدِ صفحہ و مصرع ذیل میں دی جاتی ہے۔ حضرتِ شوق کا اصل کے مطابق نقل کرنا متیقن نہیں:-

۱ ا تا ۲۶، ۲ ا تا ۶، ۲۹ تا ۳۴ ۳ ۲۷ تا ۳۰ ۴ ۲۳ تا ۲۶ ۵ ۲۱ تا ۲۴ ۶ ۱۳ تا ۱۸

۷ ۹ تا ۱۲ ۸ ۵ تا ۸، ۹۰ ۲ تا ۱۳ ۹ ۱۷ تا ۱۹ ۱۵۶ ۲۷، ۲۹ ۱۶۵ ۱۸ انتہا ۱۶۶ ۱۱، ۱۳، ۱۵

ہر سہ ابتدا ۱۶۳ ۲، ۴، ۶، ۸، ۱۰، کل انتہا ۱۲۱ ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹، ۳۱، ۳۳ کل ابتدا

۱۶۴ ۳، ۵، ۷، ہر سہ ابتدا ۱۸۱ ۳، ۷، ۹، ۱۷ ۱۸۲ ۲۹، ۳۱، ۳۴ ۱۸۳ ۱، ۳، ۵، ۷۔

ابتدا ۱۸۷ ۲۰، ۲۴، ۲۶ ۱۸۸ ۱۷، ۱۹، ۲۱، ۲۳ ۱۹۰ ۵، ۶ ابتدا ۷، ۸ ابتدا ۱۹۳ ۲۵ ابتدا

۲۰۳ ۱، ۲ ابتدا ۲۱۰ ۳، ۴ انتہا ۲۱۱ ۲، ۱۰ انتہا مخمس سوم بندِ آخر ۲۳۲ ۱۹، ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷،

۲۹ ۲۳۶ ۳۳، ۲۳، ۲۵، ۲۶، ۲۷ ہر سہ ابتدا ۲۳۷ ۱، ۳، ۵ ہر سہ ابتدا ۲۳۸ ۱۳، ۳۱، ۳۴ ۲۳۹ ۱، ۳ ۲۴۱ ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۶، ۲۸ کل انتہا ۲۴۲ ۱۰، ۱۱، ۱۲ ۲۴۳ ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۱ ۲۴۴ ۳۴ ۲۴۵ ۲، ۳، ۴ ابتدا ۲۴۶ ۱ ابتدا ۲۴۸ ۲۰، ۲۲ ہر دو انتہا ۲۴۹ ۱۵، ۱۷، ۱۹، ۲۱ کل ابتدا ۲۵۲ ۳۳، ۳۵، ۲۵۳ ۱، ۳، ۵ - ۷، ۹ ہر دو ابتدا

ذیل کے مصرع ضمیمے میں ہیں: نہ ہوں میں چرب الخ بہ رنگِ شمع ارادہ الخ خوں خوار ہو رہا ہے الخ۔

شوق مرحوم نے بعض صریح اغلاط کتابت کی تصحیح علاوہ کہیں کہیں اپنے عہد کی زبان یا اپنے ذوق کے مطابق کلامِ جوشش پر اصلاح بھی دی ہے۔ بعض مقامات پر اگر کسی تذکرے میں (غالباً گلشنِ بے خار) کوئی شعر متن سے مختلف نظر آیا ہے اور یہ صورت اِن کے نزدیک قابلِ ترجیح ہے تو اصل میں ترمیم کر دی ہے۔ بدقسمتی سے مرتّب پر اس حقیقت کا انکشاف اُس وقت ہوا جب کتاب کے دو تین جز وچھپ چکے تھے۔ اور اِن اجزا میں شوق نے جو تصرّفات کیے تھے وہ ط میں بھی آ گئے۔ بعض تصرفات کا حواشی میں ذکر ہے، بقیہ کی فہرست ذیل میں درج ہے:-

اِن، کن، جن، کی جگہ اس، کِس، جس، ۲ ۱۷، ۶ ۱۲، ۲۸، ۷ ۱۷، ۸ ۲۳، ۱۰ ۲۱ ۱۵ ۳۲ ۱۶ ۱۲، ۱۷ ۴، ۶، ۸، ۲۲، ۲۸ ۱۰ ۲۹ ۲۴ ڈبانا کی جگہ ڈبونا ۱۶ ۷ ۲۵ ۳۴ زور کی جگہ اور ۲ ۱۰ - ۱۶ ۲۰ "کبھی اُس گل نے نہ جوشش کی طرف کان کیا" ۲۹ ۱۲ "لیکن تجھے خدا نے کیا دل ربا بنایا" (اصل مصرع پر مذہبی نقطۂ نظر سے اعتراض

وارد ہوتا تھا) ۳۵/۵ ، طرف کی جگہ سمت ۱۵/۸ ۲ میاں کی جگہ مجھے ۱۶۵/۵ ۲۰ فلانی کی جگہ وہ بت۔ ضمیمہ: جھکتا سوے داماں ہے گریبان ہمارا، اس مصرع میں نشان زدہ الفاظ۔ اصلی الفاظ اس طرح قلم زد ہیں کہ پڑھے نہیں جاتے۔

کہیں کہیں حاشیہ بھی چڑھایا ہے۔ عموماً خاتمے پر شوق نیموی، درج ہے: ۵/۲۲
"متقدمین بھوکا بدون ن استعمال کرتے تھے مگر متاخرین ن کے ساتھ استعمال کرتے ہیں"
۲۵/۸ متقدمین دَہ بہ فتح بولتے تھے (پڑھا نہیں جاتا) بہ ضم مستعمل ہے" یہ عبارت کاٹ دی گئی ہے۔ اور وہ شعر بھی جس کے متعلق یہ عبارت ہے ۱۶/۲ - "اس قسم کے الفاظ میں جہاں ترکیب فارسی رہتی ہے اگرچہ متاخرین اعلانِ نون نہیں کرتے، بلکہ معیوب جانتے ہیں۔ مگر متقدمین اعلان بھی کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ذوق دہلوی کے کلام میں جا بجا موجود ہے۔"

۱۶/۱۶ لفظِ سیر کو طبقۂ اولیٰ والے مذکر استعمال کرتے تھے"۔ ن میں ۳ مسلم غزلیں اور بہتیری غزلوں کے متعدد اشعار قلم زد ہیں، ایک غزل (قوافی براے، صداے ردیف ہوا) کے مقابل لفظِ خارج، لکھا ہوا ہے۔ یہ غزلیں اور اشعار ضمیمے میں درج ہیں، اور غالباً ان میں زیادہ تر اشعار حضرتِ شوق کے قلم زد یا خارج کیے ہوئے ہیں۔ حضرتِ شوق پر اعتراض فضول ہے، اُن کا نہیں اُن کے عہد کا قصور ہے۔

کتاب کے خاتمے پر کاتب نے حسبِ ذیل عبارت لکھی ہے:-

"تمام شد بہ تاریخ چہار دہم شہر شعبان ۱۲۳۸ھ فصلی، بہ مکان شیخ قمر علی صاحب

بہ محلّہ گولکھ پور من محلات شہر پٹنہ بہ وقت گزشت یک پاس شب تحریر یافت۔

جملہ اوراق ایں کتاب زر نگار یک صد و پنجاہ و یک اندر شمار
غزل کل جوششؔ بہ خطِ منجلی ختم شد از بندۂ سبحاں علی
من نوشتم صرف کردم روزگار من نہ مانم ایں بماند یادگار

من سبحان علی ولد شیخ دھومن ساکن موضع نیمی پرگنۂ غیاث پور ضلع بہار"

کاتب کا حال یادگار وطن میں موجود ہی، سال ولادت ۱۲۲۱ھ اور سال وفات ۱۲۹۶ھ ہی صہ ۲۹ تا ۳۵۔ مرتب کا خیال ہی کہ کاتب نے قصائد کو دیوان سے الگ لکھا تھا۔ اور ۱۵۱ ورق صرف دیوان کی ضخامت بتائی گئی ہی۔ آج کل اس کتاب میں قصائد کو چھوڑ کر، ۱۳۰ ورق ہیں! کاغذ سفید معمولی ہی اور کمزور، متعدد مقامات پر بوسیدہ ہو کر پھٹ گیا ہی، جس کی وجہ سے مصرع ناقص رہ گئے ہیں۔ کیڑوں نے بھی کہیں کہیں اسے خراب کیا ہی۔ خط نستعلیق شکستہ آمیز ہی۔ لیکن نہایت خام، روشنائی پھیکی، اور مسطر ۱۷ سطروں کا ہی۔ کاتب نے مقطعوں کو عموماً دو سطروں میں لکھا ہی، اس لیے زیادہ تر فی صفحہ چودہ پندرہ شعر ہیں۔ کاتب کی غلط نویسی کی کوئی انتہا نہیں، یائے مجہول و یائے معروف، ہائے مخلوط و غیر مخلوط، ک اور گ میں تو فرق کی توقع ہی فضول ہے، لیکن غضب یہ ہی کہ جہاں نقطوں کی ضرورت ہی وہاں نقطے نہیں دیتے اور جہاں ضرورت نہیں وہاں بڑھا دیتے ہیں۔ عربی الفاظ کا املا اکثر غلط ہی، ز کی جگہ عموماً ذ لکھتے ہیں، اور سیکڑوں مقام پر الفاظ چھوڑ دیے ہیں۔ کاتب کی غلط نویسی کا صحیح

اندازہ انھیں اصحاب کو ہو سکتا ہے جن کی نظر سے یہ کتاب گزری ہے۔ اس کا مفصل ذکر حواشی میں ہے۔ بہ طور نمونہ ایک دو شعر ملاحظہ ہوں۔

یہ وہ مطلع ہے خطا ہے کہ ہو جای کتاب ؛ مدے کہ جو پڑے کا عین مک اِسکے نہنگ ص۲۵۱

یہ معجزا ھی کہ شق القمر کیا تو نے ؛ یہ معجزا ھی زمز کان خل لعل دی یار ص۲۴۲

مرتب نے تصحیح کی بہت کوشش کی ہے لیکن بہت سے شعر ایسے رہ گئے جن کی صحت مشتبہ ہے۔ بعض اشعار یا مصرع جن کا غلط رہ جانا یقینی ہے ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:-

ص۳۱ فرنگی زادے نے لے کر خطِ تقدیر پر لکھا ص۳۵ غربت زدوں کی نالہ رکھتا نہ باغ باں۔ ص۵۵ ہیں تکیہ بانکی تری پرواز ہیں گویا ص۵۸ ہوتے دیکھی نہ موافق کسے جب بھنگ سے بھنگ ص۲۳۳ زندی نہیں ہے آشیانہ چغد ص۲۵۴ خدا علیم ہے اس کو یقین الخ ص۲۵۳

جہاں تک کہ واں پیش حسن مجوباں ط کی ترتیب ن سے اور ذیل میں مختلف ہے:

ط میں قصائد کل اصنافِ سخن کے بعد ہیں۔ دو غزلیں ردیف پیالہ، مزہ حرف الف سے حرف ہ میں اور ایک غزل 'دونوں' ردیف حرف واو سے حرف نون میں داخل کی گئی ہے۔ خارج شدہ اور قلم زدہ اشعار الگ سے ضمیمے میں درج ہوئے ہیں۔ اور اسی میں وہ اشعار بھی شامل ہیں جو کاتب ط نے سہواً نقل نہیں کیے۔ مرتب نے غزلوں کے شمار اور عنوانات ذیل اپنی طرف سے بڑھائے ہیں: غزلیات، مخمسات، مثنویات قطعات، قصائد۔ ص۲۲۱ "متفرق اشعار" کی جگہ ن میں عبارتِ ذیل ہے: "تمام شد، دیگر متفرقات بہ تاریخ سیز دہم شہر شعبان ۱۲۳۸ فصلی"

ط میں جہاں نقاط ہیں، وہاں، ن میں مخش الفاظ ہیں، کرم خوردہ ہی یا عبارت پڑھی نہیں جاتی۔ تفصیل حواشی میں دیکھی جائے۔

دیوان مطبوعہ میں مختلف اصنافِ سخن کے جو اشعار ہیں ان کی مجموعی تعداد ۴۳۳۴[1] ہی۔ غزل ۳۲۲۴، متفرق اشعار ۴۰، رباعی ۸۲، مخمس ۹۵، مثنوی ۱۰۵، قطعہ ۴۲، قصیدہ ۲۴۶۰۔ ضمیمے میں جو ۱۵۴ اشعار ہیں وہ اس کے علاوہ ہیں۔

ن کا سالِ کتابت ۱۲۳۳ فصلی مطابق ۱۲۴۷ھ ہی۔ کاتب نے اپنے منقول عنہ کے بارے میں کسی قسم کی اطلاع نہیں دی، اور اگر یہ مان لیا جائے کہ کاتب نے نقل اصل کے مطابق کی ہی تو منقول عنہ کے غیر معتبر ہونے میں کوئی شک باقی نہیں رہتا، اور نہ اس کے بارے میں یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہی کہ جوشش کے کُل کلام پر حاوی تھا۔ شورش نے ۱۱۹۲ھ کے لگ بھگ اشعار کی تعداد تین ہزار بتائی ہی، اور ن کے ضائع شدہ اوراق بھی محسوب کر لیے جائیں تو اشعار پانچ ہزار سے زیادہ نہیں ہوتے۔ اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ جوشش کا انتقال ۱۲۰۰ کی جگہ ۱۲۲۰ھ کے پس و پیش ہوا جب بھی، ابتدا کے ۲۰ برسوں کے اشعار تین ہزار اور آخر کے تیس برسوں کے اشعار دو ہزار ہوتے ہیں، اور یہ اس بنا پر کہ اوائل مشق کے اشعار زیادہ تر دیوان میں داخل نہیں کیے جاتے قرینِ قیاس معلوم نہیں ہوتا۔

---

[1] معیار بانکی پور، مارچ ۱۹۳۶ع میں دیوانِ جوشش پر ایک مضمون چھپا تھا، اس میں تعداد اشعار وغیرہ میں غلطی ہوئی ہی۔ تین مصرع اور انیس شعر جن کی تضمین کی گئی ہی، دوسرے شاعروں کے ہیں۔

رسالۂ قافیہ: اس کا ایک قلمی نسخہ کتب خانۂ مشرقیہ میں ہے جس کا حال اس کتب خانے کی مطبوعہ فہرست میں ہے۔ ایک نقل جو ابھی حال میں لی گئی ہے پیشِ نظر ہے۔ یہ ۲۲ صفحوں پر ہے۔ کسی صفحے میں چودہ کسی میں پندرہ اور کسی میں سولہ سطریں ہیں۔ ابتدا کی تین سطریں یہ ہیں، بعد حمدِ الٰہی و نعت حضرت رسالت پناہی کہ تحریر و تقریر آں نامتناہی ست۔ ایں مختصرے ست مشتمل بر علمِ قوافی کہ بہ پاسِ خاطر میر محمد امین صاحب سلّمہ اللہ تعالیٰ، فقیر حقیر محمد روشن متخلص بہ جوشش از رسائل ہا تالیف نمودہ، قواعداتِ فارسی را بہ چند فصل بیان می نماید" اصل نسخے میں کاتب کا نام نہیں لیکن تاریخ کتابت چہارم رمضان المبارک ۱۲۱۳ فصلی درج ہے۔ رسالے میں کوئی خاص بات نہیں، اور نہ اس کی تالیف جوشش کے لیے باعثِ فخر ہو سکتی ہے۔ مثالیں سب کی سب فارسی سے دی گئی ہیں۔ بیان کہیں کہیں اُلجھا ہوا بھی ہے۔ ممکن ہے کہ کاتب کی غلطی اس کی ذمہ دار ہو۔ دو تین اقتباس بہ طورِ نمونہ ملاحظہ ہوں:

"قدما بر آنند کہ قافیۂ معروف و مجہول را در یک شعر جمع نہ کنند، و متاخرین جائز داشتہ اند، چنانچہ در مطلع شیخ محمد حزیں کہ از شاعرانِ متاخرین ست آوردہ:

"زاں روکہ زد بہ بلبل پرشور پشت دست تا حشر بنگر و گل مغرور پشتِ دستﷺ"

ﷺ اس زمین میں جوشش کی ایک غزل بھی ہے ط ص۱۴۲ حزیں کا کوئی اثر کلامِ جوشش پر ہے یا نہیں، یہ مسئلہ تحقیق کے قابل تھا، لیکن، مرتب کو ادھر توجہ کرنے کا موقع نہ مل سکا۔

ﷺﷺ جوشش کی بعض غزلیں دو دو شعر کی ہیں اور تیرہ شعر سے زیادہ کی کوئی غزل نہیں۔

"باید دانست کہ آوردنِ ردیف در شعر واجب نیست بہ خلافِ قافیہ کہ جزذاتِ شعر ست، و ردیف واجب التکرار ست، تغیراو جائز نیست، مگر وقتے اشارتے بہ تغیراو نمایند .... و ردیف بے کار آوردن عیب ست"

آخر میں جوشش نے شعر کی بارہ قسمیں بتائی ہیں۔ قصیدے کی تعریف یہ کی ہے کہ مطلع ہو اور اشعار کی تعداد سولہ سے کم نہ ہو، غزل تین شعر سے کم اور پندرہ شعر سے زیادہ کی نہیں ہوتی۔ مقررہ چوبیس اوزان کے علاوہ بھی استادوں نے دوسرے اوزان میں رباعیاں کہی ہیں۔

جوشش نے معیار الاشعار کے سوا کسی دوسری کتاب کا حوالہ نہیں دیا۔

زبان اور املا

جوشش کی زبان وہی ہے جو ان کے دہلوی معاصروں کی ہے، بلکہ بعض باتوں میں ان کی زبان ان کے معاصرین کے مقابلے میں ہماری زبان سے قریب تر ہے۔ بہاری اثر دو ایک جگہ نظر آتا ہے۔ ناگن بہ کسر گ ص۱۸۱، لیکن، بہ خوبی ممکن ہے کہ یہاں قلم کی غلطی ہو۔ لفظ خوردک یا خردک ۲۵۰ بہ ظاہر فارسی ہے، لیکن لغات فارسی میں نہیں ملتا، اور نہ اردو کے ان لغات میں ہے جو دہلی اور لکھنؤ میں مرتب ہوئے ہیں۔ یہ ایک باجے کا نام ہے، بہار میں اب تک سنا جاتا ہے۔ ط میں سوا ایک آدھ لفظ کے قدیم املا کی پابندی نہیں کی گئی۔ زبان کی بحث میں ط سے مثال کے لیے صرف صفحات کا حوالہ دیا گیا ہے، اور کہیں کہیں اشعار کا۔ جن عنوانات کے تحت الفاظ بڑی تعداد میں ہیں وہاں

اِس کا لحاظ رکھا گیا ہے کہ اُسی ترتیب سے آئیں جس سے طے ہیں ہیں۔

عربی فارسی: (۱) عربی فقرے دو چار جگہ استعمال ہوئے ہیں لیکن اُن سے جوشش کی عربی دانی کے متعلق کوئی قطعی رائے قائم کرنے میں مدد نہیں ملتی؛ اللہ معک ۲۵۰، لحمی لحمک ۲۵۰، (۲) نامانوس عربی، فارسی الفاظ اور مصطلحات بہت کم ہیں: سیاہ چشم ۹۴ (بے مروّت)، پلشت ۴۶ (مصحفی دیوان پنجم)، الس ۱۴۴/۲۶ (ترکی میں الوس واو غیر ملفوظی کے ساتھ۔ اُردو میں قفس کا ہم قافیہ؛

" دل ساتھ دوانوں کا تو مت چھوڑ جنوں میں کوئی بھی بگاڑے ہے کہیں اپنی الس سے" میرحسن)

بارہ ۲۳۲، ترتیزک ۲۴۴/۴۴ (" ترہ تیزک کہ سبزہ کہ تخمش را بہ ہندی ہالم و چند سور نامند" مؤید الفضلا) سیہم ۲۵/۱۴ حاشیہ (تیر)، چہلتہ ۲۵۱ (یا چلتہ ایک قسم کی زرہ؛

"اطلس ہفت فلک ہو جو عدو کی چلتہ کٹے اِس طرح وہ اُس سے کہ چھری سے جوں پیاز" سودا)

(۳) لفظی و معنوی تصرفات، اور ہندستانیوں کے عربی فارسی مادّوں سے بنائے ہوئے مفردات و مرکّبات ان میں سے کچھ تو غلط العام میں داخل ہیں، لیکن بعض کے متعلق یہ توجیہ نہیں کی جا سکتی، چار چشمی ۲۰ (غالباً ہندستانی محاورے سے ماخوذ)، قسمی ۳۶ (بہ ظاہر قسم کھانے والا)، خود رفتہ ۲۱، گدازگی ۳۹، سخنگی ۸۰، باغ و بہار ۱۵۹ (سودا و مصحفی)، موثر ۸۷ و ۱۶۰ و ۱۹۳ (مؤثّر)، خطرہ ۲۳۲ (خطر)، نقش کالحجر ۱۷۲ (عربی میں کالنقش فی الحجر۔ سودا، نثار، ظفر؛ "تجھ پر یہ قتل ہے جو مرا نقش کالحجر" سودا مخمّس)، رذالوں ۴۷ (املا ذیاز؟)، امیدِ توقع ۴۱۸، چشمِ توقع ۴۴۲ (اوباش شاگردِ مصحفی کے یہاں "چشمِ امید" ملتا ہے۔

تذکرۂ ہندی) (۴) فارسی کی تقلید میں فعل وغیرہ کی صفت اس طرح لاتے ہیں کہ حروف ربط وغیرہ کی ضرورت نہیں رہتی: تخ نہ بولا ۹۴۔ گرم مت مل ۷۰، ہستی بے رنگ وسیع ہی ۴۷۔ بیہدہ آغاز نہ کر ۵۶، سرسری گزر ۱۷۶ (۵) فارسی حروفِ جار و ربط وغیرہ کا استعمال اتنی بے اعتدالی کے ساتھ نہیں جتنا سودا کے یہاں ہی: بہ دل ۵، بر سرِ جنگ ۴۳، در جواب ۹۳۔ تا منتہائے صبح ۴۰۔ زبس ۱۵۔ برائے قاصد ۲۵، برائے شغل ۰۔ بر تقدیر، بہ انداز چراغ، با فراغ ۸۸، ازبس کہ سرتا بہ قدم ۱۰۰، بہ سانِ مضموں، بہ از قصیدہ ۹۴۱، در پئے آزار، بہ جوش وخروش ۱۷۰، جیب سے لے تا بہ داماں ۱۷۴، تا بہ سحر ۱۰۵، بہ ایں عنوان ۲۰۸، تا کے، تا بہ کے۔ بہرِ تعظیم ۲۱۱، تا بہ چوکھٹ ۲۳۲، بیش از اُس کے ۲۵۱ (۶) فارسی کی تقلید میں علامتِ اضافت (کی، کا) کو حذف کر دیتے ہیں، یا از۔ را وغیرہ کا روزمرۂ اُردو کے خلاف لفظی ترجمہ کرتے ہیں: اگر اوج آرزو ہی ۲۰۴، ۱۳۱/۱ (۷) فارسی مصادر اپنی اصلی شکل میں کہیں نہیں ملتے، اضافہ یا کے ساتھ جیسے گردن زدنی اور آمدنی ۱۶۰ البتہ پائے جاتے ہیں (۸) الف ندا صرف لفظ ساقی اور شاہ (یا شہ) کے ساتھ ملتا ہی ۳۲/۲، ۲۴۲، ۲۴۸ وضمیمہ (۹) حرف ندا 'اے' کو کہیں کہیں آج کل کے استعمال کے خلاف حذف کر دیا ہی: ۱۶/۱۳۱، ۴۷/۲۵ 'وے' بھی ملتا ہی (۹) یائے تانیث ہندستانی، عربی فارسی الفاظ کے ساتھ: زری ۴۷، جدی ۷۵، ناکاری ۲۳۹ (۱۰) عربی فارسی اور ہندستانی الفاظ کی ترکیب: دیوانہ پن ۵۴، جگر جلا ۱۶۳، دل جلی ۲۰۷، دل جلے ۶۸، اک بیچا ۱۷۳، گھر بہ گھر ۴۳، حسرت بھری ۸۰، چورنگ ۱۵۰، سب بے ڈھنگ ۵، بے لاگ ۱۱۹، پائو بندی و بے پیر ضمیمہ

(۱۱) عربی فارسی الفاظ سے مصادر: بخشنا، بخشنا، شرمانا، گزرنا، درگزرنا، بدلنا، خریدنا، ترکنا، آزمانا، فرمانا، رنگنا۔ نرمانا ۵۷ (۱۲) فارسی محاوروں اور روزمرّوں کا ترجمہ: کوس لمن الملک مارنا ۳۲، برہم کھانا ۵۷، جنگ میں لانا ۸، بہ چنگ آوردن جو بہ دست آوردن کا ہم معنی ہے، جنبش میں لانا ۱۰۳، برسرِ جنگ آنا ۴۳، رختِ سفر باندھنا ۲۰۵، بہ سر آنا ۱۰۱ (۱۳) فارسی عربی کے دو لفظوں کو جو ہم معنی یا قریب المعنی ہیں، یا ایک ہی مادّے سے نکلے ہیں، ایک ساتھ استعمال کرتے ہیں بغیر اس کے کہ معنی میں کچھ اضافہ ہو: تن بدن ۲۴، 'بدن' ہندستانی لفظ بھی ہے، طول وطویل ۱۶۲، منت آرزو ۲۲۰، نیست نابود، حس وحواس ۱۷۸ (۱۴) فارسی اور ہندستانی الفاظ کو بھی اس طرح استعمال کرتے ہیں: بوباس ۱۰۸، درد دکھ ۱۶۱، خاک بھس ۱۵۵ (۱۵) واوِ عطف: جملوں کو ملاتا ہے: ۴۳/۴۲، ۲۵۶/۱۸، ٹھیٹ ہندستانی لفظوں کو ہندستانی اور فارسی لفظوں سے ملاتا ہے ۲۸/۲۶، ۲۳۹/۲۹۶،۲۷ عطف کی صورت میں بھی ہائے مختفی کو 'ے' سے بدل دیتے ہیں: آبِ روانے ۲۲/۲۶ فارسی اور ہندستانی لفظوں کو حرفِ عطف کے بغیر ملا دیتے ہیں: بوباس، درد دکھ، تن من ۲۵۵، آمد رفت ۱۹، نیست نابود ۱۴۳، دل جگر ۲۰۲، منت آرزو، روزمرّے کے خلاف واوِ عطف: طول وطویل، دم وہوش ۲۶۱، ۲۰۵ وضمیمہ رجان نے دم ہوش اور میر نے دم اور ہوش لکھا ہے۔

گیا رو بہ رو اس کے آئینہ کیوں　　کہ بے ہوشی اس کا دم اور ہوش ہے

حالتِ عطف میں جہاں چاہیے اعلانِ ن نہیں کرتے اور جہاں نہیں چاہیے کرتے ہیں: شیریں و فرہاد ۳۷، مجنوں و فرہاد ۲۱۴، بے سروسامان ۱۶، درود ربان ۱۱۰، (۱۶) یائے زائد:

انکساری ۲۲۴، یادگاری ۲۱۰،۷۰)، تراکیب کی وہ ندرت جو غالب و مومن کے یہاں ہے جوشش کے یہاں نہیں پائی جاتی؛ تاہم بعض تراکیب قابل توجہ ہیں، الفتنۂ ایام، چرخِ فتنہ سرانجام، اقلیم آرزو، پاسِ سعیِ کاہل ۱۲۳، وضعِ لااُبالی ۲۰۴،(۸)، بعض تراکیب قطعاً غلط ہیں اور بعض کی صحت مشتبہ: خواہش بے دردِ سری ۱۶۷، دردِ سرِ عشق ۱۷۸، خوشیٔ دل ۳۰، سرِ دردِ دنیا ۲۰۸، تاثیر ریز ۱۶۹، (فارسی میں غیر مسموع۔ "ہیں ہمارے شعر پُر تاثیر ریز" سودا مثنوی ہجو رتی ۱۷۸)، منکرِ پاک ۱۸۴، سرسائی ۲۳۰ (۹)، اضافت: ہندستانی الفاظ کے ساتھ: مثل چکور ۶۵، پیراہن ململ ۲۰۵، ایسے الفاظ کے ساتھ جن میں اہلِ ہند نے تصرف کیا ہے: خطرۂ آسمان، مضاف الیہ کا اعلانِ ببر گلستان ۱۱۶، حالتِ اضافت میں مختفی ہ کا ے سے بدلنا: سینۂ پُر کینے ۲۱۷، ی پر تشدید خوشیِّ دل ۳۰، مرکبات اضافی میں مضاف الیہ پری کا اضافہ گردش ایامی ۲۳۰، بارش نیسانی ۱۴۱، قفلِ ابجدی ۲۰۹ مضاف الیہ کے بعد فعل اور حرف نفی: اس کے بعد مضاف کی تکرار کے بغیر مضاف الیہ: "نے خواہش عیش ہے نہ عشرت دل میں" ۲۲۶۔ دو لفظوں کے درمیان ہندستانی حرف عطف "اور" ہو جب بھی یہ دونوں مل کر مضاف ہو سکتے ہیں: نام اور نشان قلعہ ۲۲۴؛ اب یہ جائز نہیں۔ جہاں میں یا کی، کا وغیرہ چاہیے وہاں بھی اضافت سے کام لیتے ہیں: "ہیں دولت ہجوری منہ زرد و سپید آنکھیں" ۸۱، دست اندازِ چراغ ۷۷، پس و پیشِ امتحاں ۱۰۰۔

ذیل میں فارسی اور عربی مفردات و مرکبات اکٹھا کر دیے گئے ہیں: نخل (درخت)

خوش فعلیاں ، یارجانی ، سجدہ ہزار عالم ، پُر بے نمک ۴۲ حاشیہ (سودا ، میر و قائم :
پُرسے قرار ہر ہوس سوختن ہنوز" قائم) شگوفہ اور غنچہ (مختلف المعنی) ، خسرو حسن چہرہ ۱۱
(اصطلاح) ، قلاش ، خواب سنگیں ، براق ، جگر ۹۱/۴۲ حاشیہ (پیارا) ، تدعی (دشمن) ، شیریں کار (۲)
قرار (اقرار) پیا سے ، فن (عیاری) حسن عالم گیر ، کاہیدگی ، دل خواہ ۴۲ ، چشم تر (بے اضافت) ،
تحفہ ہم نشیں ، بد بلا ، کمانِ ابرو ، خط آزادگی ، عشقِ خرد دشمن ، دست قدرت ، ظرف
(ظرف داری) ، چشم خوں گریہ ، گریبانِ تعلق ، مستجاب ، دلو ، لعل لب (بے اضافت) ،
بے طرح ، بہار دست ، بہ حد ۴۲ ، تکرار (جھگڑا) عقل کامل ، گنہ گاری ۵۴ ، (سودا :
"شہید رسم ملک عشق ہوں سودا کہ لیتے ہیں جہاں جرم نگہ پر نقد جان و دل گنہ گاری")
عمان و محیط (سمندر) ، آستیں طلب ، برگزیدۂ ناشنا (تصحیح املا) ، آسا ، منتہا علی الدوام ،
پر بند ، خط شعاعی ، گلابی ، ۵۰ ، زر خرید ، بے نظر ، پامال حیرت ، کمر بند ، سر بند ، آہ سحر گاہی ،
بد حظ ، حسن صندلی ، بادشاہی ، قناعت پیشہ ، خانہ خدا (بے اضافت) ، زہد ریا ،
کاروبار دنیوی ، انتشار عمر ، دار و مدار ۶۴ (گر کے دار و مدار اور اخلاص حسن) مامن ،
بے جگر ، فی الحقیقت ، ہم پیکر ، ادنیٰ تصرف ، صدر نشیں ، اولیٰ ، عرصہ نشۂ جنگ ۴ ، ،
فرق (سر) ، شرق چراغ ؟ داغ بر بالائے داغ ، اوستاد (تصحیح) انگشت اشارت ، بینی ،
شوق ۸۲/۴۲ ، ۱۵/۱۴ مسلّم (سالم) ، دُرِ نجف ، زہے عز و شرف ، رہ آورد ۸۹ ، دست کشادہ کار دل ،
(بہ ضم ہا صحیح) بادشا ، ساعی ، خدمت شریف ۹۹ ، مانا ، بہ سان مضمون ، خجلت دہ ،
ابنائے زماں ، سر رشتہ ۱۰۳ ، انفصال ۱۰۸ (فیصل) قرط ، اندک و بسیار ، عقوبت ، دل شدگاں ،

قصہ وار ۱۱۶، خوش خمی، آزردہ جاں۔ آب داری، گداز عشق (گداختۂ عشق)، حکمت ۱۲۱، نارِ خصومت، دوتر دوڑ، خانہ پرداز، کوزہ پشت، جگر لخت لخت، وضع کرخت ۱۴۰، رنگیں لباس، میر سامان ازل، بے صرفہ، بود و نابود، عمر جلد رَو، یار شاطر، ذی نرگس، خامس، سادس، عذر لنگ ۱۵۰، مہوّس، رنگت، بحر بے کرانہ، عمر جاودانہ، مزیدار ۱۵۲، شیر بیشۂ خشکی طالع، بدقماش، گلاب پاش، جزاک اللہ، آہنیں دل، چوب دار، سالوسی، محقق، مغربی، جنوبی، حبشی، ہندی (تلوار کی چار قسمیں) خروج، گدا پیشہ، منشیِ قضا، حیلہ اور حوالہ، کلمۂ اخراں، ذات احد، عدیل، سبیل $\frac{163}{2}$ نشت (قافیوں کی) فلانی ۱۶۵ (فارسی بے قید دوش، سودا، سوز، قائم، مصحفی :-

"یہ تیرا حال کیا ہے اے فلانی نہ تو نے قدر حسن اپنے کی جانی" مثنوی سودا)

زشتی، دیدہ وری، آب آشک $\frac{169}{2}$ حاشیہ۔ طوفاں بہ جوش، کاہن، ممد و معاون، متروک جگر، مردود، بیہدوں، ذکر اُدہ: جھر ۱۸۵، بلد، کحکول، مقابلت ۱۹۲، شہ نشیں، دوربیں، بے تحاشا، وحدت سرا، طرح دار (غالباً ۵)، ماحضر، بالفرض، خراب آباد، حسود، انگشت دخل، بادِ پیمائی ۲۰۲، رزّاق، واجب التعزیر ۲۰۶، خوش تقریر، مستور، مظفر و منصور، دریافت، (تحقیق) چشم پوشی، ہر کدام (چمن یہ پھول رہا ہے کدام موسم کا" سودا)، دار باس ۲۱۶ (سودا)، خوش مقال، حسن تیاری (ت اور ط دونوں سے صحیح) حسنِ بازاری، منطقی، صوت و صدا، پاس انفاس، یک ذات، زبونی، خرقۂ پشمینہ، علی الاتصال، بلاشبہ و شک، خط بیزاری، آخ، استفادہ، زندگی راعشق ست، بے طمعی، بے غرضی،

فرضی، کریمی، چاشت ۲۲۸، مباح، دہقانی، مشخت، عرصہ ۲۳۲، قدر قلیل، چسپیدہ، ذیل (داخل)
رنگ محل ، بیت الخلا، زقوم (بے تشدید)، اثر (نشان)، بعضے، جعفری، تقیید (تاکید)
افیم وافیمی، سفرہ ۲۳۷/۲، شعر و شاعری، خوان الوان، کل بیخ، سبعہ سیارہ (سیارہ ہونا چاہیے)
دوائر، کلیم کلام، علم لدنی، آثار، نہ دشوار، ناتواں ہیں، تلون طبعی، استقلال ۲۴۴/۲۸، اہمال
دال، محل، دو دلہ، قال و مقال، متلاشی، زائچ، حرکات و سکنات، کل بروج اور
سیاروں کے نام، فی الحال، حلال، مستولی، اوتاد، ابدال، حکما، علما، فضلا، ضربت
ید اللہی، اشکال، گوش مال ۲۴۹ دکان ملنے والا، سبزک (نیل کنٹھ) مدرک، خطابیہ،
سخن رس، کنجلک ۲۵۱/۲، محدب، مقعر، ہوش نیوش، لباس فاخرہ، خشن ۲۵۳ (صحیح
بہ کسرش۔ عیب اقوا بھی ممکن ہے)، مشفق من، سہواً، سہم گیں، احسن، علیم، خلا، ملا، کودن،
مخنن ۲۵۴ (عربی میں نہیں آیا)، جناب کرامت مآب، قبلۂ من، سرسوزن، بانع، زلہ خوار،
صحنک، روسپید، غرش، ضمیمہ، زنگولہ، حسرت کدہ، دریچہ، معنی بیگانہ، مختار کار، قابل دیدار
(جو دیکھ سکے)، قلم تراش، تو دۂ طوفاں۔ گاہے چنیں گاہے چناں، جتے ۲۵۹، نایاب ۲۲۵ (ناپید)

ٹھیٹ ہندستانی مفردات و مرکبات : بول چال میں جو ٹھیٹ ہندوستانی الفاظ ہیں ان کے علاوہ جوشش کے یہاں ایسے الفاظ کا کوئی بڑا ذخیرہ نہیں: اپنے آپ ۱۳، نرا، سچ، اچھا ۱۹، چکنا چور، بنا بنایا، اٹکھیلی، لکھا (لکھا تقدیر)، گاہک، ویسے ہی ۲۸، جوں کے توں، نٹ کھٹ، باؤلا، چنگ، گھڑی گھڑی، جھڑی، سا ۵۹ (سلیمان سا ہوا یہاں مور" اس طرح کم استعمال ہوتا ہے)، پنکھڑی، ڈھیری، ماتھا، چاند ۷۷، (زیور) کا سا ۸۴/۱،

انگ، جب بھنگ ۵۴ (غالباً یہ مرکب ہے جس کا دوسرا جز بھنگ معلوم ہوتا ہے۔ معنی کا پتا نہیں۔ سودا کے اس شعر میں ممکن ہے کہ یہی ہو:

نہ دے دل آتشیں رخسار پر سودا تو اب کیونکر وہ شعلہ دیکھ کر میں ہو گیا چت بنگ آتش کا)

ڈھولک، موں، ہوں ہوں ۱۰۱، جب نہ تب، لپکا ۱۰۴، اپنا کیا ۱۰۸، مسیں، کلیجا ۱۱۲، مار مار، دیپک راگ، نگرا، پہلے ہی پہل، مجھولے، ساون، لگور ۱۲۶، شور بورا بے کلی، (ویاکل سے ہے یا بے + کل + ی ؟)، کھڑا، گھات، کٹھن، ہشت، ۱۴۵، لٹ پٹی، جھمک، ھمس ۱۵۵، ہم جیسے ۱۵۷، بالا، برچھی، بھالا، تو، ٹھور نہ ٹھکانا ۱۶۵، چٹکی، پتھراؤ، بھیٹا، سچ، ہم سے ۱۷۶/۱۲، گھر کے بھیدی ۱۸۱، بہتایت ۱۸۳ و ۲۳۰، بہتات، یکا بھوڑا، اوجڑ ۱۹۲، جھومکا (جھمکا)، اکتاہٹ، لپٹ، بھر عمر، ہونٹوں کی دھڑی، چوکھٹ، کواڑ، منڈیر، چھپّر، گھاس، آس پاس، دیا سلائی، بتّی ۲۳۴، کوٹھری، ست، کھنڈھر ۲۳۵ (آج کل کھنڈر بہ وزن قمر۔ دریائے لطافت طبع مرشد آباد سے ایک اور شکل کا پتا ملتا ہے)، ہاڑ، کیٹلوں، جھاڑ، پلّے پلّے، پلّا، بلّا، پچکاری، ڈھال، ابرا ابرک، تار، رنّال، باورا (باولا)، کنچنی، ڈومنی، راج پاتر، بھانڈ، بھگتی، دھلینڈی، بھڑوا، کتوالی ۲۴۴، پکھال، اگیا بیتال، کنگال، اوچھی، سہج، ندھڑک، حسن کی ناک، بھچک، لنڈ منڈ، اچپلاہٹ، کتن ۲۵۵/۳۲ حاشیہ۔ ہٹیا، اب ہے ۲۶۰۔ ان موں ۱۵۷، بستی ۲۰۵، لونڈی ۲۳۸

محاورات، روزمرے، مصادر: فارسی محاوروں کے ترجمے بھی اسی عنوان کے تحت جمع کر دیے گئے ہیں۔ محاورے میں تصرف کا اختیار نہیں، لیکن زمانۂ سابق میں

یہ دستور تھا کہ ہندستانی لفظ کی جگہ اس کا فارسی مرادف بھی استعمال کرتے تھے۔ جوشش کے یہاں بھی اس کی مثالیں ملیں گی: سرکنا، بھانا ۳، پھونکنا (ن پھوکنا)، منصف بدنا، گالیاں کھلانا ۹، پتھرانا، بونا، مُنڈنا، دیکھا بھالا، دل اٹکنا ۲۵، چھکانا، سلوانا ۳۲، کھلانا، رعد کا کڑکنا ۳۶، بلکانا، اُچھلنا ۳۹، ترقی چاہنا، کان دھر سننا ۴۰؛ انگاروں پر لوٹنا، بادشاہی پر کب تھوکتے ہیں ۵۶، چورنگ کاٹنا، پھول جھڑنا، تلوار جڑنا، اٹکنا ۶۴/۶۲، ہونٹ چاٹنا، پھبنا، جی دھڑکنا ۷۱، جلنا بجھنا، دھجیاں اڑانا، کسی کو پہنچنا، ہاتھ پاؤں کو توڑنا، دُور کھینچنا، چراغ لے کر ڈھونڈنا ۸۸، رگڑنا ۸۷، جھکنا، کسی پر دل دوڑنا، لہو کے آنسو رونا، ملوانا، کسی سے سمجھنا ۹۹، کہاتا، گھونٹنا، بسیجنا ۱۰۲، جلا بلا، جلے دل کے پھپھولے پھوڑنا، کام فرمانا ۱۰۶، دیکھنا ۱۰۹/۳۴ و ۱۳۷/۲ ہنستا ۱۳۸/۹ (ن اہنا ہسنا)، ٹھہرنا ۱۱۲/۲۰، بھولے بھٹکے، اکتاتا، چھتا ۱۱۵، سر منڈواتا (غالباً قلندرانہ وضع اختیار کرنا) ابھرنا ۱۱۸، چوانا، لہرانا، شیشے میں اتارنا، ڈوبانا، جی دوڑانا ۱۲۳، سودا بننا، ماپنا (ن الماناپنا) دل کو ٹٹولنا، رولنا، ۱۲۵ اور ۲۰۸، جھمکنا، ناموس کی باتیں ڈبونا، نبھنا، سر پیٹنا، سمجھنا اور بوجھنا ۱۳۰، آگ میں کودنا، جانے پہچانے، فسوں پھونکنا ۱۳۵، چار آئینہ سجنا، بٹھلانا، کٹوانا، ڈھانا ۶۶ و ۱۳۹ (ن میں ایک جگہ ڈھا ہنا ہی) آسیب پہنچانا، مسننا ۱۴۱، لوہو آنکھوں میں اترنا، آنکھیں جھپکنا، بیٹھنا ۱۴۸/۲۸، جی چلانا، مزہ لوٹنا، سنوانا ۱۵۲، اچٹنا ۱۵۵، کٹنا ۱۵۹، اترمانا، لٹنا، پاؤں بہنا، ہوش سنبھالنا، خوان چننا ۱۷۱، جھپکنا، ہانکنا، شدت سے ہنسنا، بھبھوکے نکلنا، پسنا ۱۷۸، انگل چٹکنا، آنکھ پھڑکنا ۱۸۰، دشمن بغل میں پالنا، غزل لڑانا ۱۸۵،

سنہ ۱۲۱۸/

ریلے میں بہنا ۱۸۶، طوفان مچانا، ہاتھ جھاڑنا: انکھڑیاں لڑانا ۱۹۶، باتیں بننا، سدگانا،
جی چھپانا ۲۰۱، براجنا، دھرنا، دل کو ٹٹولنا ۲۰۰، اٹھتے بیٹھتے ۲۱۱، بھولنا ۲۱۱/۴، زبان کو
سنبھالنا، ٹھہرانا ۴۲/۴، نظر گزرنا ۲۱۵، ترنا۔ نور کے بکے اڑنا ۲۲۳، کرنا (مجھے کراتا ہے گناہ،
یا مجھ سے الخ ۹)، مسند بچھانا: چھیڑنا، خیال پلاؤ پکانا ۲۲۶، (اب خیالی۔ مصحفی نے
خیال لکھا ہے) چمنا، چھیکنا، نستا کھولنا، بہکنا ۲۲۷، لاگا ۲۳۸ (صرف ایک جگہ)،
پیہرنا (سودا)، گت ناچنا، ہولی کھیلانا۔ نام سے کانپنا، کھینچ منگانا، کنجلک مٹانا، برا تاکنا ۲۵۸،
خبر منگوانا ۱، اپھرنا۔ بوجھ لادنا۔ **آنا:** سامنے ۲، آہنگ، منہ پر ۲۰، سوا نیزے پر آفتاب ۲،
برسر حساب پیچ و تاب، خواب ۲۷، برسر جنگ، درمیان ۵۳ و ۲۰۷، دہن میں آب بھر،
خوش، زبان پر، آڑے ۵۹، سان پر، مزاج کسی بات پر ۶۷، مزاج کسی طرف،
بتنگ ۹۳، ترنگ ۱۰۳، حرف ۱۳۶، مجرے کو ۱۴۷، رہ رہ یہی آتی ہے ۱۵۵ (رہ رہ کر
یہی دھیان آتا ہے۔ شاد عظیم آبادی نے بھی آنا کو اس طرح استعمال کیا ہے)، خاطر میں ۱۸۶،
پانی تا کمر، چھاتی بھر۔ تقریب ۲۱۱، عرق، اپنا سا منہ لیے پھر ۲۲۸، جلوے پر، بیان میں،
بر نہ ۲۶۰، منہ میں پانی بھر بھر۔ **اٹھانا:** دل ۶۰، فیض ۶۷، جھکولے ۱۲۵، منت ۲۰۷،
باندھنا یا بندھنا: گرہ ۴۳، کمر کھینچ کر ۵۳، تار ۱۶۸، سامان، نیت ۱۸۲، نظر ۲۰۸،
گانٹھ، باندھنا ۲۰۵/۳۲، دھیان ۲۱۹، عہد، مضمون، دھن بندھ ۲۶۰، **بسنا:** جی ۱۱۳، پھولوں سے ۲۰۵،
بادل، کاجل، **بولنا:** بے ربط ۴۷، بھڑک ۱۷۱، رات کا ۲۱۰۔ **بھرنا:** کسی کے آگے پانی ۱۹۶،
کان ۱۷۱، دم سرد۔ **بیٹھنا:** بھول بھول ۱۱۲، بیٹھنا ۳۹/۶، ۱۴۸/۲۸، پردے ۱۹۳/۱۰،

اٹھتے بیٹھتے ۲۱۱، سنبھل کر ۲۱۸، بہل کر، اُس کر، بیٹھنا ۲۵۱/۱۴، ۲۵۵/۶ **پانا**: اشتہار ۲۷، بار ۱۴۷،
التیام ۱۸۷، شبہ ۲۳۳ **پڑنا**: شور ۸، زوال میں، پھیکا ۲۳، پاتال سے باہر ۲۷،
ششدر ہیں، فکریں ۱۱۶؛ درد سر میں، چین، پھپھولے ۱۸۲/۴۴، پردے، غار ،
شبہے میں ۲۴۳، پاؤں، بھنک کان میں، آن ۲۵۴ **پڑھنا**: سبق ۳۱، توتے کی طرح کلمہ ۲۲۴،
پکڑنا: رنگ ۸۷، قرار ۱۰۳، **پھینکنا**: نگاہ ۳۵، کلہ، ۵ برسر ہوا ۱۴۳ **پھرنا**: پڑا ۱۰۲، آنکھوں میں ۴۲،
بالا بالا، کان پر جوں نہ ۵۸، نزدیک ۸۸، ہوا ۱۱۶، سر ۱۴۲، گھیر ۱۴۷، چتر ۱۲۳۱،
ٹوٹنا: کسی سے دل ۱۸، تارا ۳۵، نشہ، غرور، عالم، ہجوم کرنا، تار ۱۶، ۲۱، **نیند جانا**:
جی سے اتر، ہو ۱۳/۱۹، رہ ۱۴/۱۰، آ ۱۴/۲۲، ۱۵/۸، ۱۵/۱۰، گزر ۱۵/۶، و ۲۵۸/۱۰، ڈوب ۷۴، ادا ہو ۵۴،
(مرجانا)، ہو ۶۹/۲۹ (مرجانا)، ہے ۸۲/۱۲، ۲۱۸/۳ (فاسیت)، گولے، ڈھل ۹۱، رل، آنسو پی،
آنکھیں ۱۲۰/۴۳، وجد میں آ ۱۲۹، ٹل ۱۴۴، گھر بیٹھ، زلفوں کا جمع ہو ۱۷۵، قلعی ادھڑ ۱۸۲،
بنٹر، یاد پڑ، لغزش میں آ ۲۰۰، کام آخر ہو ۲۱۰، بات کہنے کو رہ ۲۲۴، پلک لگ ۲۴۸،
سبقت لے، کٹ ۲۵۹ **چلنا**: کچھ نہیں چلتا ۵۵، لگ ۵۵، ترے چلتے ۹۵،
زیاں ۱۹۶، سنا **چڑھنا**: نظروں پر ۵۹، آنکھ پر ۹۶ **چھوٹنا**: چھوٹتے ۱۳، ہاتھ ۱۹۶،
فوارہ ضیمہ **چھوڑنا**: گردنہ باقی ۸۹، ملا ۹۳، دنبال نہ ۲۴۵، **دینا**: تاب ۲، پیش کش؛
اُڑا ۲۶، ہوا لگنے نہ ۵۰، زنجیر ۶۲، امان، ربط ۴۷، تعلیم، تکلیف آہ ۹۰، دھونی در پر ۹۷، ترغیب،
سنکار ۱۱۱، بات مار، جی ہار، داد، بھور کر ۱۲۶، زیب ۱۳۷، جان ۱۴۴/۳۴، جولاں ۱۶۸،
مُہر ۱۸۶، رخصت ۱۹۴، اُڑا (خرچ کر دینا)، حساب، راہ ۲۲۶/۲۰، فشار ۲۳۹، تار (تال)،

سامنا چھوڑ ۲۴۴، دستک ؛ دکھائی ، رایگاں ۲۶۱ ؛ **دکھانا دکھلانا:** مزہ ۵، طمع ۷۵،
رنگ، بازار ۱۰۷، روئے محک ۲۴۸ **دیکھنا:** اپنے گریبان میں سر ڈال کر ۴ ،
بھر نظر ۱۳، آنکھ بھر ۴۴، منہ ۹۸، ۱۰۹/۳۴، اپنی طرف ۱۶۱، دامن ۱۹۳، قدم چشم کم سے ۲۰۸
ڈالنا: ہاتھ ۳۲، دھوم ۹۵، شور ۱۲۶/۲۴ حاشیہ **رکھنا:** دور دور کا خیال ، نوک زباں
فخر ۶، کمیت ۲۳، چشم ۵۱ (امید) چاشنی (ذوق)، کان ۵۸ و ۶۳، کسی کے آگے نمک ۸۵،
تحفگی، تیغ سنگ پر، چشم ۱۵۰ (بصیرت)، سر رشتہ نگاہ کو نگاہ، راہ، گواد، چاہ ۱۵۶،
خدا پر نگاہ، انگشت دخل ۲۰۳، عینک ناک پر ۲۴۸، عکس ۲۵۲ **رہنا:** دست
وگریباں ۱۹، دل لوٹتا رہا ۵۶، تا زاں ۶/۲۲، تُل ۹۱، پرے، اٹھا ۱۱۲، ستا، کس ملک
میں رہتے ہیں، نگہ (محفوظ)، چشم دوختہ ۱۴۱، حرکتیں یا صحبتیں ۱۷۸/۳۰ حاشیہ، پاسے
اعتراض میں؛ اپنے جس حال میں ہو خوش رہ، دبک ۲۴۸، کسی کے نام کی سمرن **کرنا:**
مذکور، نگہ ۸ ؛ زنجیر، سر کو قدم، نگہ داشت ۱۱/۳، یار ۱۵ ؛ قرار، طوفان، کسی کی طرف کان،
نقش دل ۲۸، مددگاری، دید ۳۵ (کرلیں گے دید کوئی گلستان دوسرا) ۱۰۷، (گلزار کو
جوہر و شاں وید کر چلے)، گھونٹ ۳۸/۴، تسید، دریا کوزے میں، تکرار (جھگڑا)، شنا،
دھجیاں، نظربند ۵۱؛ آشنا، ساز، باز. ناز، بے ادائی، سودا؛ دردسر، نظر،
نظر انداز (ذلیل)، سیر ۶۲ (اک عمر کیا سیر مرقع کو جہاں کے) ۱۴۷، (سیر ٹک تم مثنوی
کا دفتر سادس کرو) طغیان، تماشا ۷، (دیکھنا)، ربط ۴، منت کشی ؛ تصدیع، سازش،
(سازش)، طرف (طرف داری)، رو ۱۰۰، شادی و غم ۱۲۶؛ نیاز، گداز، زندگی ؛ دفع خمار،

قدم رنجہ، خو ۱۰۵، صحبت گرم، گدائی، امداد ۱۱۸ (عطا)؛ ردوبدل (بحث، انشا، ۱۲۲،
کتاب ۱۲۳، صدقے کیے تھے ۱۲۶، ہجوم ۱۳۱، مقرر ۱۳۸ (جنتا) مصرع ۱۴۷،
پھیرے، دس میں بیٹھ کر اپنا فخر ۱۴۸، فرش، پہلوتہی، زلیست، تعبیر، دل کر کے
۱۶۲/۱۲ ک، شرح و بیان، آشتی، نقل مکان ۱۸۰، خاطر پر گرانی ۱۸۲، سیدھا، اظہار ۱۸۹،
کرے ۱۹۴ (بناے)، دیوانہ پن، دخل (اعتراض)، پیغام، انعام، سرانجام،
میہمانی، کیش، مردار ۲۰۴، ٹکڑے ۲۰۶، دل خالی، قسمت میں، کسی امر سے سخن،
خطرہ، جوش و خروش ۲۳۶، طول، بوس و کنار ۲۳۹، نقل، قسمت ۲۴۳، دست و پا گم،
خیال ۲۴۷/۲ بیخیال، ارشاد، کرامت ۲۵۲ (عطا)، معاینہ، کلول، ناز و ادا، کھینچنا:
شر، نظر، رنج، منّت ۱۱، صورت، کمان ۵۴، آزار، سر ۱۷، الف ۸۰ چلنے
۱۳۲، ہاتھ ۱۷۴، کہنا: ہفت و ہشت ۱۴۵، حرف ۲۱۴، پکارے ہوئے ۲۶۲، کھانا:
تازیانہ، تاب ۲۷، گل ۹۱، بل ۱۳۲، ہوا ضمیمہ لانا: فریاد میں ۱۴، منہ پر ۵۰،
زیر پا، خاطر میں ۱۳۱، زبان پر ۲۰۱، کہنا دل میں نہ ۲۲۶ لگانا: منہ ۸، شیشہ منہ سے
۳۶۔ لگنا: بری لگنے ۱۴، ۲۲/۱۳ و ۹۶/۱۲ و ۲۵۹/۵، تاک ۸۳، پیوند ۱۲۲، منہ ۱۶۴،
زبان تالو سے نہ، ۱۵۵/۵ حاشیہ، آنکھ ۱۶۸، خوش ۱۸۱، جی نہ، چپکی ۲۱۰، جی، پلک سے
پلک نہ ۲۴۲، اپنا منہ دیکھنے ۲۶۵ لینا: باج ۱۰، دم ۲۸، قدم، سلام، بیشہ ۳۸،
منہ پر نقاب ۵۷، سراغ ۸۷، دام، مرا کیا لے ۱۰۲، لڑا ۱۸۵ (مقابلہ) ہول ۱۹۰، باگ کو
لیے ۲۰۷، راہ ۱۵، خبر، آسن ۲۵۵ مارنا: دم نہ ۲، دسے، سر دے دسے ۲۸، بان،

جوش ۵۴، موج، چشمک ۸۵، لاف، دم نہ ۹۸، دھاڑ مار کر رونا، دامن ۱۳۶، لات،
پشت پا، مارنا $\frac{۳۵}{۸}$ و $\frac{۳۶}{۲۲}$ (قتل کرنا، بغیر کو، علامت مفعولی) بولیاں ۱۴۸، ٹھٹے،
غوطہ ۲۴۸، پلک، مانگنا: پانی نہ ۱۴، پناہ ۱۲۹، داد ۱۴۳، رخصت ۱۹۷، مناجات ۲۰۶،
ماننا: لوہا ۴، برا ۴۳، مَلنا: کسی کے ہونٹ ۱۶، دست تاسف ۹۹، مِلنا: بار ۱۴۹،
گلے گلے ۴۰۰، بلنا $\frac{۱۶۸}{۲۱}$ (مشابہ ہونا) نکالنا: خفگیاں ۳۵، آنکھیں ۱۰۶، نام ۲۰۲،
ہونا: نہ اِدھر کا نہ اُدھر کا، یاد (معلوم)، دیوانہ (کسی کا)، خجلت سے آب، یاروں کا یار ۱۷،
ہوا، جان کا جلاد، شاد شاد، کسی سے صاف نہ، بیڑا پار، جلد ہوا سے مرگ ۲۹،
شادی مرگ، سرخ و سفید ۵۱، آب بند، ہزار پر بھاری، بہار پر، کس کا جگر ہے،
تیر ترازو، مدنظر سے باہر، پانچوں انگلیاں برابر نہیں، کرسی نشیں نہ ۶۶، گلے میں قبا ۶۸،
زمیں سر سبز، طمع ۵، (بغیر کی) دست انداز ۷۷، (بہ اضافت)، باغ باغ، اُلفت ۸۰،
(اُلفت صحیح)، داغ ۸۸، دل بجھا ہوا $\frac{۹۰}{۹}$ حاشیہ، چشم ۹۴، اندھیر، راہ، دست و
گریباں ۱۰۰، ہوا راس نہ، کان نہ، جان نہ، بہ ۱۱۱، ہمارا ہی کلیجا ہے، اپنے
حال میں مست، میں کس شمار میں ہوں، آنکھوں سے معذور، زیر و زبر، نمود، قصہ مختصر،
کسی پہ روانت، چار چشم ۱۳۱، (غالباً ہ) پائے تراب، ترشح ۱۳۴، (بغیر کا یا کی) چھٹکارا،
بت خانے سے ہو ۱۳۵، (بت خانے سے گزرتے ہوئے) مساوات ۱۴۳، بہبود،
پیالہ ۱۵۴، بالا ۱۶۱، اک طرح کا زمانہ ہے، ہنوز روز اوّل ہے، خجلت سے پانی پانی ۱۷۱،
دھجیاں، سچ درست، نیند حرام، ترکی تمام، رام رام، دھوم دھام، عمل میں ۱۷۷،

صحبت برآر نہ ، نہ خبر کی نہ عطر کی - املا؟ (مدت ہوئی کہ پہنچی نہیں کچھ خبر عطر" سجاد) ، دوبھر ۱۹۰ ، پیش رفت ، روزی ، رکاب میں ، نوبت ہم شراب ، برسر حساب ، خاطر میں نہ ، آن کھڑے ۲۱۹ ، کان کھڑے ، نام پر ٹکڑے ۲۱۷ ، کسی امر میں گفتگو میں کیا بلا ہوں ، ۲۲۶ ، استفادہ ، مدنظر ۲۳۷ ، کسی امر پر مزاج ۲۳۸ ، حمائل ، اپکار ، سوار حسن کی ناک ۲۴۸ ، سواد روشن ، تحلیل ، سنمکھ ۲۵۹ ، صرفہ نہ ، کسی بات پر کان ، ناساز ،

ذوث : اگر کوئی شعر ایسا ہے کہ ث و ذ کا تعین نہیں ہو سکتا تو مرتب نے زمانۂ قدیم کی رعایت ملحوظ رکھی ہے ، ذ : جلوہ گاہ ۵ ، (درد ۵) تاب کمر ۲ ، وقر ، آہنگ (ارادہ ۵) ، سرجنگ ، ننگ ، پاس ، مزار ، نیش ، شعار ، حصول ، باج ، پنبہ ۱۱ ، گلزار ، خنجر ، اطلاق ، سیر ۱۶ ، مزرع ۱۷ و ۱۰۴ ، گزر ، چشم ۱۸ و حاشیہ (سودا ، ضیا ، حسن ، ہدایت وغیرہ

"مجھے بھی حسن سوجھتا ہے غرض ڈبوئے گا یہ چشم نم آپ کا")

مرہم ، شکر خند ، قند ۲۳ ، قتل ، شیون ، طغیان ، تفاوت ، نیستاں ، سوزن ۲۶ ، سحاب ، خواب ، نگیں ۲۸ ، مشت پر لفظ مشت مضاف الیہ کا تابع سمجھا جاتا ہے لیکن حسام الدین حمید نامی کا شعر ہے :

"اس کی گلی میں آمد و رفت صبا نے آہ

نامی ، بہ باد دی مری مشت غبار حیف"

پل ، سلوک ، وصف ۳۱ ، قلم ، تعویذ ، استخواں ۳۲ ، اقلیم شاید ہی کسی اور نے استعمال کیا ہو ، جنجال ، پیکاں ۳۵ ، گلستاں ، چلن ، تلاش ۳۵ ، بان ، جاں ۳۶ (صرف ۲ جگہ قدیم کلام میں) قوت ۴۵ ،

آذوقہ، آب گہر ۵۱، سربند، زنّار، اورنگ ۵۷، طلا، مقدم (قدم رکھنے کی جگہ) صدف ۶۷ (انتظار دہلوی در تذکرۂ حسن:

صدف مشتاق ہیں دریا میں لئے نیسان گوہر کے یہ میرے چشم تر بھینکیں ہیں بھر بھر خوان گوہر کے)

پیوند ۸۶ (کسی اور شاعر کے یہاں ذ نہیں ملا۔ جدید ہندی میں ذوث دونوں طرح دیکھا گیا)، متکلف، خلط، مزاج، اختلاط، صفا ۳۷ (اگر شعر صحیح نقل ہوا ہے تو سودا نے بھی ذ لکھا ہے:

جو روزِ رزم مقابل تری کمان کے ہو صفائے شست تر اس کو دیجیے دکھلا")

اعزاز، فراغ، الف ۸۰، خوان، سنبل ۹۳، آب جو ۹۵، کشت ۹۸ و ۱۲۵، شم، نم، عرض حال ۱۰۳، خارزار، نظیر، نقد جاں ۱۱۲، دید ۱۲۰، پیوند، گلشن ۱۲۶، ازدحام، شکوہ ۱۵۰، معاش ۱۵۴، برس، لاف، اختراع ۱۸۰، گشت، التیام، آستاں، خدنگ ۱۹۵، تلطف، چھل بل ۲۰۵، رخت، گرداب ۲۱۸، چیتر ۲۳۱، ٹھاٹ ۲۳۶، مزاج، گزار، کلس ۲۴۲، سرطان، دنبال، حفظ، دُلدُل، قامت ۲۵۰، سودا، استغنا، گلخن، خمیر، قلب ماہیت ۲۵۹، نشتر، جرس، ۲۶۰- آرے دیلے ۹۳

ث: سقر ۲، حاشیہ، سرگزشت، دستار، نگہداشت، دست رس ۱۴، سیل جنس ۲۰، تاب ۲۶/۲، مدارا ۳۳ ("غیر کا بھی تو مرے ہوتے مدارا نہ کیا"، حسن)، آب ۳۹، (موتی کی، لیکن آب گوہر ۵۱/۱ ذ۔ آتش کے یہاں بھی غالباً ذ) طرز، مژگاں، صفا ۸۴، مژہ، ایذا، مردنگ (باجا)

نقاب ۷، ۵، طوطی، گرد، فرد (چہرے کی)، سیر ۶، کمان، مشت خاک، نہر،
احتیاط، تاک ۸۳ (حاصل مصدر)، تریاک (افیون)، عرض، بھنگ،
سنبل ۸۸، خرد، ریحان ۹۳، فغان، فکر، خلق، بلبل ۱۲۶، پرچم ۱۳۰،
آب تیغ، قطع محبت، بہبود ۱۴۳، کلہ، سرنوشت، سرشت، ابرو ۱۴۴، چوگان ۱۵۱،
مسند، صیقل، گیسو ۱۵۹، چین، گرد، باؤ، رام رام، یورش، ہیل، چشم،
(ذ صرف ایک جگہ)، چال، تمثال ۱۸۴، بھال، محراب، التماس ۱۸۸،
سانس، پیش رفت، کاکل ۲۰۴، ہیکل، برسات، بلا، چیچل بل ۲۰۸،
شپرک ۲۱۱، (ناسخ ذ) کارد، عندلیب، راہ، گزران، دھن، شرح، اوقات
کاشت ۲۲۸، خندق، فصیل، نقل، پکار، پھہار، عینک، فانوس، دستک،
اسپک (چھوٹا خیمہ) بھنگ، سمرن، جلن، چوب -

ذ: خاروخس، روزہ نماز ۲، تخت وتاج دلوا ۲، نالہ وفریاد، پیچ وتاب، خس وخاشاک،
دیواروور، سیروسفر ۲۸، دست وتیغ دداماں، شمع وگل ۵۶، زرق اوربرق ۸۷،
شادی وغم ۹۷، آہ ونالہ ۱۳۰، نام ونگ ۱۵۰، رنگ وبو ۱۷۴، سنگ وخشت ۲۲۸،
قدوقامت ۲۳۸، شرح وبیاں، تیروکمان ۲۴۵ ("پہلے پہل یہ اس نے تیرو
کمان لی ہے" حسن) لحم وشحم، بالش وتوشک ۲۵۱، زادبوم اوروطن ۲۵۵، دل وجاں،

ث: چرب ونرمی ۶، بودوباش ۱۲۰، ("وہ دن گئے کہ گلشن تھا بودوباش اپنا" حسن)
عجزوانکساری ۲۲۴،

جمع: (۱) جمع الجمع خلاف قاعدۂ عربی: حوادثات ۱۳۲، قواعدات (رسالۂ قافیہ) (۲) عربی جمع کو واحد قرار دے کر فعل وغیرہ واحد لاتے ہیں: اسباب ۱۳، آثار ۲۴۳/۲، حواس ۲۳۲/۱۴ احوال ۲۳۴، اوقات ث ۲۵۲، نقط ۱۷۰، "دیوان حسن کا نقط انتخاب ہے" دیار کی بیت ابرو خال نہیں ہے یہ نقط (کذا) آفریں ہے صد آفریں صاحب انتخاب کو" (سودا) افلاک ۲۵۶، اگر جمع دوسرے واسما کے ساتھ ہے جب بھی فعل وغیرہ و: لطف و اشفاق ۶۳، لطف و اشفاق و کرم ۱۵۱ (۳) حواس ۱۷۰ اور اسباب ۲۰۲ جمع بھی (۴) عربی جمع کو و قرار دے کر قاعدۂ اردو و فارسی کے مطابق جمع: عشاقوں ۸۴، ایاموں ۱۸۳، ملائکاں ۲۲۴، رسائل ہا اور حروف ہا (رسالۂ قافیہ) (۴) سال ہاک ۱۸۱، عزیز دل ہا ۲۵۵ (۵) اہل کے ساتھ جو مرکباتِ اضافی بنتے ہیں انھیں ایک کے لیے استعمال کرتے ہیں اور ایک سے زیادہ کے لیے بھی، فعل وغیرہ واحد یا جمع حسب ضرورت لاتے ہیں: ۵۴/۹ ۵۵/۳۳ ۳۹/۱ ۱۵۹/۸ (۶) مرکبات بالا کی فارسی جمع: اہل دلاں ۴۳/۱۱، اہل کاراں ۲۴۲/۲۰ بارھویں اور تیرھویں صدی کے ہندستانی فارسی داں اسے جائز سمجھتے ہیں، شورش اور انشا کے یہاں مثالیں ملتی ہیں (۷) مرکبات اضافی میں مضاف الیہ پر 'ون' لگا کر جمع: اہل دلوں ۷۸، طفل سرشکوں ۱۸۱ (۸) عطف و اضافت نہ ہو جب بھی عربی فارسی اسما کی جمع 'ان' لگا کر بناتے ہیں: گل رخاں ۱۸، وارستگاں ۲۸، خوباں ۱۱۳، (۹) مرکبات اضافی میں اگر مضاف وذ ہو تو فعل جمع بے تکلف استعمال کرتے ہیں۔ "ہم نے تو دیکھے نہیں نقش قدم سے بے نصیب" ۴۰، ۳۷/۴، ۱۴/۱۲ (۱۰) صورت بالا میں

ذ کی جگہ ث ہو جب بھی بعض مصرعوں سے فعل ج کا استعمال ثابت ہے۔ "روئیں ہیں مرے حال پہ تصویر نہالی" ۲۰۷، ۱۷۵/۴، ۲۵۱/۳۴ (۱۱) اگر اسماے ث ایسے الفاظ کے ساتھ ہوں جن سے تعداد کا پتا چلتا ہو، لیکن در اصل تعداد کا تعین مقصود نہ ہو تو اسم کی جمع ضروری نہیں سمجھتے: "ترے ملنے کی سو سو فکر اے مغرور کر دیکھی" ۲۱۴، "لاکھوں شمع" فعل جمع ۷۶/۱۴، صد تکلیف ۱۲۲، صد آفریں ۱۲۲، اس صورت میں فعل وغیرہ و اور ج دونوں استعمال کرتے ہیں (۱۲) صورت بالا میں اسماے ذ ہوں تو فعل وغیرہ واحد "جب تک کہ دھڑ پہ سر تھا لاکھوں ہی درد سر تھا"، "اس طرح کا شور دیوانوں کے مدفن میں رہا" ۲۵، ۲۷/۱۸، ۵/۱۰ (۱۳) اسماے ث و ذ کی تعداد متعین ہونے پر بھی جمع نہیں بناتے: "اقلیم حسن میں تو دو شام اک سحر ہے" ۱۶۱، "روشن رہیں یہ تیری چشم سیاہ دونوں" ۱۲۸، پہلے مصرع میں فعل میں 'سحر' کی رعایت ہو سکتی ہے، دوسرے میں باوجود اس کے کہ اسم کی جمع نہیں بنائی فعل جمع استعمال کیا ہے۔ دس سر ۲۵۴/۱۵ (۱۴) مسلّم قاعدہ ہے کہ بعض صورتوں میں اسم ذ کی جمع نہیں بنتی، لیکن فعل وغیرہ جمع ہی استعمال ہوتے ہیں، ایک مصرع سے بہ شرطے کہ اس میں کتابت کی غلطی نہ ہو یہ معلوم ہوتا ہے کہ جوشش ان صورتوں میں اسم ث کی جمع بھی بنانا ضروری نہیں سمجھتے۔ اس کی مثالیں اور شاعروں کے یہاں بھی ملتی ہیں: "رگ نمایاں ہیں ہمارے تن پہ مسطر کی طرح" ۴۸، ۹/۳۱ اور ۱۵۴/۱۱ میں بلبل کو و اور فعل کو جمع استعمال کیا ہے۔ یہ لفظ عموماً ان کی زبان پر ث ہے (۱۵) دو اسم ث ذوی العقول، لیکن فعل و: "جن کی خاطر میں نہ تھی حور و پری" ۱۹۹۔ کمال سودا نے کیا کہ "مانی و بہزاد"

کے لیے فعل واحد لایا ہے: ’’کوئی خاطر میں اس کی مانی و بہزاد آتا ہے‘‘ (۱۶) غیر ذوی العقول دو یا زیادہ، خواہ ذ خواہ ث۔ افعال وغیرہ و اور جمع ہر دو: ۶/۱۱، ۲۰/۲، ۲۳/۱۷، ۲۴/۳، ۲۷/۲۲، ۴۹/۱۶، ۵۱/۱۵، ۵۰/۳۱، ۵۲/۲۶، ۶۶/۱، ۶۷/۱۵، ۹۶/۳۲، ۹۸/۲، ۸۴/۱۱ (۱۷) دیا سلائی کی جمع دیا سلائیں ۲۳۴/۱۴ مصحفی کے یہاں مثنوی جذبۂ عشق میں ہم سائیں اور چودائیں ملتا ہے (۱۸) ’’بعض بیناجورہ گیا ہے کہیں‘‘ فعل و ۲۳۶، لیکن بعضے کے لیے فعل جمع ۲۳۵/۲۰، (۱۹) جو کوئی کے ساتھ فعل ج:

جو کوئی سرگشتۂ دشت جنوں ہوتے ہیں اے جوشش   بگولے کی طرح وہ ایک جاگہ کب ٹھہرتے ہیں‘‘

(۲۰) ’ہر‘ کے لیے فعل وغیرہ جمع: ’’جوشش ترے ہر شعر ہیں دیوان کے موتی‘‘ (۲۱) یہ مصرع بھی قابل توجہ ہے: ’’جادۂ راہِ فنا پر ہیں یہاں گو ہر یک‘‘ ۲۴۸، لیکن ۳۲/۲ ’’ہر اک استخوان جلا‘‘ (۲۲) دونوں کے ساتھ فعل واحد: ’’گو اپنے ہاتھ مفت ہی دونوں جہاں سے لگے‘‘ ۱۸۶، فعل جمع بھی ۱۲۸ (۲۳) امت بہ طور واحد ۲۴۴/۷ (۲۴) طالع اور نصیب عموماً بہ طور جمع، (۲۵) معنی بہ طورِ جمع (۲۶) مژگان واحد ۴۷/۳۴ (۲۷) صفت مؤنث بیاری وغیرہ کی جمع مطلق استعمال نہیں کی، حالانکہ انشا کے یہاں بہ کثرت موجود ہے اور دو ایک جگہ آتش کے دیوان میں بھی ملتی ہے (۲۸) سوختہ اور دل سوختہ کی جمع (۲۹) مصرع ہائے ذیل قابل توجہ: ۲۹/۱۱، ۳۲/۴، ۱۹۵/۳۱ حاشیہ پر، میں، کا وغیرہ: اُردو میں کبھی کبھی پر اور میں وغیرہ حذف بھی کر دیے جاتے ہیں۔ جوشش کے یہاں اس طرح بھی حذف ہیں کہ آج کل اس پر اعتراض ہو سکتا ہے۔ حذف کی صورت میں قابل اعتراض ہو یا نہ ہو شمار قوسین کے اندر ہے۔

بہ سر یا پہ: ۴/۲۷، ۶/۱۹و۲۳، ۷/۲، ۸/۲۳، ۱۱/۱۰و۱۹، ۱۲/۸، ۱۳/۸، ۱۵/۶و۸، ۲۴/۲، ۲۶/۷، ۳۱/۳۴، ۳۲/۱۴و۱۶، ۴۱/۱

۴۲/۲۹ ۵۴/۱۷ ۵۶/۵،۶،۱۲،۱۸ ۵۷/۱۲و۱۳و۳۲ ۵۸/۲۲و۱۲و۲۸ ۵۹/۲۹ ۶۳/۳۶ ۶۸/۱۹ ۷۳/۳ ۷۵/۷ ۷۶/۱۲،۱۹،۲۰ ۹۰/۲۲

۹۱/۵ ۹۴/۳۳ ۹۶/۹ ۱۰۴/۳۰ ۱۰۸/۱۶ ۱۱۰/۲۵ ۱۱۵/۳۰ ۱۲۳/۲۳ ۱۲۶/۲ ۱۳۰/۲۷ ۱۳۱/۱۵،۲۵،۲۶ ۱۳۲/۷ ۱۳۶/۱۱ ۱۴۱/۳۱ ۱۴۸/۱۷

۱۵۲/۱۷ ۱۵۵/۱۵ ۱۴۴/۱۲ ۱۶۸/۱۵ ۱۷۲/۱۱،۳۳ ۱۷۵/۵و۹ ۱۹۴/۲۶ ۱۹۵/۳۲ ۱۹۹/۲۷ ۲۰۳/۷ ۲۰۵/۳۲ ۲۰۹/۲۷ ۲۱۷/۲۶،۲۸،۳۴

۲۳۱/۶ ۲۳۸/۹ ۲۴۳/۹ ۲۴۴/۲۸،۳۳ ۲۴۶/۹ ۲۵۴/۲۲ ۲۵۸/۱۲ ۲۶۲/۱۲ ۲۶۶/۱۰ سے: ۳/۶ (۵/۱۱)

۵/۲۱ ۱۰/۶ ۱۵/۶،۸،۱۰ ۱۸/۱۰،۳۱ ۱۹/۵،۱۹ ۲۱/۲ ۳۸/۲۲ ۳۹/۱۳ ۴۲/۲۴ ۴۹/۲۷ (۴۹/۳۲ ر) ۵۲/۳،۵ ۵۳/۲۳

۵۵/۷و۱۶ ۵۶/۲ ۶۰/۶ ۷۴/۶ ۷۷/۲۳ ۸۳/۲۸ ۸۴/۹و۲۹ ۸۷/۱۳و۳۰ ۸۸/۲ ۹۵/۲۷ ۱۰۵/۳۳ ۱۰۸/۷ ۱۰۹/۱۹ ۱۱۷/۱۹ ۱۲۱/۱۹

۱۲۲/۵ ۱۲۴/۱۵ ۱۲۶/۳۴ ۱۳۲/۲۹ ۱۳۴/۶ ۱۳۵/۲ (۱۵۱/۱۶) ۱۵۸/۳۴ ۱۶۰/۳۴ ۱۶۱/۲۸ ۱۶۸/۱۵ ۱۷۰/۲۸ ۱۷۲/۷ ۱۷۳/۲۶ ۱۷۴/۱۵

۱۷۵/۲۶ ۱۷۶/۱۳،۲۶ ۱۷۷/۱۶،۳۰ ۱۷۸/۱۰،۲۰،۲۸،۳۰،۳۱ (۱۸۰/۴) ۱۸۵/۲۰ ۱۸۸/۹،۱۲ ۱۹۰/۲۳،۲۷ ۱۹۱/۷ ۲۰۰/۳۶

۲۰۵/۳۰ ۲۰۷/۹ (۲۱۵/۴) ۲۱۶/۴ ۲۱۷/۲۹ ۲۱۸/۹ ۲۱۹/۲ ۲۲۶/۲۷ ۲۲۹/۱۸ ۲۳۰/۲۲ ۲۳۱/۳ ۲۳۶/۱۸ ۲۳۷/۲۴

۲۴۸/۶،۸،۱۶ ۲۵۶/۷ ۲۵۸/۱۰ ۲۶۰/۲۶ ۲۶۲/۳ کا: ۸/۳ ۱۲/۸ ۳۲/۱۹ ۴۱/۳۲ ۵۷/۱۱ ۸۱/۱۲ ۸۵/۵ ۸۸/۱۰

۹۲/۲۵ ۱۰۱/۵،۲۳ ۱۵۳/۲۵ ۱۵۵/۳ ۱۸۹/۲۳ ۲۱۹/۱۷ ۲۲۷/۳۳ ۲۳۱/۸ (۲۳۴/۳۰) کو: ۴/۲۰ ۷/۱۴

۸/۳۲ ۱۳/۴ ۱۹/۲ (۲۱/۲۹، ۲۵/۳۲، ۲۶/۱۴) ۳۰/۲۰،۳۲ (۳۵/۲۵) ۳۶/۹ (۳۸/۴) ۴۲/۱۳ (۴۳/۱۲) ۴۵/۱۴

۴۶/۴ ۴۹/۹ (۴۹/۳۱) ۵۱/۲۵،۳۱ (۵۵/۷) ۶۲/۹ ۶۶/۲۴ ۷۱/۲۱ ۷۲/۳۰ ۷۴/۶ ۷۷/۱،۱۳ ۹۱/۳ ۱۰۱/۲۵

۱۰۲/۸ ۱۰۴/۲ ۱۰۶/۱۱،۳۴ ۱۰۷/۲۸ ۱۱۱/۴ ۱۱۳/۱ ۱۱۴/۱۴،۱۷ ۱۱۵/۳۲ ۱۱۸/۹ ۱۳۰/۶ ۱۳۱/۱۶ (۱۳۴/۱۳)

۱۳۷/۲۴ ۱۳۸/۲۰ ۱۳۹/۹،۱۳،۱۴،۲۵،۲۹ ۱۴۰/۱۶،۲۰ ۱۴۱/۲ ۱۴۲/۱۰،۲۰ ۱۴۳/۱۶ ۱۴۵/۲۴ (۱۵۲/۷) ۱۵۳/۲

(۱۵۴/۲۳) ۱۵۶/۵و۱۲ ۱۹۲/۳۳ (۱۹۳/۹) ۱۹۷/۹ ۲۰۵/۳ ۲۰۷/۳۲ ۲۰۸/۶ ۲۲۶/۲۰،۳۰ ۲۲۷/۱۷ (۲۲۷/۱۸)

۲۳۳/۱۲ ۲۳۴/۴ ۲۳۶/۱۷،۲۸ ۲۴۳/۱۹ ۲۵۰/۲۳ ۲۵۲/۱۵ ۲۶۱/۱ کی: ۳۳/۲ ۳۴/۳ ۴۷/۱۵ (کی یا کے؟)

(۵۱/۲۷) ۷۲/۲۶ ۷۳/۲۸ (۷۵/۲۸) ۱۰۱/۲۷ ۱۰۹/۲۱ ۱۶۵/۳۰ ۱۸۳/۲۰،۲۴ ۱۹۵/۹ ۲۵۱/۲۶ ۲۵۹/۱۹ ۲۶۱/۲۵ ۲۶۲/۴ ۲۶۵/۹

کے: (۳۶/۱۴) ۴۲/۲۵ ۴۹/۱ ش ۹۴/۲۵ ۶۷/۲۰ ۱۰۸/۱۲ ۱۱۱/۱۴ ۱۱۲/۹ (۱۲۴/۳۲) ۱۸۰/۲۹۔ ۱۸۵/۲۸ ۱۹۳/۱

۱۹۹/۱۰ ۲۱۱/۱ ۲۲۴/۱۰ ۲۴۲/۲۲ (۲۴۵/۱۲) **میں**: ۷/۲۴ ۸/۲۴ ۹/۱ ۴۰/۱ ۴۱/۲۰ ۴۸/۶ ۵۵/۳۰ ۶۴/۱۷

۷۰/۶ ۸۷/۹ (۸۸/۱۷) ۹۹/۳۴ ۱۰۳/۱۷ ۱۰۴/۱۳ ۱۰۶/۷ ۱۱۳/۵ ۱۱۸/۸ ۱۱۹/۳،۳۰ ۱۲۱/۱۶،۱۸،۱۹،۲۰ ۱۲۲/۲

۱۲۷/۱۳ ۱۴۰/۳۰ (۱۵۱/۲۰) (۱۵۱/۲۴) ۱۵۹/۹ ۱۶۴/۳۰ ۱۶۸/۴ ۱۸۵/۲۷ (۱۹۳/۱۰) ۱۹۴/۲۳ ۱۹۶/۶،۲۰ ۱۹۷/۳

۲۰۵/۳۴، ۲۱۳/۱۰ ۲۱۸/۱۵ ۲۲۰/۱۶ ۲۲۸/۱۱ ۲۲۹/۸ ۲۴۲/۲۰ ۲۴۴/۵ ۲۴۷/۱۷ ۲۴۸/۲۳ ۲۵۱/۳۰

کے بیچ ۴۵/۳۲ کے ساتھ: ۱۵۱/۸ ۲۳۶/۱۵ سی ۲۳/۳۱ ۸۵/۴ ۱۲۶/۶ ۲۵۴/۲۸

افعال اور مصادر: (۱) پوچھے ہی ۱۴، سمجھوں ہوں ۱۸، ملیں ہیں ۶۹/۳۴، کہے تھی ۲۱۴، کرے تھا ۱۰۹، (۲) آوے جاوے، ہووے وغیرہ ن میں ہیں، لیکن چونکہ جوشش کے زمانے میں واو کی جگہ ہمزہ بھی استعمال ہوتا تھا، (اشعار کلیم کی تضمین جو دیوان درد میں ہی ملاحظہ ہو) دیوان مطبوعہ میں ایسے مقامات پر صرف ہمزہ لکھا گیا ہی۔ (۳) زبان حال کے خلاف جوشش 'کے' یا 'کر' کو حذف بھی کر دیتے ہیں اور بڑھا بھی دیتے ہیں: پکار دیکھا ۲۱، بھر نظر ۱۳، کھلا کر کے ۲۵، اٹھا کر کے ۲۴۱، پڑھ سناؤں ۶۰، جا کہو ۲۸، جھڑک بولنا ۱۴۴ (۴) فعل کے آخر میں ایک ی کے بعد دوسری آتی ہی، تو ایک کو کبھی حذف کر دیتے ہیں: بیٹھے ۱۳۲/۲۹، لیجیے ۱۷، بدلے ۲۰۲/۱۴، (۵) 'نے' جوشش کے یہاں حذف ہو جاتا ہی، لیکن زائد کبھی نہیں ہوتا: آخر اسی کی نالۂ شب گیر کی طرف ۸۰، ۶۸/۴ ۱۷۹/۱ (۶) چمٹیاں رہتیں جعفری کے ساتھ" ۲۳۶

اس قسم کی صرف یہی ایک مثال ملتی ہے، اور یہ بھی اُس کلام میں ہے جو غالبًا ابتدائی ہے
(۷) لیوے ۳۹، دیوے ٦ ہے، لیکن جیوے، پیوے، کھوے رکھوے نہیں۔
(۸) لگائیں ہیں ۲۳۴/۱۳، آج کل لگائی ہیں، چاہیے، لیکن نسیم لکھنوی کے یہاں یہ
مصرع ملتا ہے: "عیسیٰ کی تھیں اُس نے آنکھیں دکھیں" قافیہ دیریں (۹) فعل کے بعد
آج کل جہاں 'ہی' کا استعمال مرجح ہے، جوشش اسے حذف کردیتے ہیں: آنکھ مندنے
۲۰، دیکھتے ۹۰/۲۵، کہتے ۳، (۱۰) اسی طرح بعض موقع پر 'ہوئے' کو حذف کردیتے ہیں
سانس لیتے ۱۷۶/۱۹ باگ کو لیے ۲۰۷، (۱۱) مصدر کی تانیث: لینی ۲۷/۳۲ (۱۲) مل جانے
کھل جانے ۲۱۹ (۱۳) کیجیو ۵/۳۲، سوئیو ۳۶/۳۲ (۱۴) رونے لگ گئے ۱۳، بری لگنے لگی ۲۱،
(۱۵) "اے ترکِ چشم اب تو ترکش کمر سے کھولو" (۱٦) ہم تو رہ جائیں گے جاتے ہی تجھے کیا کرنا
ضمیمہ (۱۷) "دل کر کے جس کو کرتے ہیں تعبیر سنگ ہے" ۱۷۲ (۱۸) جلتی ہی بلتی ۱/۱۲ (۹)
نہ ملیے گا انساں سے اے خضر تو نے ۱۹، "انجام محبّت کا کیا جانیے کیا ہوگا" ۱۰
"یہ وہ آزار نہیں جس کی دوا کیجیے گا" ۹، "پیری میں بھلا ڈھونڈیے کیا بختِ جواں کو" ۱۳۹
"لاکھ تدبیر کرو پردہ ہوا ہی چاہیے" ۵۷ (۲۰) "روتے روتے ہوئے بلبل گئی ڈھل بر سرِ گل" ۹۱
یا تو 'ہوئے'، نہ ہونا چاہیے یا 'روئے'، کی تکرار غلط ہے (۲۱) صدقے کیے تھے ۱۲٦/۲
(۲۲) 'ہو' کی جگہ 'رہے گا' (۲۳) مصرع ہائے ذیل: ۳۵/۸، ۳٦/۲۲، ۵۳/۲۰، ۱۸٦/۳۴

متروکات: ذیل میں ایسے مفردات و مرکبات کی فہرست دی جاتی جن کے متعلق یہ
خیال ظاہر کیا گیا ہے کہ وہ متروک ہیں – یہ ضروری نہیں کہ مرتب کے نزدیک بھی وہ

متروک ہوں۔ متروکات اور عنوانوں کے تحت بھی ملیں گے: ولیکن ۱، جوں ۱۱، پر،
گر، تب، ٹک، زور ۴/۲۶، تلک، تجھ بن، سے، کسو، پہ، ہر ایک، تندخو ۶ (وہ تندخو،
تنک، سو، کبھو، جلتی ہی بلتی ۱۰، ولے، نپٹ ۱۲، جنھوں (جن)، اس کے حضور،
(سامنے)، لیک، اپنے تئیں (کو)، اس مرتبہ ۱۶، (اتنا)، طُرف (اس کو سب طرف سے
فراغ رہا" حسن) وے ۱۸، انھوں ۲۰ (اُن)، بنت، یہ ۲۴/۱ (اس قدر)، وہیں،
تجھ بغیر، ایدھر ۲۶، اودھر، وہ یار ۲۷، گوے ۲۸ (گو) مت، پھیر ۲۹، ندان ۳۶
(کلام قدیم میں صرف ایک جگہ)، صدا سے یا سے (صدا سے یا) کا ہے کو ۳۹، کتا ۴۲،
کی دولت ۴۳، اُن (اُس)، بیچ (میں)، لوہو ۴۶، جوں کے توں ۴۷، کب تئیں
(کب تک)، خورشید او ۴۸ (اُس محذوف) جیدھر ۵۳، جوں توں کی خاطر ۶۴،
پہنچ (۶۵/۲۹)، تجھ حسن ۷۰، وگر، میاں، زری بیٹھ ۷۴، لس ۷۸، حد ضعیف ۷۹،
اسے تنے پر ۸۰، تا مرنہ مٹے ۸۱، سدا، بہت ۸۴، پرے ۹۶، چشم نم ۹۸،
بن تیرے، سنا چاہیے ۱۰۰، بھی ۱۰۵، بولا چاہیے ۱۰۷، بن کہے ۱۰۷، بھاویں،
کس کنے ۱۱۳، اُس بناگوش ۱۱۶ (اس کی بناگوش)، شتر گربہ ۱۲۳ (فرمائیے اور
رہتے ہو)، "جان ۱۲۴ (اے یا مری کے بغیر)، سبزے سوا (کے سوا)، اکٹھے ۱۲۶
(بے تشدید)، جن ۱۴۹ (جس)، اتنے لیے ۱۵۳، تجھ پاس ۱۶۰، سمجھیے ۱۸۴، تلے،
جانی ۱۸۷، پہر ۲۰۵، تجھ بغیر، نہیں ۲۱۴/۱ (نہ)، یارب، ہر کہیں ۲۲۳، کیوں کے، دِس:
۲۲۶/۳ "چھاتی ترڑے ہی کھلتے دس کی گانٹھ" سجاد)، اوپر ۲۳۳، جا گہ، سبھوں ۲۳۶،

اُن کنے ۲۳۶، رنڈی (بہ معنی عورت)، نشہ ۲۳۷ (املا 'نشا' +) لاگے (صرف ایک جگہ) لے شاہ تاگدا ۲۴۰، تجھ ذات، آخرش ۲۴۳، جنبشِ دم اس کی میں ۲۵۱ (" اس کی جنبش دم میں") اس قسم کی تعقید مصحفی تک کے یہاں عام ہے لیکن جوشش کے یہاں دو ایک جگہ سے زیادہ نہیں ملتی)، نہیں ۲۵۲ و ۳۹، سوائے اس کے، خوشی ضمیمہ (خوش)۔ اُس ہی، اُن ہی، وہ ہی، ہم ہی، تم ہی، یہ ہی، بالالتزام اسی، انھیں وہی، ہمیں، تمھیں، یہی لکھے گئے ہیں، تقطیع میں اگر اس طرح نہ آسکے تو اور بات ہے۔ جوشش کے یہاں بعض مصادر جن میں اب تشدید بہتر معلوم ہوتی ہے با تشدید اور بے تشدید دونوں طرح ملتے ہیں ۔ سارے (کل) ۱۹۸، بارے ۲۳۷

جوشش کی شاعری

علی ابراہیم خاں اور لطف کی رائے میں جوشش درد کے پیرو ہیں، لیکن ان کے کلام کے مطالعے سے یہ پتا چلتا ہے کہ جس شاعر کا انھوں نے سب سے زیادہ تتبع کیا ہے وہ سودا ہے۔ جوشش معنی بند[۱] شاعر ہیں اور سودا کی طرح ان کی غزلوں میں حالی مضامین کے پہلو بہ پہلو خیالی مضامین ملتے ہیں۔ مبالغہ، حسن تعلیل اور تمثیل وغیرہ انھیں بہت مرغوب ہیں۔ متاخرین شعرائے فارسی کی تقلید میں تشابیہہ و استعارات

---

[۱] جوشش "تلاش لفظ و معنی"، صفحہ ۳۵ "معنی بیگانہ" ضمیمہ، "حسن کلامش شاعرانہ" "شورش مضامیں تو آئیں" لطف: "معنیِ بیگانہ سے بہ شدت آشنا" ان سب سے یہی مراد ہے۔

کے استعمال میں کبھی کبھی بے اعتدالی کرتے ہیں۔ ان کی طباعی اور تلاش کا تو قائل ہونا پڑتا ہے لیکن تشبیہ و استعارہ کی جو اصلی غرض ہے وہ پوری نہیں ہونے پاتی۔ لفظوں کے ذو معنیین ہونے سے بھی مضمون پیدا کرتے ہیں۔ اکثر اس کی وقعت ادبی شعبدہ بازی سے زیادہ نہیں ہوتی:

اگر یوں ہی رہے گی حیرتِ عشق ق اگر یہ دیدۂ نم نم رہے گا
بہ رنگِ شبنم آکر قطرۂ اشک ہماری ہر مژہ پر جم رہے گا

لطف بحرِ عدم میں ہے ورنہ چشمِ نرگس لیے حباب آیا؟

دزد چالاک نسیمِ سحری ہے کیونکر شمع کے سر پہ رہے طرۂ زر آخرِ شب

مژہ نے تیری ایسی یار اُس کے ساتھ کاوش کی مشبک ہوگیا دل پردۂ بادام کی صورت

اُس کے بحرِ حسن میں ابرو ہے جوں شمشیرِ موج طرۂ طرار ہے خجلت دہِ زنجیرِ موج

آپ چل سکتے نہیں اور غیر کے ہیں رہ نما ہم نے تو دیکھے نہیں نقشِ قدم سے بے نصیب

مطمئن پیرِ فلک سے وہ نہیں لے جوشش اُس کے گہوارے میں کس طرح سے سوئے خورشید

پڑی اس پر زبس گردِ یتیمی ہُوا اس واسطے آب گہر بند

ہر بے زبان اہل زباں سے ہے سر بلند گر یہ نہیں تو شعلے سے کیوں ہے شرر بلند

ہے تنِ کاہیدہ رشکِ سایۂ مژگانِ مور کیا تعجب ہے اگر ہوئے نہ زیبِ خوانِ مور

راست رو بھاگتے ہیں کج رو سے کیا رہے خانۂ کماں میں تیر

اگر باطن میں ہم رنگی نہ ہو روشن ضمیروں کو تو کیوں آتش سے ملتے ہی شراب ناب ہو آتش

اس دل صد چاک میں یوں جلوہ گر ہے اس کا داغ
جیسے قندیلِ مشبک میں چمکتا ہو چراغ

بحرِ خوں ہے چمنستان میں ہر تختۂ گل
دودِ آہِ دلِ بلبل کا ہے پُل بر سرِ گل

جو ہوئے صاف طینت کیوں نہ چاہے سبز رنگوں کو
کرے واں بشتر دیکھے جہاں پتّے ہرے شبنم

جوشش رواں ہے اشک ان آنکھوں سے رات دن
ڈرتا ہوں راہ زن سے یہ وہ کارواں نہیں

آنسو کا ہے یہ عالم اس شمع رو کے آگے
جھمکیں ہیں روشنی میں جوں قطرہائے باراں

کب رہے گا دامن گل میں زر گل بلبلو
دیکھتا ہوں صورت دست وگریباں غنچے کو

عارضِ یار پہ یوں خط ہے کہ جیسے کوئی[۵]
ورق گل پہ لکھے آیت قرآنی کو

نہیں رو تا ہے جو ظاہر میں وہ باطن میں گریاں ہے
یہ عقدہ کھل گیا ہے دیگ کے سرپوش سے مجھ کو

غوّاص ہے یہ خالِ سیہ چشمۂ لب پر[۶]
آیا ہے ترے دانتوں کے تئیں جان کے موتی

تمام عالم اگر زنگبار ہو جائے
نہ دیکھے تیغ عدو کش تری رخِ زنگار

اہل جوہر نہیں فراغ نصیب[۷]
تیغ زنجیر میں ہے جوہر سے

جوں نظر اس کا جمال بے مثال
آنکھ سے اک دم جدا ہوتا نہیں

---

۵ خط کی تشبیہیں اشعار ذیل میں بھی دیکھی جائیں: ۳۱/۱۲ ۵۸/۱۶ ۶۲/۱۰ ۱۲۷/۹ ۱۳۱/۱۳ ۱۳۱/۱۷

۶ ۱۴۱/۱۴ اور ۱۶۷/۸ بھی خال کی تشبیہ میں ہیں۔ ولی کا شعر ملاحظہ ہو:

"ترے لب ہیں بہ رنگِ حوضِ کوثر محشرِ خوبی
یو خالِ عنبریں تس پر بلال آسا کھڑا دستا"

۷ شعر ۱۹۱/۹

سرکشوں سے نہ رکھ اُمید تو تّبع جوشش — کب قدم بوس کو خارِ سرِ دیوار آئے

سراپا[۵۵] معنیِ باریک ہے زلف دراز اُس کی — بجا ہے اہلِ معنی پہ مطوّل مختصر ہوئے

اہلِ رقم کو چین نہیں ہے جہان میں — دیکھو قلم کو ہے سفر انگشت کے تلے

مقلّد اہلِ معنی کا نہ ہوئے صاحبِ معنیٰ — صنوبر اہلِ دل ہے پر اُسے کون اہلِ دل جانے

تا نہ تو زور کرے ہاتھ میں آتے ہی بہ خوف — قطرۂ خوں رگِ یاقوت سے جاتا ہے ٹپک

تاب[۵۶] کھائے ہے کمر یار کی یوں وقتِ خرام — شاخِ گل باغ میں جس طرح سے جائے ہے لچک

سربلندی[۵۷] نہیں کچھ خوب زمانے میں کہ دیکھ — ماہِ نو فرق پہ گردوں کے ہے مانند کجک

معرفت کے اشعار بہ کثرت ہیں، اور یہ تقلید درد کا اثر ہے۔ ان اشعار سے اسلامی تصوف کے اعمال و نظریات سے کچھ نہ کچھ واقفیت[۵۸] کا تو پتا چلتا ہے، لیکن ان میں وہ سرمستی اور بے خودی نہیں، جو صوفیانہ اشعار کو ان لوگوں کے لیے بھی دلکش بنا دیتی ہے جو تصوف سے چنداں مس نہیں رکھتے۔ یہ امر بھی قابل ذکر ہے[۵۹] کہ وحدت الوجود کا مسئلہ

---

۵۵ "مطوّل کو کرے ہے مختصر زلف درازاں" سودا۔ ۵۶ و ۵۷ سودا کے اشعار ذیل:

"نازو دستِ حنا بستہ کی ایسی حرکات — شاخ میں گل کی پون بہنے سے جوں آئے لچک"

"شوکت و شان کہوں کیا میں ترے ہاتھی کی — چرخ پر جوں مہِ نو ماتھے پہ یوں اُس کے کجک"

۵۸ ۲۱۹/۱۴، ۲۰۷/۲، ۱۸۵/۱۱، غزل ۲۸۹ ص ۱۰۰، ۱۴۱/۴، ۲۸/۱، ۵۹ ۱۵۷/۱ کہا جا سکتا ہے کہ اس شعر میں وحدت الوجود کی طرف اشارہ ہے، لیکن جوشش اس عقیدے کے ہوتے تو لفظ 'مخلوق' استعمال نہ کرتے۔ ان کا اصلی خیال غالباً شعر ۱۵۸/۵ میں منظوم ہوا ہے۔

ان کے یہاں مطلقاً نہیں پایا جاتا۔ جوشش نے 'واقف اسرار' ۸/۱۰ اور خدا کے سوا کل امور سے بے تعلق ۶/۳ ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ ان کا "مذاقِ درویشانہ" مسلّم (ص ۲۳۲ مثنوی، و ۸/۲۱۷)، لیکن ان کی آخری منزل غالباً وہ تھی جس کی طرف ان اشعار میں اشارہ ہے:

"نہ آئینہ ہوں نے شکل گوہر — ولیکن میں پرستار صفا ہوں"
"صاف ہوتا ہی نہیں زنگ تعلق ہیہات — دل کے آئینے کو ہر چند جلا دیتے ہیں"

اخلاق کی طرف یہ تصوّف کی راہ سے آئے ہیں، اس لیے ان کی اخلاقی تعلیم وہی ہے جو صوفیہ کی ہے، یعنی تسلیم و رضا، فقر و فنا، صبر و توکل وغیرہ۔ جبر و اختیار کا مضمون ایک دو جگہ سے زیادہ نہیں ملتا، گو 'تقدیر' کا مضمون زیادہ باندھا ہے، جو دراصل اس سے مختلف نہیں۔ غیرت اور ہمّت کے مضامین بھی پائے جاتے ہیں، لیکن اس سپاہی زادے کے یہاں جو غالباً خود بھی سپاہی[۵] رہ چکا ہے شجاعت اور سرفروشی کے مضامین مفقود ہیں۔ حق نمک[۶] ادا کرنے کا مضمون کئی جگہ عاشقانہ انداز میں نظم کیا ہے۔ اور یہ عجب نہیں کہ خاندانی روایات کا اثر ہو۔ خالص فلسفہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ عام زندگی پر نقد و نظر، اور عملی زندگی کے متعلق ہدایات بھی کہیں کہیں ملتی ہیں۔

کیا فکر تو کرتا ہے اس فکر سے کیا ہوگا — ہوئے گا وہی جو کچھ قسمت میں لکھا ہوگا

۵؎ قصائد اور غزل کے بعض اشعار سے فنونِ جنگ سے کچھ واقفیت کا پتا چلتا ہے ۶؎ ۶/۲، ۱۲/۳۳، ۱۲/۱۷، ۱۰/۸۵، ۴/۱۹۶ (اُن لبوں سے کہیں کہ کام نہیں — اتنے بھی تو نمک حرام نہیں" دل)

بندے کہلاتے ہیں راضی بہ رضا ہیں جوشش ہوگی جو اُس کی رضا وہ ہی کیا کیجیے گا

کشادِ کار اُس سے چشم مت رکھ جو کوئی باتیں کرے آنکھوں کو کر بند

غیرت یہ مقتضی ہے کہ لے غنچہ باغ میں مرجھا ہی جا پہ منتِ بادِ سحر نہ کر

اوروں کی عیب جوئی اپنا ہنر نہیں ہے اپنے ہی عیب جو ہیں یہ ہے ہنر ہمارا

جہان خواب تماشا جہان کا سب خواب خیال خوب کیا تو خیال اپنا ہوں

کہتے ہیں فاعل مختار ہے بندہ لیکن خوب دیکھا تو یہ مجبور ہے مختار نہیں

یاں برے اور بھلے ایک سے ہیں نظروں میں جو برا چاہتے ہیں ان کا بھلا چاہتے ہیں

جب تک اس میں غم دنیا ہے یہ دل شاد نہ ہو چغد جس گھر میں ہو وہ گھر کبھی آباد نہ ہو

گر آرزو ہے دل میں اتنی ہی آرزو ہے تاراج بے نیازی اقلیم آرزو ہو

فرہاد یہ بے فائدہ خارا شکنی ہے گھر کیجیے کسی دل میں یہی کوہ کنی ہے

محققوں سے یہ نکتہ مجھے ہوا معلوم خلاف طبع جو ہوئے وہی جہنم ہے

کیا فائدہ جو شکوۂ ایام کیجیے راضی رضا پہ رہیے اور آرام کیجیے

جوشش کوئی ہزار کرے یاں مخالفت اپنی طرف سے تو نہ کسی سے بگاڑیے

اگر اوج آرزو ہے مشق وضع لاابالی کر بگولے کو کیا ہے سرکش اتنا خاک اڑانے نے

مر گئے جوشش اسی دریافت میں کیا کہیں ہے کون سی شے زندگی

مجھ سے جوشش تو کچھ سبب مت پوچھ ق واں سے آنے کے یاں سے جانے کے
چپ[۱۱] ہی رہ جا یہ کھیل ہیں پیارے اُس کی قدرت کے کارخانے کے

تصوف سے قطع نظر کر کے مذہبی عقائد کا اظہار غزل میں انھوں نے ایک آدھ ہی جگہ کیا ہے ۴۴/۴ ، رباعیوں اور قصیدوں سے ان کے عقائد وہی معلوم ہوتے ہیں جو ان کے عہد میں راسخ العقیدہ مسلمانوں کے تھے ۔ بعض اشعار جو حالات کے ذیل میں نقل ہو چکے ہیں تشیع پر مشعر ہیں ، لیکن شعر ذیل سے تسنن مترشح ہے۔ اہل تشیع رویت باری کے قائل نہیں۔

”نہیں معتقد جو ترے دید کا دوانا ہوں میں اُس کی فہمید کا“

کلام سے پتا چلتا ہے کہ کم از کم ابتدائے شباب میں رند مشرب ضرور تھے ، نورتن نامی رقاصہ کی شان میں مثنوی لکھی ہے ، اور ہولی کی تصویر تو سراسر رندانہ انداز میں کھینچی ہے۔ رباعی شمار ۲۰ سے کسی زمانے میں شغل شراب[۱۲] کا بھی ثبوت ملتا ہے ۔ عمر کے ساتھ معلوم

---

[۱۲] ۹۵/۹ ، ۱۱/۷ ، ۱۵/۸ ، ۵۴/۱ ، ۱۴/۱۲ بھی ملاحظہ ہوں ۔ جوشش اپنے پیش کردہ معیار اخلاق پر خود کس طرح اترتے ہیں اس کا اندازہ غزل ۱۰۹ ص ۳۹ کے شعر ۴ اور مقطع کے دیکھنے سے ہو سکتا ہے۔ کہاں تو یہ بلندی کہ خدا سے بھی دعا نہیں کرنا چاہتے اور کہاں یہ پستی کہ غزل کے صلے کے طالب ہیں ؛ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ کلام زمانے کے اعتبار سے مدوّن نہیں ہوا بہ خوبی ممکن ہے کہ یہ غزل ابتدا کی ہو ، بعد میں ان کے قول و فعل میں اتنا نمایاں تضاد باقی نہ رہا ہو ۔

[۱۳] خمریات ان کا خاص مضمون نہیں ، تاہم اشعار ذیل ملاحظہ طلب ہیں : ۱۱۹/۴ ، ۴۱/۲ ، ۸۱/۱۵ ، ۱۹۲/۹ ، غزل ۱۰۶ ص ۳۸

ہوتا ہے کہ ان کی طرزِ زندگی میں بھی تغیر ہوا تھا۔ غزلوں میں قطعۂ ہولی کا انداز[۱۴] شاید ہی کہیں ہو۔ رباعی مذکورۂ بالا بھی یہ بتاتی ہے کہ شراب سے توبہ کرلی تھی، لیکن یہ باور نہیں آتا کہ کسی زمانے میں بھی زاہدِ خشک ہو گئے ہوں۔ تصوف کی طرف اِن کا میلان اس کی کافی ضمانت ہے۔ جوشش بچپن ہی سے اسلام کی طرف مائل تھے۔ اس لیے سنِ تمیز پر پہنچنے پر جب انھوں نے باقاعدہ اسلام قبول کرلیا تو اس سے اُن کے نقطۂ نظر پر کوئی خاص اثر نہیں پڑا۔ یہی وجہ ہے کہ ان میں نہ غلو و تشدد ہے اور نہ انھوں نے اپنے آبائی مذہب کو نشانۂ تعریض بنایا ہے۔ دیوان میں تبدیلِ مذہب کی طرف کہیں اشارہ نہیں، ہاں عام شعرائے اردو کی طرح کہیں دیر و حرم کی[۱۵] تفریق مٹائی ہے، کہیں کفر کو اسلام پر ترجیح دی ہے، اور کہیں "زلف کافرکیش کی بندگی میں" مسلمان سے ہندو ہو گئے ہیں ۱۳/۱۰۔ اگر خارجی طور پر علم نہ ہوتا تو ان کے دیوان کو دیکھ کر یہ کہنا ناممکن تھا کہ یہ تو مسلم ہیں:

سوئے حرم یا طرف بت کدہ ق الغرض اے شیخ جدھر جائیے
دونوں جلوہ گہِ یار ہے خواہ ادھر خواہ اُدھر جائیے

چشمِ وحدت سے گر کوئی دیکھے بت پرستی بھی حق پرستی ہے

انسان تو ہی صورتِ حق کعبے میں کیا ہے اے شیخ بھلا کیوں نہ کروں سجدے بتاں کو

رفتہ رفتہ بندگی میں زلف کافرکیش کی تھا تو یہ جوشش مسلماں لیک ہندو ہوگیا

---

[۱۴] ۸۷/۱۷، ۵۱/۱۳، ۹/۱۲۔ [۱۵] لیکن ۲۳۷/۹ "ہو کے بے خود کہوں رحیم کو رام" مثنوی ص۲۴۴ اور "کلوخ ہاتھ نہ آئے بہ جز سرِ کفار" قصیدہ

ملکی مضامین اور ہندوانہ تلمیحیں اس قدر کم ہیں کہ نہ ہونے کے برابر ہیں نظیر کا تو ذکر ہی کیا ہے، سودا اور انشا بھی اس معاملے میں ان سے بہت آگے ہیں۔ لے دے کر جو کچھ ملتا ہے (قطعۂ ہولی کے علاوہ) یہ اشعار اور مصرع ہیں:

ہجوم گریہ میں یوں آہِ سوزاں دل سے نکلے ہے — کوئی جس طرح سے گاتا ہو دیپک راگ پانی میں
ساون کی رات تجھ بن گزرے ہے اس طرح سے — اِیدھر صدائے گریہ اودھر صدائے باراں
"اُس کو ہے عزم سفر بارش شگوں اچھا نہیں" ١٣٠ — "جیسا ہے اس برہمن زادے کے قشقے کا الف" ٨٠
اڑتی ہوئی دیکھوں ہوں تری چنگ ہوا پر ٥٠ — "اے کاش ترے ہجر میں یہ آنکھ نہ پھڑکے" ١٨٠
"کودنے اور اچھلنے لگے اگیا بتیال" ٢٤٢ — "دو خصم دیں کہ جو دس سر کا ہوئے جوں راون" ٢٥٤
"بارے تب اس سے رام رام ہوئی" ١٩٨ — "مہر اور ماہ کی افلاک بجائے خور دک" ٢٥٠
"دانتوں میں مسّی براجے آنکھوں میں کاجل لیسے" ٢٠٥ — "بجو باورا ص٢٣٥"، "پیراہن ململ" ص٢٠٥

سودا کی طرح جوشش کی غزلوں میں بھی تنوع مضامین پایا جاتا ہے۔ اس صورت میں ظاہر ہے کہ عشقیہ اشعار کی وہ کثرت نہیں ہو سکتی جو اُن غزل گویوں کے یہاں ہے جن کے نزدیک غزل صرف عشقیہ مضامین کے لیے مخصوص ہے۔ جوشش کی غزلوں میں معشوق حقیقی اور معشوق مجازی دونوں سے خطاب ہے۔ منتخب اشعار میں تتبع درد کا اثر نمایاں ہے۔ اور ان میں درد[1] کی کمی نہیں،

---

[1] جوشش کا دعویٰ ہے کہ: "سوزِ کلام جوشش برقِ ہر انجمن ہے" ص٦، "جوشش ترا کلام بھی کیا دردناک ہے" "لگتی ہے چوٹ دل کو ترے ہر سخن کے بیچ"۔ علی ابراہیم کا قول بھی ملاحظہ ہو۔ دیوان میں برہمن بچے، فرنگی بچے، کابلی بچے سے دو چار جگہ مڈبھیڑ ہو جاتی ہے لیکن، کلام کا بیشتر حصہ ایسا ہے جس میں جنس کی تخصیص نہیں۔ ضمیریں البتہ مذکر استعمال کی ہیں۔

لیکن کلام کے بیشتر حصّے کے متعلق یہ دعویٰ نہیں کیا جا سکتا۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ جوشؔ کو معنی بندی کا شوق ہے، اور دوسری یہ کہ منتخب اشعار سے قطع نظر کرکے ترنم میں وہ گہرائی نہیں جو کلام میں درد پیدا ہونے کے لیے ضروری ہے۔ ان کا لہجہ عموماً سنجیدہ ہے، بوس وکنار کے مضامین باندھے بھی ہیں تو ان میں زیادہ[۲] عریانی نہیں۔ آداب عشق کی رعایت عموماً ملحوظ رکھی ہے، محض چند اشعار ایسے ہیں جن میں ان سے انحراف[۳] کیا ہے۔ طنز آمیز مضامین کم ہیں، معشوق کے ظلم کا شکوہ ہے لیکن غزل میں واسوخت کا رنگ پیدا ہونے نہیں دیا، معشوق کے رنگ روپ، بناؤ سنگار، شوخی وشرارت، ناز وادا، عشوہ وکرشمہ کا بیان زیادہ نہیں اس کے لیے مصورانہ چابک دستی کی ضرورت ہے اور یہ جوشؔ کا نمایاں وصف نہیں:

کیا بہارِ حسن پر موقوف میرا عشق ہے	جب تلک جیتا ہوں میں ہوں اور تیرا عشق ہے
کیا تجلّی ہوئی اے عشق ترے آنے سے	نور کے اڑتے ہیں تکّے مرے کاشانے سے
راغب نہ ہو طبیعت گو حور روبرو ہو	اپنی یہ آرزو ہے دنیا ہو اور تو ہو
ہزار پیار کرے گا ہزار چاہے گا	مری طرح نہ کوئی تجھ کو یار چاہے گا
چمن میں یار بن رہنے کو تو کیا ہے رہا کیجیے	ولیکن جی نہیں لگتا ہمارا اس کو کیا کیجے
چشم پُر آب ہے لب خشک دماغ آشفتہ	زورِ عالم ہے غرض دل کی گرفتاری کا

۳؎ ۸۶/۲۶، ۵۱/۱۳، ۹/۱۲، ۱۸/۸، ۱۱/۸، ۵۴/۲، ۱۸۶/۹، ۱۱۲/۲ رباعی ۱۰ میں معشوق سے خطاب ہے تو قابل اعتراض کر عاشق کی فرومایگی کے مضامین بھی بہت کم ہیں ۱۵۸/۴، ۱۵۷/۱۱

آہ رکتی نہیں اور اشک بہا جاتا ہے
چپ تو رہیے پہ کوئی ہم سے رہا جاتا ہے

لذتِ وصل تصور میں اٹھا رہتے ہیں
گو کہ ظاہر میں سدا اُس سے جدا رہتے ہیں

رہتا ہوں اُس کے سایۂ تیغِ نگاہ میں
کرتا ہوں زندگی میں اجل کی پناہ میں

جو کچھ دن ہم نے دیکھے ہیں ترے ہاتھوں زمانے میں
فلک ایسے کسی کے کب بُرے ایّام ہوتے ہیں

اگر چاہیں نہ بولیں اُس سے ہم یہ ہو نہیں سکتا
وگر کچھ بولتے ہیں تو ابھی بدنام ہوتے ہیں

مرے دم میں کہ جب تک دم رہے گا
یہی رونا یہی ماتم رہے گا

کہاں تک یہ غرورِ حسن ظالم
ہمیشہ کیا یہی عالم رہے گا

وہ زمانہ کیا ہوا جو مرے گریے میں اثر تھا
یہی چشم خوں فشاں تھی یہی دل یہی جگر تھا

ہر ایک خارِ بیاباں رکھے ہے نوکِ زباں
یہ ماجرا ہے ہماری برہنہ پائی کا

اے رخصتِ بہار یہ حسرت ہی رہ گئی
دل کھول کر چمن میں کبھی ہم نہ رو لیے

حال دیوانوں سے اپنا کم نہیں
تم نے جو دیکھا تھا سو اب ہم نہیں

خوب اس جینے نے ہم کو خوش کیا
اپنے مرنے کا ہمیں کچھ غم نہیں

کہیو میری طرف سے اے قاصد ق
اُس کی محفل میں تو اگر گزرے

کسی دشمن کو بھی نہ روزی ہو (کذا)
دن جو کچھ تیرے دوست پر گزرے

روٹھ بیٹھا ہے مجھ سے وہ جوشش ق
کوئی جا کر اُسے یہ سمجھائے

آرزو ہی میں تیرے ملنے کی
آہ کیا یہ غریب مر جائے

نصیبوں کی کہاں تک کہیے خوبی ق جو اُس کے پاس جوشش لے گیا دل
تو وہ منہ پھیر کر جھنجھلا کے بولا اٹھا بھی تحفگی رکھتا ہی کیا دل
جوشش اُس بے رحم سے اتنا تو اب پوچھے کوئی غیر کا شکوہ کیا تھا تو نے کیوں مانا بُرا
ہو جائے حرفِ شکوہ لبِ زخمِ دل سے دور اتنا نمک بھی تیرے نمک دان میں نہیں
اک بار دیکھنے نہ دیا اُس کو بھر نظر سو بار اُس تلک دل بے تاب لے گیا
نہ آنا، نہ خط، نے کبھی کچھ زبانی غریبوں پر اتنی بھی نامہربانی
بہ جائے خار تمام اس میں غنچہ و گل ہو جو شاخ گل کی نہ آرامگاہ بلبل ہو
نہ پھولتے ہیں شگوفے نہ غنچے کھلتے ہیں چمن میں شور پڑا کس کے مسکرانے کا
اس ادا کا ہوں تیری دیوانہ دیکھنا مجھ کو اور چھپ جانا
اے بتاں کرتے ہو کیوں بوس و کنار آپس میں ایسی باتوں کا مرے دل میں تو ارمان نہیں
ہمیں خود کچھ تو وہ کہتے نہیں مارے مروت کے شرارت سے بتاں غیروں کے تئیں سنکار دیتے ہیں
وہ آپ آزردہ ہوتا ہی گلہ آمیز باتوں سے ہماری بات کو اغیار ناحق مار دیتے ہیں
کیوں نہ دیوانہ ہوں جوشش دیکھ اُسے جس شوخ کے دانتوں میں مستی براجے آنکھوں میں کاجل بسے
جس سرزمیں پہ رکھ وہ سروِ رواں چلے قمری و فاختہ ہی کے سائے میں واں چلے
آئے دو چار باتیں دل آزار کر چلے کیا خوب تم عیادتِ بیمار کر چلے

سے لے گئی دل کو اُس کی محبوبی — یہ بھی اپنے نصیب کی خوبی

سودا کی طرح جوشش بھی اکثر اصنافِ سخن پر قادر ہیں۔ قصائد میں یہ اپنے مشہور معاصروں سے بہت پیچھے نہیں۔ ان کی مثنویوں میں روانی پائی جاتی ہے لیکن یہ کہنا مشکل ہے کہ کوئی طویل قصہ لکھتے تو کس حد تک کامیاب ہوتے۔ زور بیاں اور پختگی بندش ان کے یہاں بہ درجۂ اوسط موجود ہے۔ بہ کثرت غزلیں اور قصیدے (خصوصاً قصیدۂ کافیہ) اس کے ثبوت میں پیش کیے جا سکتے ہیں۔ فدوی یا ہدایت کی طرح انھیں مثل درمحاورہ بند شاعر نہیں کہا جا سکتا۔ لیکن صفای زباں اور صحت محاورہ کی بہ کثرت مثالیں دیوان میں ملتی ہیں:

لگا دے بے تامّل منہ سے اب شیشہ کہ مرتے ہیں — نشا تیرے سیہ مستوں کا اے پیرمغاں ٹوٹا

پھر گئی ہے ہوا اے میخانہ — شیشے ہنستے ہیں جام روتے ہیں

سے اشعار ذیل بھی ملاحظہ ہوں: ۲/۱۵، ۳/۱۷، ۴/۱، ۵/ق، ۶/۱۳، ۷/۳، ۸/۳، ۱۰/۱۱، ۱۰/۱۲، ۱۲/۱۰و۱۱، ۱۵/۹، ۱۸/۱۱و۱۵، ۲۱/۷و۱۴، ۲۲/۷و۵، ۳۰/۴، ۳۳/۲و۷و۸و۹، ۳۳/۱۳، ۳۴/۱۱، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۳۶/۱۰، ۴۱/۱۷، ۴۲/۱۰، ۴۴/۱۴، ۴۹/۳، ۵۴/۱۰، ۵۵/۴و۹، ۵۶/۱۱، ۵۷/۱۴، ۶۴/۱۳، ۶۶/۸، ۷۵/ق، ۸۰/۲و۱۳، ۸۹/۹، ۹۹/۱۴، ۱۰۱/۱، ۱۰۸/۱۵، ۱۱۱/۱۱، ۳، ۱۱۲/۳، ۵، ۱۷، ۱۱۳/۱۶، ۱۷، ۱۱۵/۵و۸، غزل ۱۶، ۳ صـ ۱۱۷، ۱۲۰/۱۵، ۱۲۲/۱۵، ۱۲۳/۱، ۱۳۰/۱۲، ۱۳۱/۶، ۱۳۲/ق، ۱۳۳/۱۴، ۱۳۴/۱۷، ۱۳۵/۴، ۱۳۶/۱۲، ۱۴۸/۱۶، ۱۵۳/۱۱، ۱۶۲/۷، ۱۶۳/۱۰، ۱۶۷/۶، ۱۷۰/۱۳، ۱۸۱/۱۴، ۱۹۱/ق، ۱۹۳/۱۶، ۱۹۵/۶و۷، ۱۱، ۱۹۹/۸، ۱۴، ۲۰۰/۱۷، ۲۰۱/۷، ۲۰۳/۷و۱۲، غزل ۶، ۵ صـ ۲۰۳، ۲۰۵/۵، ۱۵، ۲۰۸/۵، ۱۷، ۲۱۶/۱۶، ۲۲۱/۳، ۹، ۲۲۲/۱۳، ۱۴، ۲۲۳/۶، ۱۹۴/۱۶

بولتی ہے رات بولے صبح ہنستی ہے ہنسے ‌ ‌ ‌ اپنی تو ہے موت بے دل دار ہنستے بولتے

گھیرے یوں رہتا ہے غش دل کو ہر شب دود آہ ‌ ‌ ‌ آسماں پر جس طرح سے رات کو بادل بسے

کیوں نہ دیوانہ ہوں جوشش دیکھ اسے جس شوخ کے ‌ ‌ ‌ دانتوں میں مسّی براجے آنکھوں میں کاجل بسے

سودا کی غزلوں میں ہزل کے اشعار بہ کثرت ملتے ہیں، ان کی غزلیں اس سے بالکل خالی ہیں۔ دو مختصر مثنویاں ہزل میں ہیں لیکن ان میں پرانی حکایتوں کو نظم کر دیا ہے۔ ذیل کے اشعار ان کی ظرافت کا نمونہ ہیں۔ ایسے اشعار کی تعداد بہت کم ہے:

شیخ آزردہ نہ ہو دیکھ کے مسجد میں ہمیں ‌ ‌ ‌ سہو سے آ گئے تھے ہم اسے مے خانہ جان

بے گنہ کہتا پھرے ہے آپ کو ‌ ‌ ‌ شیخ نسل حضرت آدم نہیں، (د ۱۶۲/ق)

شیخ و زاہد کی تضحیک جوشش نے بھی کی ہے (۴۲/ق، ۹۹/ق، ۲۵۹/۱۱) لیکن ایک آدھ شعر سے قطع نظر کر کے ان کے اشعار میں ابتذال پیدا نہیں ہونے پایا۔ ٹکا ری کی ہجو اشخاص کی نہیں، محض ایک مقام کی ہجو ہے۔ تعلّی کے شعر کہے ہیں (۳/۲، ۱۱۱/۵) لیکن کسی دوسرے شاعر پر چوٹ نہیں کی۔

ان کے عہد میں بہار و بنگالہ میں جو انقلابات رونما ہوئے ان کی طرف ان کے کلام میں کوئی اشارہ نہیں۔ زمانے کی شکایت کی ہے، زندگی سے بیزاری کا مضمون بھی نظم کیا ہے، لیکن ایسے مضامین کم و بیش ہر شاعر کے یہاں ملتے ہیں۔

جوشش اپنے کلام سے ایک سلیم الطبع اعتدال پسند آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ اگر اس کے ساتھ فلسفیانہ بالغ النظری بھی ہوتی تو ان کے کلام میں ایک خاص رنگ پیدا ہو جاتا۔ اس کے بغیر ان کی اعتدال پسندی ان کی شاعری کے لیے چنداں مفید ثابت نہیں ہوئی۔ ان کا تخیل مصوّرانہ نہیں، مغنّیانہ ہے۔

اور مشاہدۂ عالم کا انھیں اتنا شوق نہیں، جتنا مطالعۂ باطن کا ہے۔

جوشش کی شخصیت کے متعلق اس رائے سے اتفاق کیا جائے یا اختلاف رائے قائم کرنے میں امورِ ذیل کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے: (۱) شعرائے اردو وارداتِ قلبی اور معتقداتِ ذاتی کو رسمی اور تقلیدی مضامین کے ساتھ اس طرح مخلوط کر دیتے ہیں کہ اکثر دونوں میں تمیز کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ (۲) وہ مضامین جن کی ذمہ داری قبول کرنے کے لیے شعرا آمادہ نہیں ہوتے، اکثر ان کے اصلی میلانات کو ظاہر کرتے ہیں۔ (۳) کلام کی تدوین زمانے کے لحاظ سے نہیں ہوتی اس لیے اس کا پتا چلنا مشکل ہو جاتا ہے کہ شخصیت کا نشو و نما کس طرح ہوا۔ (۴) جوشش کے حالاتِ زندگی سے ہمیں بہت کم واقفیت ہے، اس لیے کلام کی بنا پر جو رائے قائم کی جائے اُس کے جانچنے کے لیے ہمارے پاس کوئی معیار نہیں۔

غیر مقبول بحروں میں صرف دو غزلیں ہیں۔ بحرِ منسرح مثمن مطوی منحور میں " یار جو ہے کر بے وفا" الخ، ص۱۶۵۔ بحرِ ہزج مسدس سالم میں " اگر منظور تجھ" الخ ص۲۱۶۔ مترنم بحروں میں کم غزلیں ہیں۔ بحرِ متقارب شانزدہ رکنی مقبوض اثلم میں صرف ایک غزل ہے: " تمھاری صورت" الخ ص۲۱۷۔ بحرِ متدارک مقطوع شانزدہ رکنی صرف ایک غزل: "جیتے ہی جی گر" الخ ص۲۵۱۔ میر کی محبوب بحر میں جو چھند سے لی گئی ہے ایک غزل نہیں، اور یہی حال بحرِ کامل کا ہے۔ ردیف و قافیہ: (۱) واو مجہول و معروف شور و لوز ص۱، یائے مجہول و معروف سیر و تقدیر ص۱۳۳ (۲) آوردہ اور پژمردہ ص۱۵۲، دل شدوں، حاسدوں، امردوں، ص۱۸۱، توانا، شانہ ص۳۲ یہ قوافی اب بھی جائز ہیں (۳) جوشش نے رسالۂ قافیہ میں

قریب المخرج حروف کا قافیہ معیوب قرار دیا ہی، لیکن اثر اور گھر کا قافیہ پھر صـ۱۸۰ وحاشیہ۲ استعمال کیا ہی، سودا نے تھوڑی اور گوری کا قافیہ ایک مطلع میں روا رکھا ہی، لیکن محمد تقی، مرثیہ گو پر ایسے قوافی کے لیے اعتراض بھی کیا ہی۔ (۴) ہاتھ ساتھ کا قافیہ گات اور رات کے ساتھ صـ۲۱۹ و۲۲۰ جوشش کے زمانے میں ہاتھ ساتھ، ہائے مخلوط کے بغیر بھی لکھتے تھے (۵) دکھلائیے، اور بینائی صـ۶ اس پر وہی اعتراض وارد ہوتا ہی جو سودا کے اس مطلع پر ہی:

"عاشق تو نامراد ہیں پر اس قدر کہ ہم   دل کو گنوا کے بیٹھ رہے صبر کر کے ہم"

(۶) خشن ۲۵۳ قافیہ بدن دفن ۔ ناگن صـ۱ قافیہ لیکن ۔ یہ گمان ہو سکتا ہی کہ خشن جوشش کی زبان پر بہ فتح ش اور ناگن بہ کسرِ گ تھا۔ بہار میں ناگن بولتے ہیں۔ (۷) ردیف میں دو جگہ ہائے معروف و مجہول کا فرق ملحوظ نہیں رکھا ہے اور سی ۹۵/۴ اور ۱۵۸/۳ (۸) لکھا اور لکھ آ، ردیف صـ۳۱ (۹) الف بہ کسرِ لام والف بہ فتح لام ردیف مصرع ۸۶/۲ (۱۰) قطعہ ہولی صـ۲۳۹ میں متعدد اشعار کی ردیفیں بے کار معلوم ہوتی ہیں اور یہی حال مصرع ۱۴۲/۴ کی ردیف 'سنگ' کا ہی (۱۱) متعدد غزلیں ایسی کہی ہیں جن میں صرف قافیے ہیں، ردیف نہیں صـ۱۵۲ و صـ۱۵۳ وغیرہ (۱۲) ایک غزل صـ۲۹

"جہاں میں بادۂ عشرت پیا پیانہ پیا   سلوک بخت نے ہم سے کیا کیا نہ کیا"

میں یہ التزام کیا ہی کہ ردیف سے پہلے قافیہ دو بار آتا ہی اور اس کے بعد ایک بار، تین غزلوں میں "کی ہی ترے دیوانوں" الخ صـ۶۲، "کیوں نہ ہوں ہم نفساں" الخ صـ۸۵،

اور "آئے سو سو طرح" الخ ص۹۵ میں قافیہ ایک بار ردیف سے پہلے اور ایک بار ردیف کے بعد آتا ہے۔

پچاس سے کم زمینیں نہیں جو سودا سے لی ہیں۔ درد کی زمینوں میں بھی دس بارہ غزلیں ہیں۔ اور چار پانچ غزلیں میر کی زمینوں میں بھی مل جائیں گی۔ سودا کی تقلید میں مشکل زمینیں بھی اختیار کی ہیں۔ اور ان میں ناکامیاب نہیں رہے۔ غزل ہائے ذیل ملاحظہ ہوں: غزل ۱۰۶ و ۱۰۸ ص۳۸، ۱۲۲ ص۴۴، ۱۷۰ ص۶۲، ۱۸۶ ص۶۹، ۱۹۰ ص۷۰۔ خود جوشش کی نکالی ہوئی زمینوں میں شگفتگی کم ہے لیکن شاید ہی کوئی زمین ایسی ہو جس کے ردیف و قوافی رکیک اور غیر شاعرانہ ہوں۔

حروف علت جوشش کے یہاں بھی دبتے اور گرتے ہیں: "اے بلبل لطف دیکھ اس سادہ رو کا" ص۵۔ سودا نے 'اے' کے اس طرح استعمال کیے جانے پر اعتراض کیا ہے، لیکن اس کے شاگرد راقم اور میر حسن کے یہاں اس کی مثالیں ملتی ہیں۔ محمد عابد دل عروض الہندی میں اسے جائز سمجھتے ہیں۔ انھیں ۱۱/۱۸، تئیں ۲۱/۱۴، کریں ۲۳/۲۴، سوا ۲۷/۱۴، گئے ۲۹/۲، جالینوس ۳۳/۳۲، کوئی ۳۵/۱۸، ابرو ۳۵/۲۵، اعضا ۳۹/۲۶، ہوئی ۴۸/۴۴، میاں ۸۶/۴، ہوئے ۹۶/۲۹، اور ۱۰۴/۱۷، گئی ۱۳۹/۲۹، پیالہ ۱۹۴/۹، اوپر ۲۳۳/۲۱۔ ہ کے گر جانے کی مثالیں بہت پائی جاتی ہیں: آپ ہی ۹/۲۶، نہیں ۱۹۵/۸، خاک ہی ۲۴۰/۱۱، ہر مصرع ہیں ضمیمہ۔ ہ کا اظہار نہیں ہوتا: جاگہ ۲۳۴/۳ "نہ ملی جاگہ ہم کو رہنے کو" بادشہ ۲۵۶۔ اک، مرا، ترا، مری، تری، مرے، ترے، دوانا، بگانا ود کو مرتب نے

مستقل لغات قرار دیا ہے۔ 'وہ' کے متعلق یہ التزام کیا گیا تھا کہ اگر 'ہ' تقطیع میں نہ آئے تو 'و' لکھا جائے، لیکن کاتب نے اسے قائم نہ رکھا۔

جوشش نے مختفی ہ کو الف کی طرح بھی استعمال کیا ہے: سادہ رو ۷۰، جامہ زیب ۱۳۸، پاؤں، فاع کی جگہ 'فعلن' کے وزن پر ۱۲۸/۱۶، اور 'پیاری' فعلن کی جگہ فعولن کے وزن پر بھی ۲۱/۸ ملتا ہے۔ صنائع میں مراعات النظیر جوشش کو بہت پسند ہے۔ ان کا ایک شعر ہے:-

وہی شاعر مسلّم ہے اسے جوشش
جو اک کو دوسرے مصرع سے دے ربط

اس سے غالباً یہ مطلب ہے کہ لفظی حیثیت سے ایک مصرع کی دوسرے مصرع میں رعایت کی جائے۔ ان کا ایک شعر تھا۔

دیکھ کر رنگ صنم تیری جفا کاری کا
کوہ کن ہو تو نہ دم مارے وفاداری کا

پہلے مصرع میں کوہ کن کی رعایت نہ تھی۔ انھوں نے اس کو اس طرح بدل دیا، دیکھے تیشہ جو کبھی الخ (مصرع ۴۸/۳ کے متعلق حاشیہ ۳ بھی ملاحظہ ہو) اس کے علاوہ ایہام، طباق، اشتقاق، تجنیس وغیرہ کی بھی مثالیں ملتی ہیں: اشعار ۲۱/۵، ۱۰۹/۸، ۱۲۰/۱۶، ۱۷۰/۵، ۱۷۸/۱۲

اس وقت تک یہ دکھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ فکر جوشش کن کن حدود کے اندر کام کرتی ہے۔ اس سے یہ اندازہ بھی ہو گیا ہو گا کہ جوشش کا کوئی خاص طرز نہیں لیکن ان کے کلام میں معائب بھی ہیں یہاں پر محض چند مثالوں پر اکتفا کیا جاتا ہے اور مثالیں حاشیہ حصہ ۲ میں ملیں گی۔ یہ مثالیں ایسی اور اتنی نہیں کہ جوشش اپنے معاصروں کے سامنے سرنگوں نظر آئیں:

تعقید ۹۵/۱۱، دعوے کا ثبوت نہ دینا ۱۶۱/۹، (سودا کا شعر حاشیہ ۱) بعض مقامات پر ضروری الفاظ کا ترک ۲۲۰/۱۰ نامناسب یا غلط الفاظ کا استعمال ۶۹/۸

حواشی

صفحوں کا شمار نشان ——— کے اوپر ہی، اشعار یا مصرعوں کا شمار اس کے نیچے یا اس کے بعد ہی۔ حصۂ اول، دوم وسوم میں اشعار کے شمار دیے گئے ہیں ۔ باقی حصّوں میں مصرعوں کے ۔ قوسین کے اندر اشعار کے شمار ہیں کسی شعر کا شمار اگر قوسین کے اندر پایا جائے تو اس سے یہ مطلب ہی کہ وہ شعر یا تو کسی شعر کا جس کا حوالہ دیا گیا ہی، ہم معنی یا قریب المعنی ہی یا اس کے سمجھنے میں اس سے مدد ملتی ہی۔

حصّہ ۱ : جوشش نے اساتذہ کے کلام سے استفادہ کیا ہی۔ ان کے بہت سے شعر اساتذہ کے اشعار سے ماخوذ معلوم ہوتے ہیں، انھوں نے لفظی یا معنوی حیثیت سے کبھی کبھی شعر کا مرتبہ بڑھا بھی دیا ہی، جیسا کہ مثالوں سے ثابت ہوگا ۔ جوشش کو نشانۂ ملامت بنانے سے پہلے یہ دیکھ لینا چاہیے کہ شاہ گلشن کے مشورے پر دوسرے شاعروں نے کس حد تک عمل کیا ہی

لاعلاجی ہی جو رہتی ہی مجھے آوارگی ۲۲۲/۱۲ کیجیے کیا میر صاحب بندگی بے چارگی۔ میر

سودا	کسی کی مرگ پہ اے دل نہ کیجے چشم تر ہرگز	۲۱۷/۱۶	بہت سا رو دیئے اُن پر جو اس جینے پہ مرتے ہیں
سودا	چہرۂ مہروش ہے ایک سنبل مشک فام دو	۱۶۱/۹	حسن بتاں کے دور میں ہے سحر ایک شام دو
سودا	کر ذبح شتابی مجھے صیاد کہ یہ صید	۲۰۴/۶	ہاتھوں ہی میں تیرے کہیں مردار نہ ہوئے
ولی	آغوش میں آنے کی کہاں تاب ہے اُس کو	۱۵۶/۱	کرتی ہے نگہ جس تنِ نازک پہ گرانی
سودا	نطق کہتا ہے مرا آج یہ ہر ناطق سے	۱۶/۱۴	آن کر مونٹ ابھی طوطی کے لب جاؤں گا
"	اک خلق کی نظروں میں سبک ہو گیا لیکن	۱۴۲/۱	کرتا ہوں میں اب تک تری خاطر پہ گرانی
درد	کیا ہوا مر گئے آرام ہے دشوار ہنوز	۶۶/۸	جی میں تڑپے ہے بُری حسرت دیدار ہنوز
قائم	مجھ سا جہاں میں کوئی آشفتہ تر نہیں	۶۰/۱۴	ہے یوں تو زلفِ یار بھی پر اس قدر نہیں
سودا	حیف اِس گلشن میں عاشق سے کوئی راضی نہیں	۴۸/۲	گل سدا بلبل سے ناخوش مجھ سے تو نت بے دماغ
"	ہوئے نہ ملک عشق سے کم رسم داغ دل	۸۹/۹	روشن رہے ہمیشہ الٰہی چراغ دل
"	ہے شرطِ درد یوں کہ بہ جز حکم عندلیب	۹۱/۶	کوئی کسی مزار پہ ہرگز نہ لائے دل

ضیا

جوں چنار اس جا نہ پھولیں ہیں نہ پھل لاتے ہیں ہم ۹۲/۱۶
جب مراد اپنی کو پہنچیں ہیں تو جل جاتے ہیں ہم

سودا	کیا ہی وحشت زدہ مضموں تھے جنھوں کو سودا	۱۰۱/۱۶	تو نے ہر مصرعِ موزوں میں زنجیر کیا
"	ہر چند سعی ہی میں رہا ناخن ہلال	۱۰۸/۵	کھلتی ہے پر سپہر کی کوئی کہیں گرہ
"	گردوں سے کار بستہ کھلے کیوں کہ ہے محال	"	ہرگز نہیں ہے عقدہ کشا ناخن ہلال
درد	مدت کے بعد خط سے یہ ظاہر ہوا کہ عشق	۱۲۷/۹	تیری طرف سے حسن کے دل میں غبار تھا

چمن میں باغ باں سے صبح کو کہتی تھی یہ بلبل ۹۶/۱۲ گلوں کے منہ پہ یوں چڑھتی ہے دیدہ دیکھ شبنم کا درد

نالہ ہے سو بے اثر اور آہ بے تاثیر ہے ۱۳۳/۱ سنگ دل کیا تجھ کو کہیے اپنی ہی تقصیر ہے درد

رحم کچھ آپ ہی تجھے آئے تو آئے ورنہ یاں ,, آہ ہے سو بے اثر ہے نالہ بے تاثیر ہے سودا

یار کے جب منہ کو وہ تکتا ہے سودا رشک سے ۱۳۷/۴ جی میں آتا ہے کروں میں سنگ سار آئینے کو ,,

یوں پاس بیٹھا تو جس کو چاہیے ۱۳۷/۱۴ پر جا کہ نہ دیجو یار جی میں ,,

آئے جو سیر کرنے اک بار وہ چمن میں ۱۴۲/۱۱ گل آسماں پہ پھینکیں اپنی سدا کلاہیں ,,

۱۴۵/۱۷ کسی ایرانی شاعر کا مصرع ہے: "نہ بہارِ باغ سازد نہ کنارِ کشت مارا"

ماتم کدۂ جہاں میں جوں ابر ۱۴۸/۱۷ اپنے تئیں آپ رو گئے ہم درد

افسوس اہل دید کو گلشن میں جا نہیں ۱۶۶/۶ نرگس کی گو کہ آنکھیں ہیں پر سوجھتا نہیں درد

کرتی ہے مرے دل میں تری جلوہ گری رنگ ۱۶۷/۱۴ اس شیشے میں ہر آن دکھاتی ہے پری رنگ سودا

تیری گلی میں میں نہ چلوں اور صبا چلے ۱۶۸/۱۰ یوہیں خدا جو چاہے تو بندے کی کیا چلے درد

دونوں جہان کی نہ رہی پھر اُسے خبر ۱۷۹/۱۷ دو پیالے تیری آنکھوں نے جس کو پلا دیے ,,

کدھر کو چھوڑ گئے مجھ کو ہم رہاں تنہا ۱۸۹/۸ پھروں ہوں دشت میں جوں گرد کارواں تنہا سودا

سودا کے لیے بر سرِ بازار ہوئے ہم ۱۹۷/۱۲ ہاتھ اس کے بکے جس کے خریدار ہوئے ہم ,,

ہر چند فسق میں تو ہزاروں ہیں لذتیں ۱۹۹/۸ لیکن عجب مزہ ہے فقط دل کی چاہ کا درد

ساقی تو ہم کو دینے سے کیوں جام رہ گیا ۲۲۱/۱۱ ملتا جو تھا وہ بوسہ بہ پیغام رہ گیا سودا

گرچہ وہ خورشید رو نت ہے مرے سامنے ۲۲۳/۶ تو بھی میسر نہیں بھر کے نظر دیکھنا درد

سودا چمن ہی کس کی گرفتار زلف و کاکل کا ۲۴۲/۵ کہ اس قدر ہی پریشان حال سنبل کا
" گو بر کرے اس آن میں رستم کا گاؤ سر ۲۴۷/۹ بیت الخلا کو یاد کرے سام بار بار
" قامت ایسا ہی کہ ہنگام خرام اس کے اگر ۲۵۰/۹ آگے آجائے قیامت تو یہ بولے کہ سرک
" قول پر ان کے نہ ہوتی تری ہمت جو دلیل ۲۵۴/۱۱ پوچھتا میں حکما سے ہی خلا کیوں کے محال
" سودا شراب عشق کو کہتے تھے ہم نہ پی ۲۶۳/۱۰ آخر مزہ نہ پایا اب اس کے خمار کا
ناجی دیکھ ہم صحبت کی دولت سے نہ رکھ چشم کرم ۶/۱۷ ۱۷۷/۱۱ لب صدف کے تر نہیں ہر چند ہی گوہر میں آب

میر نے 'ہم صحبت' کی جگہ 'خرد' تجویز کیا ہی، لیکن جوشش کا 'پروردہ' دونوں سے بہتر ہی۔

حصہ ۲ : طوالت کے ڈر سے محض اکثر اشاروں پر اکتفا کیا گیا ہی۔ ۲/۱۰ درد و غم کے سوا نہ میرا کوئی طالب ہی نہ مطلوب ۱۱/۸ چہرہ (۲/۱۰) نظر کھینچنا، اور شاید نگہ داشت بھی اہلِ دفتر کی اصطلاحیں ہیں۔ اہل دفتر ملازمین شاہی کے تقرر کے وقت نام کے ساتھ اور ضروری باتیں بھی لکھ لیا کرتے تھے، یہ چہرہ ہی۔ نظر کھینچنا اور نظری کرنا ایک ہی۔ نسیم لکھنوی نے اس معنی میں 'نظر کرنا' بھی استعمال کیا ہی۔" بینائی کے چہرے پر نظر کی"۔ یہ دفتر سے نام خارج کرنا ہی۔ نگہ داشت کے معنی یہاں پر حفاظت تو ہو نہیں سکتے، عجب نہیں کہ معاینۂ کا غذات مراد ہو، اس صورت میں شعر با مطلب ہو جاتا ہی، لیکن 'گو' اور 'ولے' کا کوئی محل نہیں ۱۱/۹ معشوق کی زر کشی کا مضمون جوشش نے کہیں اور نظم نہیں کیا ۱۵/۸ وصال بزرگان دین ہی کے لیے ٹھیک ہی، گو دوسرے شاعروں نے بھی اپنی موت کے لیے استعمال کیا ہی ۱۵/۱۲ 'مست' کے بعد 'خوار'

لانے سے اضافۂ معنی نہیں ہوتا ہے ۲۲/۵ قول و قرار وعدہ پیماں مرادف الفاظ ہیں،
ایک لفظ کافی تھا، لیکن اردو میں اکثر شعرا مرادف الفاظ کو اس طرح استعمال
کرتے ہیں۔ کبھی کبھی اس سے کلام میں زور پیدا ہو جاتا ہے، لیکن اکثر بے کار،
۲۲/۱ میرے نزدیک پرِ کاہ کوہ کے برابر ہے، یا یہ کہ اگر عشق نے کاہیدہ نہ کر دیا ہوتا
تو میں کوہ کو پرِ کاہ کے برابر بھی نہ سمجھتا ۲۲/۸ حباب کو دم بھر کی زندگی بھی ناگوار ہے،
عدم کے لطف کو یاد کر کے روتا ہے ۳۲/۴ دُل دل گیر، رنگیں وغیرہ کے یہاں بھی ملتا ہے
۳۳/۱۵ ن میں لے کر خط تقدیر مشتبہ ہے۔ بہ ظاہر معنی یہ ہیں کہ فرنگی زادے نے خطِ تقدیر
پر مصرعِ ثانی کی عبارت لکھ دی، جو یہ ہے اگر تم خدا کی بندگی کرنا چاہتے ہو تو میں تمھیں
اپنی بندگی سے آزاد کرتا ہوں۔ اس میں قباحت یہ ہے کہ خط آزادگی بندے کا، یہ
فقرہ بندے کی زبان سے معلوم ہوتا ہے، مالک یا دعوائے خدائی کرنے والے کی
زبان سے اچھا نہیں ۳۱/۱۷ لیکن 'لکھے' یعنی تقدیر کا کیا علاج! ۳۶/۴ جادو
کرنے اور بان مارنے کا اجتماع محلِ نظر ہے ۳۷/۶ قسمی ہونا بہ ظاہر کسی بات کی قسم
کھاتا ہے۔ عارض قرآن ہے۔ اور اس پر خط آنا گویا تلوار کو قرآن کے درمیاں رکھ دینا ہے
اور یہ معاہدۂ صلح کی ایک صورت تھی، جس کے بعد کشت و خوں حرام تھا (خط آنے
کے بعد ظلم سے ہاتھ اٹھانا شعرا کا پامال مضمون ہے) (۳۹/۲)۔ شاعر کہتا ہے کہ اس کے
بعد بھی معشوق نے قتل کر ڈالنے میں دریغ نہ کیا۔ ۴۲/۱۴ جس کا ہر وقت خیال رہتا ہے
وہ جسمانی آنکھوں کے سامنے آجائے۔ ۴۴/۸ پشت دست اپنی خوشی سے

ہتیلی کی حنا کا رنگ نہیں دکھاتی ۔ وہ اسے کیا کرے کہ 'صفا' کے باعث اِدھر کا رنگ اُدھر نظر آتا ہی ۴۴/۱۱ ہتیلی بر پشت دست رکھنا سماجت کا کوئی طریقہ ہوگا ۴۶/۲ صبح کا چاک گریباں مراد ہی ۴۶/۷ بحرِ حسن کے لیے موج ٹھیک ہی، لیکن اسے شمشیر کی کیا ضرورت ہی؟ ۴۶/۸ جو کام اہلِ معنی سے ہوتا ہی اہلِ صورت سے نہیں انجام پا سکتا ۔ موج کا کام موج کی تصویر نہیں کر سکتی ۔ ۵۰/۱ خطاب بہ خورشید ۵۱/۸ پامال میں سربلند کی رعایت ہی ۵۱/۹ موتی کے لیے 'یتیمی' افزائشِ قدر اور انسان کے لیے کس مپرسی کا باعث ہوتی ہی پہلی صورت میں اُسے گرد، قرار دینا ٹھیک نہیں ۔ موتی کی آب بھی پانی نہیں جس میں روانی کا نہ پایا جانا توجیہ کا محتاج ہو، لیکن شاعر نے 'یتیمی' اور 'آب' کے ذو معنین ہونے سے مضمون پیدا کیا ہی اور آب گوہر میں روانی نہ ہونے کا سبب یہ بتایا ہی کہ اس میں 'یتیمی' کی گرد جمع ہو گئی ہی ۵۱/۱۲ معشوق گل ہی اور گل گلے نہیں ملتا ۔ یہ جو ایسا نظر آ رہا ہی محض نظر بندی ہی ۵۳/۱ 'یہ بھی' امتیاز کر، زبانِ حال کے خلاف ہی ۵۴/۲ اس شعر میں رعبِ حسن کی اتنی تعریف نہیں جتنی رستم کی بزدلی کی مذمت ہی ۵۹/۱۲ بہ زور، محلِ نظر ہی ۔ ۶۲/۱۶ خاکستر میں لطف اٹھانے کا مادّہ نہیں لیکن رندی و مستی وہ چیز ہی کہ صرف اُس کے تذکرے سے بھی رنج و غم باقی نہیں رہتا ۔ اگر اس کا ذکر خاکستر کے گوش زد ہو تو وہ بھی جل بھُن کر خاک ہو جانے کی مصیبت بھول جائے اور باوجود اس کے کہ اس میں لطف اٹھانے کا مادّہ نہیں، اس کی نظر میں گلخن بزمِ نا و نوش بن جائے ۶۳/۱ داغِ پرِ طاؤس کی نیرنگی کا باعث اسے

قرار دیا ہی کہ وہ ہم آغوشِ خاکستر ہی ، اور خاکستر میں آگ کی حرارت کو فرض کر لیا ہی۔ اور آگ کے وجود کے لیے سوزِ دل کو۔ شاید مطلب یہ ہی کہ طاؤس کے نقش و نگار کا اصلی سبب اس کا سوزِ دل ہی ۶۲/۱۵ انتشار۔ پریشانی۔ باعثِ انتشار کو انتشار کہا ہی، عمر کی جگہ زندگی بہتر ہوتا ۶۳/۲ ہزار چنگاری پر چنگاری ہو مگر خاکستر کا وجود باقی رہتا ہی۔ آگ خاکستر کو جلا کر فنا نہیں کر سکتی ۔ مثالیہ شعر ہی ۶۵/۱۳ یہ مضطر اپنی طرف اشارہ ہی) ، ہجوم بے قراری سے آخر ، سیماب آتش دیدہ کے مانند ہو گیا ۔ (پارا آگ پر رکھنے سے اڑ جاتا ہی) ۶۶/۱۴ صنعِ الٰہی ؟ ۶۷/۵ 'سر سے دردِ سر' پر اعتراض ہو سکتا ہی ، لیکن یہاں 'دردِ سر' سے پریشانی مراد ہی۔ ۶۹/۴ (۶۳/۱) اس شعر میں خاکستر کے نیچے آگ بھی دکھائی ہی۔ ۶۹/۴ گرفتاریِ دل ، محلِ نظر ہی ۷۷/۱۶ شرقِ چراغ ، ناسموع ۸۴/۱ ترکِ عادت کی تکلیف کا بیان مقصود ہی ۸۷/۱۵ اہلِ دل کے دلوں پر تو قابو پا چکا ، پھر باجے کو ہاتھ سے کیوں نہیں رکھ دیتا ؟ ۸۸/۴ تیرا دل در اصل پتھر تو نہیں ، لیکن سختی میں پتھر سے زیادہ ہی ۸۸/۵ مرکشی خارج از بحث ہی ، ساغر شیشے کے لیے پتھر کا کام کرتا ہی ۹۱/۱۱ دوسرے مصرع میں 'وہ بے کار' ۹۱/۱۲ دوسرے مصرع میں 'ہوتے بے کار' ۹۲/۲ پھر گردشِ افلاک کے ماروں کو کون مول لے تعقید۔ ۹۳/۵ عشق اور موت دونوں شکاری ہیں ۔ ایک نے دوسرے سے بچا لیا ، لیکن شکار کو اس سے کیا فائدہ ؟ شاہیں کے چنگل میں اذیت اٹھائی موت سے زیادہ جاں گزا ہی۔ ۹۴/۵ 'بے برگ و بے نوا' کی تکرار بے مزہ ہی ۹۶/۵ نرگس دوسروں کی نظروں میں

کم ہی، تو معشوق بھلا کب اسے خاطر میں لاتا ہی؟ شعر میں کوئی بات نہیں نکلتی ۱۰۱/۷
(۳۶/۴) ۱۰۳/۱۰ (۱۵۷/۱) ۱۰۳/۱۱ شعر صاف نہیں، بہ ظاہر مطلب یہ ہی کہ آفتاب اور
ماہتاب کو جو زوال ہوتا ہی تو اس کا باعث ان کا کمال ہی، اور ہر کمالے را زوالے،
لیکن مجھ میں کوئی کمال نہیں۔ میرے زوال کا کیا باعث ہی؟ ۱۰۸/۹ زوال: باعثِ زوال
۱۰۹/۸ 'ہوا' کے دونوں معنی شاعر کے ذہن میں ہیں ۱۱۰/۵ دوسرے مصرع سے معنی میں
کوئی اضافہ نہیں ہوتا ۱۱۱/۸ حسینوں کا ایک دوسرے کو پیار کرنا زیادہ تر اس لیے
ہوتا ہی کہ عشاق کی آتش شوق بھڑکائی جائے۔ شاعر اس نکتے سے واقف ہی
۱۱۲/۷ عقوبت کے فرشتے اگر معشوق کے خوف سے بھاگتے ہیں تو یہ معشوق کی کوئی
تعریف نہیں (۵۴/۲) ۱۱۵/۵ قلندرانہ مشرب اختیار کر لینے کی طرف اشارہ ہی ۱۱۸/۵
صورت = جسم پانی = آب شمشیر ۱۱۹/۱۶ 'نظر کر' اور 'دیکھ' میں سے ایک بے کار۔ 'نظر کر'
سے اگر 'غور کر کے' مراد لی جائے تو اس کا محل نہیں ۱۳۰/۳ ہی قصہ مختصر''
یہی پیام ہی' دوسرا مصرع قاصد سے خط نہ لکھنے کی معذرت ہی ۱۳۵/۱۷ مصرع ۲:
'ابھی کیا ہوا ہی' آگے چل کر تیرا گریبان بھی چاک ہوگا ۱۳۶/۱ شاخ پر گل اور غنچے اس طرح
نظر آتے ہیں کہ گویا غنچہ گل سے آمادۂ پیکار ہی۔ اس سے یہ مضمون پیدا کیا ہی کہ زر گل کے لیے لڑائی ہی۔
نو شگفتہ پھولوں کے دامن میں جو 'زر' نظر آتا ہی یہ وہ ہی جو سوکھے ہوئے پھولوں سے چھینا
گیا ہی ۱۳۶/۳ گل کی ہنسی معشوق کی ہنسی کو نہیں پاتی، اس پر ملول ہی، غنچہ خوش ہی کہ دہن سے مشابہ ہی۔
۱۳۶/۴ دکھا = دکھا کر ۱۳۹/۱۰ زاہد الخ۔ پست شعر ہی۔ عام طور پر شعرا یہ باندھتے ہیں

کہ میکدے کا وجود خانقاہ کی ویرانی کا باعث ہوتا ہے۔ میر علی محمد شاد کے ایک شاگرد کا مطلع ہے:-

"آباد ہوگی مسجد زاہد تری کہاں سے   مے خانے کھل گئے ہیں پہلے ہی کچھ اذاں سے"

۱۴۱/۲ 'وہ' سے مراد معشوق۔ ورنہ فعل جمع نہیں آسکتا ۱۴۶/۱۲۶ لفظ 'مناسب' یہاں ٹھیک نہیں ۱۴۷/۱۲ 'منہ کٹنا' محاورہ نہیں یا تو کاتب کی غلطی ہے یا 'منہ' 'رو بہ رو' کی رعایت سے لائے ہیں ۱۵۰/۱۲ جو رنگ تلوار کو دیکھتے ہی کٹ گیا ۱۵۶/۱۰ میرے نزدیک 'کر' کی جگہ 'گر' اور 'جو' کی جگہ 'تو' بہتر ہے ۱۵۷/۱ خدا کا وجود مخلوق میں بھی ہے۔ اس لیے وہ بھی عاشقوں کی نظر میں معبود ہے ۱۵۸/۸ بحر و بر کا راز معلوم نہیں تو کچھ مضایقہ نہیں، خدا کو جس نے 'محیط' سمجھ لیا اُس نے گویا عالم کا احاطہ کر لیا۔

۱۶۳/۱۷ مطلب صاف نہیں، لیکن اس کا احتمال کم ہے کہ کاتب نے غلطی کی ہو۔

۱۶۲/۲ جناب خیال فرماتے ہیں: "مصرع ۱ کا سنگ چٹکی کی صفت اور مصرع ۲ کا سنگ تیر کے متعلق ہے۔ مفہوم بہ ظاہر یہ ہے کہ تیری چٹکی ایسی مضبوط ہے کہ جو تیر تو نے لگایا وہ دل کے پار ہو کر سنگ ہو گیا۔ 'سنگ ہونا' اگلے زمانے میں کوئی محاورہ ہوگا۔" لیکن سودا کی ایک بیت مثنوی گریہ میں ہے:

"پانی کو بلبلیں پھریں بھٹکی   طفل غنچوں کو لگ گئی چٹکی"

اس کے متعلق جناب خیال کی رائے ہے کہ 'چٹکی' نہیں 'چپکی' ہوگا۔ بہ ہر حال اس کا امکان ہے کہ چٹکی لگنا کوئی قدیم محاورہ ہو۔ مصرع ۲ میں سنگ بے ضرورت بھی

ہوسکتا ہی ۱۷۶/۹ کوہِ تحمل سے خطاب، پہاڑ جو بے جان ہی بولنے لگا، آپ کیوں
نہیں بولتے؟ ۱۷۷/۱۳ ہمارے اعمال برے ہیں اس کا ڈر ہی ۱۷۸/۹ زخم رخی غیر مسموع
۱۷۹/۱۶ ملنا بہ معنیِ مشابہ ہونا۔ میں رقیبوں کی طرح جانور تو نہیں، چکوڑ میں مہ جبیں کی
رعایت ہی ۱۸۰/۲ "زیست سے صحبت برآر" ۱۸۴/۴ پامالِ حیرت (۵۱/۲) چشمِ معشوق یا
چشمِ آئینہ کیوں پامالِ حیرت نہ ہو جب معشوق کا عکس آئینے کی آنکھ کی پتلی بن رہا ہو۔
مصرع ۱ میں 'اس' سے 'تمثال' کی طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہی۔ 'پامالش' کا ترجمہ ۱۸۴/۵
'منکر پاک' صاف انکار کرنے والا۔ 'شیشے کی خوں ریزی' 'شیشے کا توڑ ڈالنا' یا 'مے خواری'
مطلب یہ کہ معشوق شیشہ توڑ کر اس کا ثبوت دینا چاہتا ہی کہ وہ شراب نہیں پیتا، یا
یہ کہ شراب خواری سے اُسے انکارِ محض ہی۔ ۱۸۹/۴ (۱۱۳/۱۵) ۱۹۰/۱ بلدا ور راہ برہم معنی ہیں
۱۹۱/۱ (۱۷۷) تیغ کو جوہر دار کہا ہی) تیغ کا جوہر دار ہونا مسلم ہی، شاعر کہتا ہی کہ یہ محض اس وجہ
سے ہی کہ اس کا قبضہ طلائی ہی ۱۹۱/۱۰ زلف کو بہ اعتبار درازی اور مطول اور بہ اعتبار
جسامت (یعنی باریکی) مختصر قرار دے کر ایہام رکھا ہی۔ کہتا ہی کہ اس زلف دراز کا
باریک ہونا بجا ہی۔ مختصر (مختصر المعانی) اور مطول علم معانی میں کتابیں ہیں۔ دوسری پہلی کا
خلاصہ ہی ۱۱۳/۲ 'کوئی' محل نظر ۱۹۸/۲ جب اس کافرکیش کے مشرب یعنی کفر کو اپنا مذہب
بنایا' ۱۹۹/۲ ارباب زمانہ کی شکایت ہی اگر کوئی کچھ کھلاتا پلاتا ہی تو اس بددلی کے
ساتھ کہ گویا اپنا خونِ دل اور لختِ جگر پیش کر رہا ہی۔ ۲۰۰/۸ فکرِ غزل کا انصرام محلِ نظر ۲۰۰/۶
(۲۱۸/۱۲) ۲۰۵/۱ طالعِ برگشتہ مخاطب ۲۰۹/۴ (۱۵۱/۱) ایک تو ہاتھ ویسے ہی نارسا ہیں، ڈر یہ ہی کہ

اگر زلف کھل گئی تو باندھ بھی نہ دیے جائیں ممکن ہے کہ 'رکھے' کی جگہ 'رکھتے' ہو ۲۱۰ رات کا
سناٹا ہو یا خندۂ صبح اگر معشوق نہیں تو اپنی موت ہے ۲۱۱ بیٹھتے ہی وہاں سے اٹھ
جاتے ۲۱۱ اگر تو غیروں کو میرے سامنے قتل نہ کرتا تو ہم تیرے پاس سے نہ اٹھتے۔
یہ ظاہر غیروں کی قسمت پر رشک اور اپنی محرومی کا اظہار ہے ۲۱۲ 'مجوبی' کا لفظ
اچھا نہیں معشوق شرم کے باعث رقیب کی گستاخی پر تنبیہ نہیں کرتا۔ اس چشم پوشی
سے عاشق کی بے عزتی ہوتی ہے ۲۱۵ 'نظر سے' ہونا چاہیے ۲۲۰ جب گھر سے باہر نکلتا ہے
تو اس بات کی کیا شرم کہ کوئی منہ دیکھ لے گا۔ بعض ضروری الفاظ حذف ہو گئے ہیں
۲۱۵ بہزاد نے ہر عضو کی جدا جدا تصویریں لاکھوں ٹکڑوں پر بنائیں کہ اس مشق میں
جو جو ٹکڑے معشوق کے عضو کے مماثل ہوں گے ان کو منتخب کر کے پوری تصویر
بنا لوں گا، لیکن کوئی ٹکڑا کسی عضو کے مماثل نہ ہو سکا۔ ٹکڑے سے مراد پارہ کاغذ ہے
جس پر تصویر کھینچی ۲۲۴ یعنی ابھی تک مرتبۂ فنا کو نہیں پہنچے۔ ابھی تک وجود ہی کے
قائل ہیں ۲۳۰ 'سرسائی' غیر مسموع ہے جبہ سائی کی جگہ استعمال ہوا ہے جب بھی اس کا
محل نہیں ۲۳۹ 'بیجو' کی رعایت سے 'باؤرا' کہا، اور پھر دوسرے مصرع میں بھی اسی
وجہ سے تال 'کو تارا' کہا ۲۴۳ زنگبار میں 'زنگ بار' کا ایہام ہے۔ زنگی سیاہ فام ہوتا ہے
اور زنگ کا رنگ سیاہ۔ تلوار زنگ سے کند ہو جاتی ہے مطلب یہ کہ اگر تمام عالم سیاہ
ہو جائے جب بھی تیری تلوار پر زنگ کا اثر نہ آئے اور وہ عدو کشی کے لیے تیار رہے۔
۲۴۵ قال و مقال یعنی بات چیت ۲۴۳ کسی چیز کا مساوی تقسیم کرنا کوئی معجزہ نہیں۔ ریاضی کا

کوئی مسئلہ اگر شاعر کے ذہن میں ہو تو اور بات ہے ۲۵۵ ر ۲۴، ۲۴ ’جاں باز‘ قابل غور ہے
یہاں پر تیزی، چالاکی کے معنی میں مستعمل ہوا ہے۔ حصہ ۲: پہلے ط کے الفاظ ہیں،
اس کے بعد نسخوں کے اختلافات، لیکن بعض مقامات پر ط کے الفاظ درج نہیں
کیے گئے۔ ط کے دیکھنے سے بہ آسانی ان الفاظ کا پتا چل جائے گا۔ ان کی تصحیح میں
قیاس سے یا تذکروں سے مدد ملی ہے؛ اگر مقدمے سے معلوم ہوتا ہے کہ شعر زیر بحث کسی تذکرے
میں ہے، اور حواشی میں یہ نہیں بتایا گیا کہ اس میں الفاظ ط سے مختلف ہیں، تو یہ
سمجھنا چاہیے کہ تذکرے میں یہ شعر ط کے مطابق ہے۔ ط اور ن میں بہت اختلاف
نقطوں کے نہ دینے یا گ پر دو مرکز نہ ہونے کی وجہ سے پیدا ہو گئے ہیں۔ طوالت
کے ڈر سے، یہ زیادہ تر نظر انداز کیے گئے ہیں۔ جز ۱: ۲/۱ دیکھیے تیشہ جو کبھی نش:
دیکھ کر رنگ ’صنم‘ خم: دیکھ کر رنگ ستم × شیفتہ ۱۵ کے غیر دں: رقیبوں نسخ ۱۹ ترسے غالباً اصلاح:
مرے ش دوسری صورت میں ’تفتہ‘ جگر کی صفت ہے۔ ۲۰ سکتا ش۔ آج کل سقر ’تذکیر‘ ہے
۲۹ گر خم: گو نسخ۔ ۳۰ سودائے محبت ہے سودا تو کبھو سر سے خ ۳۰ ہے: تو شعر ۵/۳ نہیں لے:
ہی نہیں خ ۶ سے: میں شتم ۲۹ مجھ پر مت کھینچ تیغ ناز و ادا م ۳۳ دیکھیں لے جو شش
خ شیفتہ و اصلاح: دیکھ سکتے ہیں نش ۱۶/۱۲ ہے عالم: یک عالم خ ۱۸/۵ کسی × س۔ ش میں شعر
۱۱ شعر ۱۲ کے بعد ہے ۲۴ جو: نما ش ۲۵ دکھا دوں خ ۲۷/۲ خو + خ: جو ن۔ ۳۰
حد بے نمک اصلاح: پر بے نمک ن ۱۲/۷ بے نسخ سے ن ۱۷ دینا اصلاح
لینا خ ۴ ۲۴ ترٹپے ہے آگ پر کوئی خ ۶/۲ متن مطابق خ و شیفتہ و اصلاح:

نہ پھولتا ہی شگوفہ نہ غنچہ کھلتا ہی نشتم ۸ میں : موں ۸م پیارے : ہر کرش ۳۱ کوئی :
کون ۳۲ کو : کی ش ۹/۵ غیروں ہی پہ نشنخ : غیروں پر خ ۶ نہ کبھو : نہ کبھی پٹنہ نخ جو کبھی خ
۲۴ تجھے آج : کبھی تجھ کو خ ۱/۲۳ نگہ : نظر ش ۹ کیا : کیوں شنخ ۔ ن میں شعر ۱۰ کے بعد
۴ شعروں کی غزل ہی جو صـ۲۵۷ پر درج ہی ۲۶ گناہ ش ۱/۱۲ اپنا نشنخ : اتنا نخ پٹنہ
۱ ۔ گناہ : تصور شف ۱۳/۹ ۔ انھیں کو بس اصلاح : انھوں ہی کون ۱۸ تھا : میں ش ۱۴/۱۲
لے گئی : بہ گئے ش ۳۱ ہوا ہی اس قدر رخ ۱۵/۱ ہوئے دل چاک چاک ۔ غالباً اصلاح :
ہوئے ہیں چاک دل ن : ہیں دل بھی چاک چاک ش ۴ اک غالباً اصلاح شیفتہ : کیا
نشنخ ۱۸ جبر نخ غش : 'ہاسے' یہ لفظ جبر کو کاٹ کر بنا دیا گیا ہی ۔ غالباً اصلاح ۲۴ میں نے
کیا تیرا قیاس : میں تیرا گیا ن : میں تیرا کہا ش ۱۶/۱ جان کو اصلاح : جان تو ن
۱۵ رشکِ چمن اصلاح : باغ و بہار ن ۔

جزء ۲ ۔ ۱۷/۲ گر بے اصلاح و شیفتہ : رونے نخ ۲۱ و ۲۲ وہ کیا ہوا زمانہ رونے میں جو
اثر تھا ، یہ چشم خوں فشاں تھی یہ دل یہی جگر تھا × : خ مثل متن ۲۰ پارہ دل ۔ غالباً
اصلاح : لختِ دل ن ۔ لختِ دل کے ہونا چاہیے ۱/۴ با چشم اصلاح : یہ چشم ن
۱۸ کب تھا غالباً اصلاح : نھاتے ن ۱۹/۳ ہی تو غالباً اصلاح : جگر ن ۲/۱۲ ط
اصلاح : بہت اپنے حسن پر ن ۲۱/۱۶ کون نشنخ : کوئی خ ۱۷ میں نشنخ : کے خ ۲۸
دیکھا : پایا × شیفتہ ۲۹ ہر جسم : ہو جسم خ ۲۲/۳ بھی نشنخ : ہی خ ۳۳ تن اصلاح :
تری دولت اے عشق ن ۲۳/۹ اعتماد : اعتبار ش ۲۴/۹ غم زدہ اصلاح ۲۵/۳۴

متن اصلاح: کوہ و بیاباں ن ۲۶/۲۴ بھی: ہیں ش ۷ ۔ رہے: ہوئے ش ۸ ا زہر ہی:
آہ زہر ش ۲۰ سا: کا × م ش ۲/۴ کل غالباً اصلاح: ہر ن ۲۴ ۳ اپنی ہی عیب جوئی ہے
یہ ہنر × نخ مثل متن ۲۹/۴۲ بہ جز آواز کے × خ: نخ مثل متن ۳۰/۱ پہلو میں خ ۲۵ کھول
کھول نخ: کھول کر خ ۱۳/۲۷ ہی قیاس: کھچے ن ۲۸ قبضہ: تیغہ ن ۸ ترک کی:
ترکے ن ۲۲/۱۱ ہوں تیری: تیری ہوں خ ۱۴ پر: میں ش ۲۶ متن غالباً اصلاح:
اب ذکر ہمارا ہی ہے یا شور تمھارا؟ ن

جز ۳ ۳/۳ اس: کیا خ ۷ دل میں نے دیا غالباً اصلاح: میں دل نہ دیا نسخۂ ۹
رہیں ش ۱۴-۱۔ اسی طرح سے سو بار خفا شیفتہ ۱۳ شکوے ہیں خ ۳۲ زخم: چشم خ
۲۴/۱۵ ہو: ہوج ۲۱ گریہ نخ مشرقیہ: بالا خ پٹنہ ۲۵ نہ: یہ ن ۲۶ اور یہ کشش ۳۳
تو اب پوچھے کوئی غالباً اصلاح: تو کوئی پوچھے سہی ن: کوئی پوچھے سہی ش: کوئی
پوچھے سہی ش ۲۵/۳۱ وو: دن ۳۱ مرادل جبہ سائی سے کب لے نامہرباں ٹوٹا
خ ۳/۲ مجھ ش ۱۱ انگہ متن م ۳/۱ سدا: شب نخ ۳/۱۴ مرے: ترے ن ۵ اصحبت شب کو:
رات کی باتیں ش ۲/۲ خدنگ: شکار ش ۱/۲ تو اضافہ ۳/۲ خدا دشمن کے دشمن کو
نہ دیوے ش ۴ کا۔ اضافہ صرف سبزہ اور گلزار پڑھا جاتا ہے اضافہ ۲/۹ نہ کہے
کون کہے قیاس: الٰہی کون کہے ن: نہ کبھی کوئی کہے؟ ۲۴ مری ترے ش ۲/۱۹
بے قراری کی سی کیفیت کہاں آرام نہیں ن: نہیں کی جگہ 'میں' ہونا چاہیے ورنہ
'سی' کی جگہ 'ہے' اور 'کہاں' کی جگہ 'یہاں' ۲/۳۰ ڈوب: ہیرم ۲۲ خوں کے یوں دیکھے ہے

× ستش ۴۴/۲ ہے ش ۳ خون دل پر اکتفا کی ہے جنھوں نے غنچہ دار ش ۴ کے نہیں پابند گوہر ش ۱۰ ہاتھ ہیں ہر مے کشوں کے ش ۲۵ کم رہی نش : کچھ نہیں نخ ۲۶ دل ہمارا جی مرا کہ شنخ : دل مرا کہ م

جزہ ۴۹/۱ رخسار یار کے ش ۵ ہمارے توڑ دو نے آخر × ش × ش ۶ سُرخ : چاک × نخ پٹنہ ۵/۸ چاہوں : جاؤں ش ۱۵ کی : کا × ۲۳ ہے : وہ ش ۵۱/۲ پھر : پھرن ۳۲ ہوتے : اولی ن : اٹھتے ؟ لیکن اس میں فارسیت ہے ۵۲/۳ ذرا دیر : خریدہ ن : حاشیہ ن جو دیدہ ۵۳/۲ ہوں یہ بھی : ہوئی بھی ن ۲۶ رک : رہ ش ۲۷ خوف : ضعف ش ۳۰ مار : یار ش ۵۵/۴ سبھتے چاہے کوئی م ۵۶/۱۴ جم ش : ہم ن : ۱۸ ٹوٹتا × ش ۶۱/۲۸ ہائے جو سے حصیر : کوئی حقیر ن ۶۳/۱۵ ہی : بھی ۱۸ ہوں اضافہ ۲۰ ہو : ہوں ن ۶۴/۲ تن قیاس : ہوں سائی یا خدا ن

جزہ ۶۵/۵ پر قیاس : مڑ ن ۱۲ ہی ن میں قلم زدہ ہے ۶۷/۱۱ پر اس کی : پر اس کو شنخ ۶۸/۲۲ لائی : آیان ۳۲ تبا اضافہ ۶۹/۱۴ نہ ہوں میں سمجھے ش ۱۵ ایک نہیں : کوئی نہ رہا شم ۷۰/۳ دل لیکت : میرا دل م ۱۷/۲ ہم : یک ش ۲۴ پر تو سایہ ۷۲/۲ ہے راستی کہ دامنِ نخ ۳ رہ ، رہ راہ اضافہ : ن میں صرف رہ نے عشوہ نے کرشمہ و نے نازو نے ادا ش ۹ : امید یاں مرادیہاں آرزو یہاں ش ۷۳/۲ پر رہ ریحاں : پر یحاں ن : کی ہے اپنے بھی : کیا اپنے ہے ن ۷۴/۲ جو اک کو دوسرے : جو ایک دن ۷۵/۱۹ سوز عشق درد و داغ رکھتا نخ ۲۱ پڑا ہوں نزع میں پر اب ایک بوسے کی ش ۲۵ تری :

مرے ش ۲۷/۶ مہتاب وار عشق میں ش ۲۷ ہے۔ اضافہ ۹۹/۱۹ تری: مرے خ ۲۷
مائل نہ ہوں پناہ م ۲۶/۶ طرح اضافہ

جز ۶: ش ۲۵/۲ میں اضافہ ۹۰/۲ ے ش میں نہیں ہے ۲۱ ابھی کر بیٹھتے؟: ابھی کر بیٹھے
تھے ن ۱/۱۲ چھپایا ش ۹۳/۵ رُل گئے پاؤں ہی تلے م

جز ۷: ش ۹/۲ شادی سے غم ہے: شادی سے ہے ن ۹۹/۸ خ پٹنہ میں محفل اور مجلس
دونوں ہے ۲۹ بھی اضافہ ۲۹ پرتو اک عالم خراب ہے ش: پرتو جہاں اک خراب ہے
م ۱۰۱/۲۳ میں: ہوں ش ۱۰۲/۶ کی: کا ش ۲۵ کا: کی م ۱۰۳/۹ دہ: یہ ش ۱۰۵/۲۴ ڈرتا ہوں ردن
زنّوں سے خ ۱۰۶/۱۲ ہے ہیں ت ۱۰۷/۹ کھوش ۵ مجھ کو ہی خ ۲۷ کون اس زلف پریشاں
میں گرفتار ش ۱۰۸/۹ گرہ اضافہ ۲۵ ہی اضافہ ۲۷ دل ودیں دیا ہم رکھا م ۳۱
اک عالم ہے گریاں ش ۱۰۹/۱ جو پوچھا تو کہنے لگا م ۹۱ سے: پر ش ۱۱۰/۱ سرگزشت: خیریت
ش ۱۰ کون: کوئی ن ۱۴ اب اضافہ ۳۴ لیا: یہاں ن ۱۱/۷ 'خود' اور 'دہ' اضافہ ۱۱۲/۵
ہیں اضافہ ۱۷ سرگشتہ: کشتہ ن ۲۴ اک ہی: ہم ہیں کہ ش ۳۴ آزار: آرام
م غالباً آلام۔

جز ۸: ۱۱۳/۱ کو: کا خ ۱۵ ہم کو ش ۱۷ بھی: یہ ش ۲۱ سنے کیا: سے ہوا ش ۲۹
گاہ گریاں ہیں کہے نالہ ش ۳۳ ہی اضافہ ۱۱۴/۳۱ کبھی اضافہ ۱۱۵/۱۷ سے اضافہ
۳۲ کو اضافہ ۱۱۶/۲ نام اضافہ ۲۰ کہ نخ مشرقیہ: جو شیخ پٹنہ ۳۲ ہو ہم ۱۱۷/۵ کی نیاز
کے نثار م ل: ٹک ش ۹ ہجوم عاشقاں دیکھوں ہوں اپنے یار کے اوپر قت ۲۱

دلِ پُرخوں سو مینا داغ ہی سو جام اے زاہد ش ۱۱۸/۹ ن میں بہی کو کاٹ اس کے
بدلے 'لیے' لکھا ہی ۲۴ چلا ش ۱۱۹/۹ چوا تے: چلاتے ن بہار میں عوام کی زبان ہی ۱۲۱/۶
زور: ن میں یہ لفظ کرم خوردہ ما صرف زر پڑھا جاتا ہی ۱۲ کو اضافہ ۱۴ بیر: تیر ن ۱۲۲/۱۵
سان: سانخ پٹنہ ۱۵ یہ تمنا ہی کہ قرب نشخم: دل میں ہی اب قرب میں حسن ف ۲۳ مجھ کو:
دل میں ۱۲۴/۱۴ سمجھنا × ش ۱۹ کوئی: کون

جز ۹: ۱۱۹/۱۰ ہی: ہو خ ۱۰ چور: چغد + شخ ۱۳۰/۲۳ دم: بدم ن ۱۳۱/۲ تو اڑنے ہی لگے
نامہ بر مرا بال کبوتر ہو م ۱۳۲/۳ قوی ہیں قیاس: ن قوی ہی - قیاس غیر ضروری تھا۔
۹ ہو ش ۲۰ توکل: جلوہ گاہ × ن ۱۳۳/۱ گو نخ: جو ش ۱۷-۱۰ ای ش میں نہیں ۱۳۴/۱۶ تو اضافہ
۱۳۷/۲۷ بٹھلانے کو تو پاس بٹھا م ۱۳ حیرانی: احوال م ۱۳ آتا ہی م ۱۳۸/۱ نکلا جو ہی تو
نبھنے دل اپنا ش ۱۳۹/۱۶ روش دلوں کے در پئے ایذا اگر نہیں ش ۱۴۰/۲۲ ناداں: نا فہم
ش ۱۴۲/۵ نے اضافہ ۲۷ تری: تیری ن ۱۴۳/۱۷ شوق: ذوق ش ۱۸ اہم نرم دیکھتا ہوں
ش ۲۴ مارا ہی آج اُن نے ش

جز ۱۰: ۱۴۵/۱ ٹل: ٹل ن ۶ - آیا ش ۱۳ توانائی تو کرتی ہی جدا نشم: توانائی جدا
کرتی ہی اب حسن فع: توانائی تو کر بیٹھی جدا خ شیفتہ و اصلاح ۲۴ دیگ کے
دیکھ کے ن ۱۴۷/۲۶ نیٹ کج فہم ہیں جو تجھ کو کہتے ہیں شع ۲۷ نظر آتی نہیں اب
زیست اپنی عشق میں اس کے ش ۱۴۸/۳۳ مصرع اوّل مصرعِ ثانی شیفتہ ۱۴۹/۳۲
بار گہ: یار کے ن ۱۵۰/۱۱ بے درد: ظالم ش ۱۲ ترے: دل ش: بہت ن ۱۴ کو دہٹ

گوہارمت ۲۲ جس جن کی جگہ غلطی سے درج ہوگیا ١٥١/١ کیا نش: حاشیہ اُن پر بہ طور نسخہ "آیا" درج ہے۔ ۳ عشق اور بوالہوسی میں ہے تغایر کلی ن ۴ ربط کس طرح سے ہو ش ۸ آیا مجھے ہر فرد: آتا ہے ہر اک فرد ش ۱۰ گوکہ آجائے ہے: گوکہ آجاؤں میں م : گوکہ آجاؤں بھی نسخ پٹنہ : گوکہ آجائے بھی خ مشرقیہ ۱۱ دید: دیدار ن × : ہنوز + نسخ ۱۵ یہاں: میں ہیں ن ۱۶ نہ کھلے : بلبلی ن ۲۴ گوئے شمشیر × ش ۲۳ ن میں سہے اچھی طرح پڑھا نہیں جاتا : ملے ش ١٥٢/٧ عاشق : عاشق کو + ش ١٥٣/١ خود بہ خود: دم بہ دم خ واصلاح ۴ نت: تب ن ۱۲ کیا ہے اب زندگی اندیشہ ۲۲ بھاتا: پھبتا۔ نسخ ش میں پھلتا پھبتا کی خرابی ہے ۲۲ میرے ش × ١٥٦/١٩ کر: نکر ن ۲۸ سوز دل کا ش ١٥٧/١٧ ابر مژگاں سے اپنے ش ۳۱ آپ ہی: اب ہی ن ١٥٨/٢ میاں ن مجھے شعنم شیفتہ واصلاح ۱۴ بے طرح حال مرا مجھ کو نسخ ۱۵ ابر و بحر ن ١٥٩/٨ اہل: ایک ن ۹ ہیں یہ یہ: ہے یہ پکھرن ۲۰ خبر: خیر ن ۳۰ گھر کیجیے کسی نسخ گھر کیجیے کس خ ١٦٠/١ آج ایشخ ن ۱۱ نہ کوئی دوست ہے نے کوئی مرا ش: نہ کوئی دوست ہے نہ کوئی مرا خ

جز ۱۱: ١٦١/٢٠ میری نو ا ت ۔ اس صورت میں "ہے" کو حذف کرنا اور "میری" کو مری پڑھنا ضروری ۱۳ : احد نش: واحد × نخ مشرقیہ : خدا خ پٹنہ ١٦٢/٢٣ شمع: نسخ × ش ۳۰ حزیں : جویں × ن ١٦٣/٢٧ الجھتے: سجھے ن ۱۲ کمک یاس ن ١٢٦/١٢ نرگس اضافہ ١٦٧/٤ بھی: بہی ش ۵ اسے ہے ن ١٦٨/٩ دل : پھول ن ۱۵ ہٹوں : ملوں ن ١٦٩/١٩ فغاں ہے: فغان و ش ۲۴ کس سے یال دکھے کہاں ن ١٧٠/٢٠

یہ نیم جان ہی ش ۱۷۳/۲ نمکیں ہی اضافہ از ش ۹ دل: حال ن ۱۷۴/۱۵ شب ش میں نہیں
۱۵ تم نش وگلشن ہند خ مشرقیہ: تھے: خ خ پٹنہ؟ ۱۷۵/۲ ہم تو: ظالم ش ۱۷۶/۱۵ سحر گئے:
کثرت ش ۱۷۷/۲ تو: سو ش ۳۲ ہی۔ اضافہ: نہ ش ۱۷۸/۲۹ گئے: کبھی ش ۲۹ کہیں: کبھی ش
۳۰ حرکتیں: صحبتیں ۱ ش: ۱۸۱/۲۰ ہم دوانے ہیں خ ع: ہم دیوانہ × ش: ۲۴ کیا اضافہ
۱۸۲/۱ حد: جد ن: لیکن جدکد وغیرہ ن میں کہیں اور نہیں ملتا ۲۵ پائے اعتراض ہی:
پائے اعتراض ن ۱۸۲/۱۱ کہ تو ہم بزم ہی ورنہ ش ۳۱ دوا ہی: دو اپنے ن ۱۸۴/۲ دلکنار
ن ۱۸۵/۳۰ کو: کی ن ۱۸۶/۱ ہی: میں ش ۱۸۸/۲۸ کوئی کہتا ہی دوانا ش ۲۸ ہی اضافہ ۱۸۹/۸
اک نگاہ: ایک بار × ش ۱۲ نہ ٹک اضافہ: بعد میں معلوم ہوا کہ ش میں د ہی کیا ہی
۱۹۰/۲۲ و ۲۴ مجھے: تم × قت ۱۹۱/۳ اور کہتی ہی ن ۶ یہ: نہ ن ۲۳ جانتا تھا انھیں
ش ۳۴ مجھے: ہمیں ش ۱۹۲/۱۱ روز وصال ش

جز ۱۳: ۱۹۳/۵ کوئی: کولے ن ۱۹۶/۱۵ ہوئے گا: دل کا ن ۱۹۷/۲ ہم بھی اضافہ ۱۹۹/۴
دل گرفتہ ہم سے جو ش ۱۶ ہی ش میں نہیں ۲۸ یار: میاں ش ۳۰ کبھو ش ۲۰۰/۵ رنگ
× ش ۱۱۔ اغیار اضافہ ۳۰ کبھو ش ۲۰۱/۱۹ مرکدہ × ف ۲۱ جلوہ کناں خ پٹنہ ۲۶ نبرد:
نہ مرن ۲۸ جو: کہ ش ۲۰۴/۶ انصاف + س

جز ۱۴: ۲۰۹/۷ ن میں رکھتے ہی اور رہیں نہیں ۸ سے اضافہ ۱۰ افضل امجدی × ن
۲۶ صدف × ن ۲۱۰/۱ سب یار: بسیار ن ۱۳ بولتی ہی قیاس: بولتی ۲۱۱/۵ یہ اضافہ
۶ یہ: نہ ن اس کا محل نہیں۔ یہ بہ معنی "اس قدر" ہی اس کی جگہ "تو" بھی ممکن ہی مطلب

یہ ہے کہ میری وحشت خانۂ زنجیر میں چھپ گئی ورنہ کوئی مجنوں کا نام نہ لیتا۔ ۲۱۲/۱ مجھ :
تجھ ن ۲۳ متن قیاس : کیا بدگماں بناں ہیں الخ نش ۲۱۸/۹ یہ جان ہے ن شعر کے اوپر
لفظ قطعہ ن میں درج ہے اس کے بعد کا شعر قلم زد ہے ، یہ شعر ضمیمے میں ہے ۱۳ بھی :
ہی ش ۲۲ نہ : یہ ن ۲۱۹/۸ جز : جڑ ن ۲۴ چلی : جلی ن ۲۲۱/۱۴ ماخوذ از ش ۲۲۲/۱۰ ماخوذ از م
۲۳ شب (کذا) اشک کے قطرے نظر آتے ہیں شرر سے م ۲۲۳/۱۰ ابتدائی
الفاظ کے سوا ش سے ماخوذ ۲۲۴/۳۲ کیا : نہیں ش

جز ۱۵ ۲۲۵/۲ و ۲۱ و ۲۲ و ۲۴ تیری : مری س ، ۲۷ میں اضافہ ۲۲۶/۳ وس نخ
مشرقیہ : اس خ ۲۲۷/۱۱ دل کی یہ حقیقت ہے کہ ش ۱۳ و ش میں نہیں ۲۲۹/۱۵ دیوان
حافظ کا جو مطبوعہ نسخہ پیش نظر ہے اس میں نسخوں کے اختلافات دیے ہیں ، لیکن
راحت عین نہیں ۲۳۴/۲۲ کا اضافہ ۲۳۵/۲۲ اتنا : اسقدر ن ۲۴ پر ہے : بڑھے ن ۲۴
بس اضافہ ۲۶ شیر ہی بولیں ہیں بجائے شغال ن ط میں 'بولتے' ہے لیکن جوشش نے
غالباً 'بولیں' لکھا تھا ۲۳۷/۱۴ بھلیتوں ن ۲۴۰ لفظ وفات اضافہ۔

جز ۱۶ : ۲۴۱ لفظ قطعہ ، اضافہ مشتاق کا نام بعض نے محمد علی خاں لکھا ہے لیکن
غالباً محمد قلی خاں صحیح ہے ۲۴۳/۱ کلام : کلان ۲۴۴/۲ کفّارہ : نکارن ۲۴۵/۲ ن 'رم' کی جگہ دم۔
دم کرنا بظاہر 'ہانپنے' کے معنی میں استعمال ہوا ہے لیکن غیر مسموع 'لگے' ہونا چاہیے اور 'نہیں
تو دے' کے بدلے 'دی'۔ آخری صورت میں اُس نے 'محذوف' ہوگا ۲۲ کا : کی ن
۲۳ مثال : مثل ن ۲۵ یہ ہو : نہ ہو ن ۲۹ کیوں نہ پھر : کیوں نہوں ۲۴۶/۱۵ یا ہو :

ہون ۱۸ ۔ اگیا بیتال: اکبار تے مال ن ۲۴ ہیں اضافہ ۲۴۷/۱۵ ید اللّٰہی کی: ید اللہ ہی کے
ن ۲۴۸/۲۴ مر ترک ن ۲۵۱/۳۰ صحن: نمن ن ۲۵۲/۳۱ بڑا: بڑان ۔

جز ۱۷: ۲۵۷/۱ ن میں اس غزل کا صرف یہی شعر چوتھی غزل کے ساتھ ہے اور وہ بھی قلم زد ۔ عاشق کو کب جلوۂ معشوق کی طاقت تنخف ۲ مہتاب: خورشید × ن ۸ واضافہ ۱۲ امرا: مرے ن ۲۵۸/۸ اک: وہ ش ۲۵ ن میں 'کا' اور 'کو' دونوں ۲۶۰/۱۱ اس غزل کے مقابل غالباً شوق نے حاشیے پر لفظ 'خارج' لکھا ہے ۱۸ غرش ۱ ارکی ن ۲۶۱/۴ جستجو اضافہ ۵ ن میں صرف 'بدتر' باقی از ش ۶ جلوہ ش ۲۶۲/۱ بے مایہ پیمانہ ن ۵ تیرے: میرے ن: ۲۹ خط اضافہ ۳۰ نہیں اضافہ ۲۶۳/۱ کس طرح سے اوصاف ہو خلّاق جہاں کاخ بے رنگ نشفخ: نیرنگ × خ ۵ راہ: کام ف (گام) ۱۱ جسم: رنگ ش ۱۱ شعلہ: لالہ ف ۱۹ بینا ش ۱۹ سمجھ کے: سمجھ دے رخ ۲۰ برا: بڑا خ ۲۶۵/۳۲ دل: تپ ش

حصہ ۴: اس میں ایسے مصرع بھی ہیں جو بہ ظاہر صحیح ہیں، لیکن بعد کے مصرعوں سے مربوط نہیں: ۲۵/۲۶ ۳۵/۱۱ ۵۷/۵ ۸۸/۲ ۹۹/۱۷ ۱۳۵/۲۵ ۱۴۵/۱۵ معشوق کی سخن نا فہمی کا گلہ رقیبوں سے نہیں ہو سکتا ۱۷۸/۱۷ خم رخی ۲۰۰/۱۵ ۲۳۳/۲۵ ۲۴۰/۱۱ سب پر نثار ۲۴۸/۳۲ بہ ظاہر مفہوم یہ ہے کہ گیاہ خشک سرسبز و شاداب ہو گئی، لیکن الفاظ صحیح نہیں معلوم ہوتے ۲۵۳/۳۴ ۲۵۴/۶۱ میر برزن ہو سکتا ہے لیکن غیر مسموع ۲۵۶/۱۳ ۲۵۷/۱۸ ۲۵۸/۱۹ ۲۵۸/۲۶ ۲۵۹/۲۴ ۲۵۹/۲۵ ۲۶۰/۳۱

حصہ ۲۵: ۲/۵ تو: کو ۹/۱۴ ہم: تم ۔ لیکن پہلی شکل میں بھی بہ تکلف یہ معنی نکلتے ہیں کہ کتنا ہی ستاؤ، میں اس شکایت کا موقع نہ دوں گا کہ مجھ سے تحمل نہ ہو سکا

۱۰/۱۵ کے ناکہ ؟ ۳۰/۱۴ ایسا نہ : اے شانہ ۳۹/۲۵ نہ : یہ ۳۵/۵ دیکھا : دکھلا ۴۲/۱۵ دکھائی ۴۶/۱ بت خانے ۴۹/۲۷ مہ و منہ ؟ ۴۹/۲۸ بیش حسن : بیش خیز ؟ (خدمت گار) ۵۹/۱۰ ایوانِ ؟ ن میں اس طرح لکھا ہے کہ یا تو نعمت کو تعجب پڑھیے یا ایوان کی جگہ الوان ۵۹/۲۶ تری : مری ۸۴/۱۸ ۹۵/۱۴ (۱۳۶/۱۲) ۶۲/۲۷ ستایا۔ اس صورت میں 'تو نے' محذوف : ستانا ۶۶/۶ یہ ؛ پر ۹۰/۶ بھرا : بجھا ۹۰/۶ ۹۱/۲۳ اپنے : اس نے ۱۰۲/۱۴ اتارا : آثار ؟ ۱۰۴/۹ کون میں یعنی ہستی میں ؟ ۱۱۴/۲۱ ن میں دل کی حرات لیکن حرات خیرات یا جرات سے کوئی مطلب نہیں نکلتا۔ 'خیراب' ہو تو یہ مطلب نکل سکتا ہے کہ جب اپنی بہبود کی امید اٹھا دی تو اہل نظر کا محسود ٹھہرا ۱۱۵/۳۱ کہیں : کبھی + ۱۱۹/۲۲ کوئی اک لاگ ہے جس سے لگے ہے ۱۲۰/۷ یہی ہے : بھی یہ ہے ؟ ۱۲۱/۱۹ آتا ؟ ۱۲۲/۲۸ مائل : قاتل ؟ ۱۲۶/۲۴ ماریں گی قیاس : باریں کے ×ن ڈالیں گی + چمن میں وہ شور ڈال سکتی ہے منہ تو دیکھو بہار اپنا" سودا ۱۳۰/۴ تیز طر : ن تیز : لیکن تند تر اور تند و تیز بھی ممکن ہے ۱۳۰/۶ لکھوں : لگوں ۱۳۰/۱۲ بھلا : ابھی ؟ ۱۳۲/۷ اپنے : اتنی ۱۳۴/۱۳ مرے : مرا ؟ ۱۳۴/۲۶ نہ : یہ ۱۳۸/۱۱ لگالوں : نکالوں ۱۴۰/۳ یہ : ہم ؟ ۱۴۴/۲۹ سوز : شور ۱۵۵/۵ باتوں سے قیاس : باتوسی ن : تالو سے صحیح ہے ۱۶۹/۸ تاب : آب ۱۷۲/۴ لکھتے : لگتے ۱۸۰/۲۱ گریں ۱۸۳/۱۵ 'آئی نہیں کہ تم' کرامت یہ ہے کہ زبان پر آنے سے پہلے ہی مدعا سمجھ لیا جائے ۱۹۵/۱۳ ہو : ہوں ۲۰۰/۲۲ نہیں : یونہیں ۲۱۸/۲۸ مرے ۲۲۲/۱۴ جل تو گئے ۲۲۸/۸ ہے زندگی دو روزہ ؟ ۲۲۶/۱۹ مجھے : مجھ سے ؟ ۲۳۲/۷ نہ : یہ ۲۴۳/۸ یہ معجزہ ہے زمرد کا نخل لعل دے بار ؟ ۲۴۵/۲۳ نادان : دانا۔ آسمان اہل دانش کا دشمن ہے نہ کہ

نادانوں کا ۲۴۸/۲۸ آئے گی یہ ۲۴۳/۱۵ کہ: کو ۲۵۰/۶ طوطی ہو ۲۵۵/۱۶ دو: تو۔ تا سن راکب لیتا ہے
مرکب کو اس سے تعلق نہیں ۲۵۵/۳۲ کٹھن: کٹّن "میں تو کہتا ہوں تجھ سے اے کٹّن"
سودا مثنوی ۲۵۵/۱۱ جلی سی یا جلی ہوئی ۲۶۰/۱۲ برق: رعد (۲۶۳/۳) یہی وہی؟

حصہ ۶: مقامات ذیل پر ط نقطے ہیں (۱) ان میں الفاظ کسی وجہ سے ضائع ہو گئے ہیں یا بالکل پڑھے نہیں جاتے ۱۳۵/۲۵ ۱۶۶/۱۳ ۱۷۱/۲۹ ۱۷۵/۱۰ ۱۷۵/۲۳ ۱۷۹/۴ ۱۷۹ ۱۷۹/۵ ۱۷۹/۹ ۱۸۵/۲۴ ۱۸۵/۲۶ ۲۰۸/۸ ۲۲۲/۱۱ ۲۳۷/۲۸ ۲۴۷/۲۳ ۲۴۸/۱۹ ۲۴۸/۲۱ ۲۵۰/۱۶ ۲۵۱/۹ ۲۵۳/۳۲ ۲۵۵/۹ ۲۵۵/۱۰ ۲۵۹/۲۳ ۲۵۹/۲۶ (۲) قیاس ۱۷۵/۱۲ لاکھوں ہی ۲۱۰/۲۲ طلا کی جیسے ہوا کیسر ۲۴۷/۲۴ آ گئے ہی نہال ۲۴۹/۱۷ سبز ۲۴۹/۱۹ تابش ۲۵۲/۳۰ تو بہ شکن ۲۵۵/۶ وہ دامن ۲۵۶/۹ ہو (۳) بعد میں پڑھا گیا ۲۰۷/۷ مدد ۲۱۵/۱۳ سہم (۴) ش میں مکمل ملے ۲۳۳/۳۰ کہا یہ زیر لب اُن نے ۱۲۸/۳۴ اے کاش تیرے ہجر میں یہ آنکھ نہ پھڑکے (۵) ان میں محض الفاظ ہیں: ۲۳۶/۲۲ ۲۳۷/۲۷ سفر سے ۲۳۸/۱ جڑھائی ۲۳۸/۴ (۶) ان میں اس کی جگہ مصرع ۲۶ مکرر: ۲۶۰/۲۸ (۷) قوت میں اسی طرح: ۲۶۵/۲۳

تصحیح و اضافہ

صٓ تذکروں کے سنین تصنیف جو لکھے گئے ہیں وہ زیادہ تر قیاس پر مبنی ہیں۔ دل کے تراجم اکثر مکمل نقل نہیں ہوئے ثانوی ماخذوں سے جو شش کے تراجم جو نقل ہوئے ہیں، اُن کی بھی یہی کیفیت ہے۔ ص ۹/۱۳ ۱۲۹ ۳ یہ شعر ہے: موقوف کرائے ص ۲۰/۹۹۲ راجا دیا بہادر دیا رام کا بھی خطاب تھا۔ میر میں ممکن ہے کہ اسی کی طرف اشارہ ہو ص ۲۱/۳

دیوانی خالصہ و تن بہ روایت خافی خاں و غلام حسین: صرف دیوانی خالصہ بہ روایت کاموٗ
ص ۲۱ و ص ۲۲ لیٹر کلکٹر نے مرتب سر جدوناتھ سرکار نے بھی اس کتاب کے بعض ابواب لکھے ہیں۔
گردھر دیابہادر وغیرہ کے متعلق صحیح سنین ان ابواب میں ملیں گے۔ گردھر وغیرہ کے خطوط
کے مطالعہ سے سرکار نے یہ رائے بھی قائم کی ہے کہ یہ لوگ مالوہ میں خود اپنی حکومت کی بنیاد
ڈالنا چاہتے تھے۔ گردھر کے بعد مالوہ کی عنان حکومت اس کے بیٹے اور اس کے بعد
دیابہادر (پسر چھبیلا بہ قول سرکار) کے ہاتھ میں آئی۔

ص ۴۷ اس جس کا املا کلیاتِ سودا میں اوس ہے نہ 'اس' ہے تاج دارِ خاوری کا 'سودا
ص ۵۱ و ۵۲ عربی، فارسی ہندوستانی: معتقد، نگہداشت ۱۵ صفحہ ۹۲ سطر ۹ کی تصحیح سطور ذیل کی
روشنی میں کی جائے۔ نگہ داشت کا لفظ آئین اکبری میں 'چہرہ' کے ضمن میں آیا ہے۔ نگہ داشت
ملازموں کے فائدے کے لیے ہوتی تھی کہ متصدی انھیں بے سبب تنگ نہ کریں۔ سودا کے
ایک قصیدے میں جو احمد علی خاں، بخشی احدیاں کی مدح میں ہے اور جس میں فوجی اصطلاحیں بہت
استعمال کی ہیں، یہ لفظ بھی آیا ہے۔ شعر ذیل کے بعد کے شعر کلیات میں دیکھے جائیں:

چہرہ لکھا کے سرخ نگہ داشت اب کرو　　　تعداد پوچھتے ہو تو بے حد و بے شمار)

ہم پیالہ، ہم نوالہ، قسم حیا ۱۷، بہ جز اپنے، حبیبی حبیبی، سیاہی (روشنائی)، قصہ پارینہ، ہر کس و ناکس
۳۲، پیرنا بالغ، ذی حیات ۶۲، کاسے ۶۸، زرتار، ایک سے ۴۷، سوز گلو، یہ کیا معنی ۱۱۷،
سراپا ۱۱۴، جلوہ فروش، انتظار کش، بھلا بہتر ۱۲۳ "اگر جیتے رہے ہم تم سے سمجھیں گے بھلا بہتر" دل)
اک دن نہ اک دن، بہتیرا، لب و لہجہ ۴۲ او ۶۲، پنبۂ مینا، بلشت ۴۶ (بالشت)، سویرے،

آوردہ ، یارباش ، تردد ، تلاش ۱۵۴/۱۶ ، ۱۷۰ ، (سر و وزراعت ۱۷۱) ، فرصت وقت ، آخر الامر ، ہی ۱۵۹/۱۱ ، انگ ، سنگ ، رنگ ، ڈھنگ (ہر چہار جواہر کے لیے) ، گل بیز ، ناموری ، اپنا کیا ۱۶۲ ، پورش ۱۷۴ ، (بہ وزن شورش استعمال کیا ہے) جیب ۱۷۴ و ۱۹۳ ، نفر ، ضخامت ، سبکی ۱۸۰ (بہ ضم با) آئینۂ خاطر ، قدم بوس ۱۸۶ ، بے قیاس ، شکوہ مند ۱۹۹ ، ٹانکے ۲۱۶ ، ممسک ، مباد ، وحشت ، سرشت ، آں کہ ، محلّے ۲۳۶ ، طبلہ ، زوّار ، سینچے ، ظہور نور ، سبعہ سیّارہ ۲۴۲ (فارسی اردو میں جائز) ، تہی کیسہ ، چراگاہ ۲۴۷ ، لغتی ، کزلک ، صحن ۲۵۱ ، (برکا) مردک ، چال باز ۲۵۵/۱۵ ، کج ، مج ۲۵۹ ۔ کمیت ۸ ، سادگی ۹ (بھولا پن) آپ سا ۲۶/۲۰ ، فہمید ۳۴ ، اوس ۳۷ ، سی ۴۲/۱ ، بے تکلفی ۷۰ ، کہا ، بے ملے ۷۴ ، دم ساز ۷۷ ، چقماق ۸۶ ، بندۂ درگاہ ۹۶ ، بس ۱۱۳/۲ ، کوئی ۱۲۴/۱۹ ، مستاتے ۱۳۴ ، گوشوارہ ۱۶۵ ، ۳ ، جمعیّت خاطر ، از سرِ نو ، آرمیدہ ۱۴۹ ، دیدہ ۲۵۰/۸ (آنکھ) ، مصادر وغیرہ ۔

صفحہ ۵۴ : کسی پر کمر باندھنا ۱۶ ، نظر لگنا ۲۱/۱ ، غیرت دلانا ۲۷ ، بنا بنایا ۲۹/۱۶ ، دل کھول کھول رونا ۳۰ ، کھنچنا ۳۱ (املا کھچنا بھی ہے) ، لکھ بھیجنا ۳۴ ، نظر میں کھٹکنا ۳۵ ، پلا چھوڑنا ۴۵ ، جان پر کھیلنا ۵۸ ، کمان چڑھانا ، کمر کھولنا ۶۶ ، گرتے نہ سنبھالا ۷۵/۳۴ ۔ گوش دل سے سننا ۸۱ ، مرمٹنا ، لیٹنا ، ہونٹ چاٹنا ، دل جلنا ۸۶ ، اُٹھ چلنا ۸۸ ، زلفوں کا بندھنا ، شبنم کرنا ۹۶ ، چوکنا ، آنکھیں ملانا ، موتی پرونا ، جی نکلنا ۱۰۲ ، گھیرنا ۱۰۹ ، فرشتوں کے پر جلنا ۱۴۴ ، جلنا ۱۴۴/۲ ، جی الجھنا ، نام ہی سنتے ہیں ، آنکھیں جھپکنی ہیں ۱۴۷ ، مزہ لوٹنا ، کشتی الٹ رہی ہے ، خاک چھاننا ، گنوانا ، ہنستے بولتے ۲۱۰ ، پہنچنا ۲۱۲ ، کراہنا ، افیم کھانا ، گتھنا ۲۴۲ ، جیتے جی اٹھانا صفحہ ۵۶ ہاتھ ۱۷۲ ، حرف کو ۲۴۸ ، بیٹھنا ال ۸۷ ، تلے دھرے ۹۶ ، گور میں پاؤں لٹکائے ہوئے ۱۱۵ ، حرف کا ۱۷۲ ، روٹھ ۲۰۷ ، پڑنا صفحہ ۵۷ عکس ۶ ، بھول ۱۴ ، مارا ۹۵ ، دل میں گرہ ۱۳۴ ، ڈھلک ۲۱۷ ، جانا لے ۱۳/۳۲ ، تھم ۳۹ ، سر سے گزر ۶۶ ، آنکھیں مند ۲۰۹ ، ... گردن کو بھول ۲۳۸ ،

اُگتے ہی جل ۲۷/۲۴، حاشیہ ۷، جگر آب کباب ہو، پلک جھپک ۲۵۰، دل چھن ادینا جی ۴۸،
حلاوت ۱۱۱، جلا، رنگ ۱۳۰، کسی امر کی تکلیف ۱۹۰، کسی کی داد ۱۹۴، رخصت نہ، ترقی ۲۴۴،
چرخ، زبان نکال ۵۴، رکھنا صفحہ ۵۸ دل کو تھام تھام ۱۸۱، مڑی ۱۶۷، کرنا کاوش ۱۸۱،
بس، کوتاہی، چور رنگ، لطف ۵۰، آنکھوں میں گھر ۱۵۸، کہنا صفحہ ۵۹ الاماں ۲۵۱، زیر زنخ
ہاتھ رکھ کر ۲۵۳ لینا قسم ۲۷، امتحان ۲۸، کسی کا نام نہ ۵۴ مارنا کسی کے سر سے ۳۸،
پل مارتے ۸۲، پلک کا ۲۰۴، اچھال ۲۶۱ ہونا صفحہ ۶ دو بدو ۲۶، طاقت طاق ۴۳،
رات بھاری ۴۴، گھر سے باہر ۱۶، جان کا سودا ۶۹، آسمان پر دماغ، خون خشک ۸۳،
چراغ گل، منہ پر لہو لگے ہوئے داد خواہ ۹۴، زبانی ۱۰۱، کان نہ ۱۱۰، مسیں آغاز، ایک ۱۱۱/۲۴،
درہم ۱۳۰، خیمہ ایستادہ، کدھر مزاج ہے ۱۴۲، بار، نظر میں ۱۶۸، اللہ کی قدرت ۱۷۳، کسی
کے سامنے ۱۸۰، اُس کی قدرت کے کارخانے کے کھیل ہیں، کیا بلا ہے ۲۲۱، تن بدن
کی خبر نہ ۲۳۷، سر کا وبال ۲۴۵، بدن خشک ۲۵۳ صفحہ ۶۶ پر ۶۲/۲۸ و ۳ ۶۴/۳ ۱۳۷/۱۱ ۲۱۸/۱
سے ۲۳/۱۳ ۲۸/۲۷ ۴۹/۳۰ ۷۳/۷ ۸۵/۴ ۸۷/۱۳ ۱۱۶/۲۱ ۱۳۷/۲۶ ۱۳۹/۳ ۱۶۷/۶ (۲۱۳/۳۰) ۲۵۴/۲۸ پر سے ۱۶۸/۱۵ کی ۱۸۴/۷
۱۹۴/۱ کے ۴۷/۱۱ ۹۶/۱۸ (۱۸۰/۱۱ بے کسی بغیر) ۲۰۶/۲۸ کے بیچ ۲۶/۱ صفحہ ۶۸/۱۹ نے رد دیا ۲۶/۶ اور سمجھا
۱۶۳/۱۲ کے ساتھ۔ اب بغیر نے کے بہتر ہے۔ صفحہ ۶۶/۱۱ سیاہ کے لیے فعل جمع ۲۵۱/۳۴

حواشی (شمار صفحہ و شعر) ۵۶/۱۷ آیا ن: آتا ط ۱۳۹/۴ جانبن ن، لیکن جانے بہتر ۱۵۶/۱۰ کر
اور جو کی جگہ گر اور تو بہتر ہے، لیکن جناب خیال کی رائے میں ط میں جس طرح ہے وہی قابل ترجیح ہے مطلب
یہ کہ اگر دل چاہے تو دعوائے قتل کرے، اور قاتل کے تیغ و داماں کو گواہ رکھے۔ میرا دعوی کرنا
یا گواہی دینا شان عاشقی کے خلاف ہے ۱۷۲/۷ پہاڑ سے ٹکرا کر آواز بازگشت نکلتی ہے اسی سے
مضمون پیدا کیا ہے ۲۳۴/۱۵ راجا سندر سنگھ (۵۸، ۶۱) بنیاد سنگھ اور فتح سنگھ (۶۲، ۱۷)

زمینداران ٹکاری کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے، ص ۲۵۳/۱۵ گو: کون: گر ہونا چاہیے ص ۲۶/۱۶ ہوگئے
ہم ط: ہم ہوئے تھے سخنِ شعرا۔ شیفتہ؟

اغلاط

کہیں کہیں صرف صحیح الفاظ مندرج ہوئے ہیں۔ ط کا غلط نامہ بھی غلطی سے محفوظ نہ رہ سکا، اس کی تصحیح سب سے مقدم ہے۔ ص = صفحہ، (خارج) = یہ لفظ یا ہندسہ خارج کیا جائے۔

مقدمہ وغیرہ ص ۲/۴ مخمسات ص ۵/۱۷ وفات سے کچھ پہلے ص ۱۱/۱۴ مرتب ص ۱۲/۶ ۴۲/۱ ۱۱: ۳/۴
ص ۱۷/۴ ۲۸۳: ۲۸۵ ص ۱۹/۱۳ ناگر، بہتا ص ۲۰/۱۱ جلے: حصے ۲۱/۹ نظام الملک یا اُن کے کسی عزیز ص ۲۳/۱۷
نِ: نِ ص ۲۶/۱۳ سب: ست ص ۲۷/۱۱ ساتھ: کچھ بعد ص ۲۹/۱۴ قائم ص ۳۱/۱ قبل و بعد: ص ۳۱/۷ محمد باقر حزیں
ص ۳۲/۶ ۱۲: ۱۳ ۳۴/۹ شاعروں ص ۳۸/۱ غائب ص ۴۰/۷ تصحیح کے علاوہ ص ۴۰/۱۵ ۱/۷ ۱۲ ص ۴۴/۱۲ پس و پیش:
لگ بھاگ ص ۴۶/۷ رائے ص ۴۶/۷ اپنے ص ۴۷/۸ کہ: (خارج) ص ۴۷/۸ بارہ ۲۳۳ ص ۴۷/۱۷ توقع ۲۸۶ ص ۴۸/۱۲
۴۸/۵ ص ۴۸/۱۳ ۴۲۷ باندھنا ۲۰۸ ص ۴۹/۴ ص ۴۹/۱۴ ۲۶۱: ۲۶۱ ص ۵۰/۱۴ ۲۳۴: ۲۳۴، زرق اور برقِ چراغ
ص ۵۲/۱۱ ازہ ص ۵۳/۳ (سیارہ ہونا چاہیے): (خارج ص ۵۵/۹ ۱۳۸/۹ : ۱۱۰/۹ ص ۵۶/۱۵ دھن: بند ۲۶۱
ص ۵۶/۳ پھپھولے ص ۵۷/۶ ۸۸: ۸۶ ص ۵۷/۸ گزر ۵/۸ ص ۵۷/۱۰ ل ۱۴۵ ص ۵۷/۱۲ ۵۱۵: ص ۵۷/۱۴ ۹۳:
۹۹ ص ۵۷/۱۶ ۱۴۴/۳۲ ص ۵۸/۱ چھوڑ ۲۴۶ ص ۵۸/۷ ناک، چشم ص ۵۸/۷ عکس ۲۴۴ ص ۵۸/۱۰ دبک ۲۴۹
ص ۵۸/۱۱ ۱۱/۱۵ ص ۵۸/۱۵ کے)، ۱۴۷ ص ۵۸/۱۲ ربط ۳، ص ۵۹/۱۴ آنکھ ۱۶۹ ص ۵۹/۱۶ ہول: مول ص ۶۱/۵ ۲۴۹،
سواد ص ۶۱/۹ ۱۸/۴ ص ۶۱/۱۷ قوت ۸۴ ص ۱۲/۱ آزوقہ: آزقہ ص ۶۲/۱۰ گشت: کشت ص ۶۳/۱ ۵۷: ۵۷
چنگ، ص ۶۳/۵ چین ص ۶۳/۱۱ نوا ۲۰ ص ۶۴/۳ ش ۲۲۵ ص ۶۴/۷ ملائکاں ۲۴۲ ص ۶۴/۱۱ کارانِ فلک
۲۴۴/۲۰ ص ۶۵/۱۵ ۹۰/۳۱ ص ۶۶/۱۷ ۱۵/۸ و ۶ : (خارج) ص ۶۷/۵ ۵۲/۵ : ۵۲/۱۵ ص ۶۷/۵ ۵/۲۱ ص ۶۷/۵ ۴۲/۲۳ ص ۶۷/۶
۷۷/۲۱ و ۲۳ ص ۶۷/۹ ۲۱۶/۷ ص ۶۷/۱۰ ۱۸/۲ ص ۶۷/۱۰ ۱۸/۳۲ ص ۶۷/۱۱ (۲۳۴/۳۰): (خارج ص ۶۸/۲ (۱۸۵/۲۸) ص ۶۸/۴

۱۲۱/۱۹ : ۱۲۱/۱۷ ص ۶۸/۸ ۱۴ : ۴ ص ۶۸/۱۵ ۱۳۲/۳۱ ، کیجیے ص ۶۹/۵ سندتے ص ۶۹/۱۵ ۱۸۶/۳۴ : ۱۸۵/۳۴ و ۲۳۴/۳۰
ص ۷۵/۱۷ ساعد و دست ص ۴۲/۱۳ (خارج) : ۱۲۷/۹ ص ۶۳/۱۳ ، ۱۸۶ جانی ص ۱۰/۱۹ خورشید رو ص ۷۰/۹
۱۴۹/۹ پیالہ ص ۸۷/۱۴ ۱۰۱/۱۷ : ۱۰۱/۱ ص ۸۳/۱۳ ۱۱/۹ : ۱۱/۸ ص ۸۰/۱۶ ۱۲/۲ ص ۷۷/۱۶ ۶۰/۱۶ و ۱۲ ۱۴۰/۱۲ ۵۴/۱ ص ۷۷/۱۱ ۱۹۶/۱۴
آپ ہی ۹/۲۸ ص ۸۰/۱۵ بھی : (خارج) ص ۸۹/۱ ۶۵/۱۰ ص ۸۹/۱۰ ماخوذ ص ۹۰/۸ قائم ص ۹۳/۱ ۲۴/۱۵ ص ۹۴/۴
۴۶/۹ ص ۹۵/۱۷ ۹۴/۴ ص ۹۶/۲ (۱۵۷/۱) : (۱۳۲/۸) ص ۹۶/۵ ۱۰۹/۸ ص ۹۶/۱۰ جسم،

ط (شمار صفحہ و مصرع) ۶/۳۴ اس ۲۳/۲۱ خرسند ۲۴/۳۴ میں ۔ ٹپکتا ۲۸/۱۶ سیرو ۴۷/۲۰ دلیسی ۴۸/۳۲
وہ آزقہ ہی ۱۲/۲۸ خرم ۹۵/۳۱ اُسے ۹۵/۳۳ سے ۹۸/۳۴ سے ۱۰۱/۲۱ اُس ۱۰۹/۲۶ ترا ۱۲۰/۲۳ اُس رُخ ۱۲۰/۱۵
کاوش ۱۲۶/۱۸ دیکھی ۱۳۴/۲۱ بڑی ۱۳۵/۱۸ خوں ۱۳۵/۲۹ جیسے ۱۳۹/۲۷ مرے ۱۴۳/۷ صفیر ۱۴۹/۲۶ اُس کے
خاکسار ۱۵۱/۱ دیکھے ۱۷۹/۱۵ چاہے ۱۸۲/۱۹ ہوں ۱۹۲/۱۳ ہ ۱۹۲/۲۱ ہو ۲۱۴/۲۶ پر ۲۴۷/۲ جنگل ۲۴۷/۶ ہوئی
۲۵۳/۲۷ ہی ۲۶۲/۱۵ و ۱۶ : (یہ شعر رخ میں ہی)

غلط نامہ : (شمار صفحہ و سطر) ص ۲۶۷/۳ کیا گیا ہی ص ۲۶۷/۲ ۳۴/۳۱ کے ص ۲۶۷/۹ ۱۲ : ۳۵/۱۶ ص ۲۶۸/۹
۲۳ ۹۵/۲۳ ص ۲۶۸/۱۱ ۹۹/۳۱ ص ۲۶۸/۱۵ ۱۱۷/۱۷ یہ ص ۲۶۸/۱۷ ۱۲۴/۲۳ ص ۲۶۸/۱۷ ۲۸ : ۱۲۷/۲۸ ص ۲۶۹/۱۰ ۱۶۸/۳۲
۲۶۹/۱۳ ہوئے ہیں ص ۲۷۰/۲ آتی ہی تو ص ۲۷۰/۱۲ ۳۵/۳ ص ۲۷۰/۱۴ ۱۲۴/۲ ص ۲۷۰/۱۶ ۲۵۶/۱۷ ص ۲۷۱/۴ ۱۴۸/۳۵ :
۲۴۸/۳۵ ص ۲۷۱/۱۱ ڈر سے ص ۲۷۱/۱۲ ۱۲۸/۲۳

غزلیات

۱

جو دل کہ جلوہ گاہ ہوا اُس کے نور کا — مشتاق وہ نہیں ہے تجلّیِ طور کا

آئینۂ خیال میں ہے یار جلوہ گر — طالب پری کا ہوں نہ طلب گار حور کا

زنہار عکسِ غیر نہ ہو اس میں جلوہ گر — یہ دل تو آئینہ ہے کسی کے حضور کا

اہلِ شعور اُس کو سمجھتے ہیں بے شعور — جس کے تئیں گھمنڈ ہو اپنے شعور کا

آ بھی کہیں شتاب تغافل کہاں تلک — احوال ہے تنگ دلِ ناصبور کا

نے موسمِ خزاں ہے نہ گلشن میں باغباں — اے عندلیب کیا ہے سبب تیرے شور کا

تو ڈھونڈتا ہے جس کو وہ شہ رگ سے ہے قریب — جوشش خیال دل میں نہ رکھ دور دور کا

۲

میں منتظرِ دید ترے در سے نہ سرکا — ہے چشم کا حلقہ مری حلقہ ترے در کا

تو لے تو چلا نامہ مرے سوزِ جگر سے — اللہ نگہباں ہے کبوتر ترے پر کا

آویزۂ لعل اور بنا گوش کو دیکھو — ہے مہر کے پنجے میں گریبان سحر کا

غربت میں ہوئے جائے گہر افسرِ شاہاں — آرام وطن سے نہیں کم رنجِ سفر کا

عالم کا ہوا راہ نما شیخ ولیکن — جوں سنگِ نشاں ہے نہ اِدھر کا نہ اُدھر کا

یہ دونوں ہی ہو لیں گے ہدف ناوکِ غمزہ — جو دل کا ارادہ ہے وہی عزم جگر کا

دے تاب تری زلف مری رشتۂ جاں کو — بے تاب کرے دل کو مرے تابِ کمر کا
حسرت میں قدم بوس کی چشمِ نگراں ہے — ہر نقشِ قدم یار ترے راہ گذر کا
ہستی کی بنا ہی تو بہا دیجیے جوشش — اب کے یہ ارادہ ہے مرے دیدۂ تر کا
دیکھے تیشہ جو کبھی تیری جفاکاری کا ۳/۶ کوہ کن ہو تو نہ دم مارے وفاداری کا
چشم پُر آب ہے لب خشک دماغ آشفتہ — اور عالم ہے غرض دل کی گرفتاری کا
جاں فدا کر کے بھی شرمندہ ہوں لب سے تیری — حق ادا ہو نہ سکا مجھ سے نمک خواری کا
دل سلامت رہے اور درد و غمِ عشقِ بتاں — کون مشتاق ہے ناصح تری غم خواری کا
مسکراتا ہے مجھے دیکھ کے غیروں کے حضور — یاد ہے اُس کو عجب طور دل آزاری کا
اُس نے جب مول لیا دل کو مرے اے جوشش — شور عالم میں پڑا اُس کی خریداری کا
کچھ اور ہی عالم ہے ترے تفتہ جگر کا ۳/۴ کوئی سامنے آ سکتی ہے منہ دیکھو سقر کا
جی سیر ہیں گلزار کی تن کنجِ قفس میں — یہ صید گرفتار اِدھر کا نہ اُدھر کا
کافی ہے یہ رونا ہی مرا ہجر میں اُس کے — اے آہ میں محتاج نہیں تیرے اثر کا
ہیں دیر و حرم میں تو بھرے شیخ و برہمن — جز خانۂ دل کیجیے پھر قصد کدھر کا
سرگشتہ جو پھرتا ہی پڑا دشت میں جوشش — شاگرد بگولا ہے کسی خاک بہ سر کا
گر کوئی کاٹ لے سر بھی ترے دیوانے کا د/ح پر یہ سودائے محبت ہے نہیں جانے کا
مست رکھ یاد میں اُس چشم کی تا روزِ جزا — منہ نہ دکھلا مجھے یارب کسی مے خانے کا
میرے دل کو بھی نہ ہوئے ہوسِ بوسہ اگر — آشنا لب سے ترے لب نہ ہو پیمانے کا

حسن اور عشق کا مذکور نہ ہوئے جب تک   مجھ کو بھاتا نہیں سننا کسی افسانے کا

کیوں نہ مضطر ہوں اسے دیکھ کے دیکھو تو سہی   شمع کے سامنے کیا حال ہے پروانے کا

ہاتھ اٹھاتا نہیں اے یار جو سلجھانے سے   دل تری زلف سے الجھا ہی مگر شانے کا

گو کہ مر جائے ترے عشق میں جوشش لیکن ——— شکوۂ جور و جفا منہ پہ نہیں لانے کا

نہیں معتقد جو ترے دید کا ہے   میں دیوانہ ہوں اس کی فہمید کا

تعلق کسی سے نہیں غیر حق   یہ عالم ہوا اپنی تجرید کا

خیالِ دو عالم ہوا دل سے دور   یہاں ذکر کیا جامِ جمشید کا

ہم آغوش وہ مجھ سے ہو یا نہ ہو   دوانا ہوں میں دید وادید کا

یہاں نامرادی ہے عینِ مراد   نہ ہو بارور نخل امید کا

یہ کوچے میں لیلیٰ کے مجنوں نہ ہو   ارم میں ہے گویا شجر بید کا

ترا شعر جوشش تجھے ہے پسند ——— تو محتاج ہے کس کی تائید کا

دیکھ کر حسن گل عذاروں کا ہے   خانہ ویراں ہوا ہزاروں کا

آب خجلت سے ہو گیا سیماب   دیکھ منہ تیرے بے قراروں کا

شعلۂ طور ایک شعلہ تھا   اس محبت ہی کے شراروں کا

تیغ ابرو سے کر اشارۂ قتل   ہوں میں کشتہ ترے اشاروں کا

دیکھیں گر اس کی چشم پرفن کو   ہوش اڑ جائے ہوشیاروں کا

اس کی آنکھوں کو دیکھیں اے جوشش ——— منہ تو دیکھو شراب خواروں کا

اُس کو فرزانہ کہیں جو ہو دوانا عشق کا ۸/۴ ہے خدائی سے نرالا کارخانہ عشق کا

جی رہے یا جائے اے ناصح جو ہونا ہو سو ہو یہ سرِ شوریدہ ہے اور آستانہ عشق کا

پہلے دعویٰ عشق کا تھا پیش کش پھر سر دیا کوہکن نے آخر آخر لوہا مانا عشق کا

کس طرح جلتا بھلا خار و خسِ حرص و ہوا گر ہمارا دل نہ ہوتا آشیانہ عشق کا

میرے دل کو اور جگر کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا مجھ ہی پر موقوف تھا تیغ آزمانا عشق کا

دیکھیے راہِ طلب میں اس کی تب خوش فعلیاں کھائے جب شبدیزِ ہمت تازیانہ عشق کا

دیکھ لے اپنے گریباں میں بھی ٹک سر ڈال کر ــــ مجھ سے کیا پوچھے ہے ای جوشش ٹھکانا عشق کا

پہلو میں مرے دل ہے طلبگار کسی کا ۹/۴ وارستہ ہے عالم سے گرفتار کسی کا

ہر چند بھٹکتے رہو سر دیر و حرم میں اے شیخ و برہمن نہ ہو وہ یار کسی کا

جز درد و غم اس دہر میں حاصل نہیں ہیں مطلوب کسی کو نہ طلبگار کسی کا

ہرگز نہ ہوا عشق کے بازار میں جوشش ــــ غیر از غم و اندوہ خریدار کسی کا

دل پھرا ہم سے یار جانی کا ۱۰/۴ کیا رہا لطف زندگانی کا

جس جگہ بیٹھے اُٹھ نہیں سکتے زور عالم ہے ناتوانی کا

آپ ہوتے ہیں کیوں خفا ہم پر کون خواہاں ہے مہربانی کا

دیکھتا ہی نہیں کسی کی طرف کیا غرور اُس کو ہے جوانی کا

آہ مت پوچھو سرگزشت مری سننا مشکل ہے اس کہانی کا

مور کے گھر فلک تو اے جوشش ــــ شور ہے اپنی ناتوانی کا

حال اب تنگ ہے زمانے کا ۱۱ رنگ بے رنگ ہے زمانے کا
نہیں کوتاہ اس کا دستِ طلب یہ گدا تنگ ہے زمانے کا
ایک دم چین سے نہ کوئی رہے یہی آہنگ ہے زمانے کا
سرکشوں کا رہا نہ نام و نشاں زورِ سرچنگ ہے زمانے کا
اے جفاکار دہر میں تجھ بن کون ہم سنگ ہے زمانے کا
جھوٹ میں نے کہا تری ہاتھوں قافیہ تنگ ہے زمانے کا
چل نکل جلد یاں سے اے جوشش ڈھنگ بے ڈھنگ ہے زمانے کا

اے بلبل لطف دیکھ اس سادہ رو کا ۱۲ نہ کر مذکور گل کی رنگ و بو کا
نہ الفت نے مروت جی کے خواہاں بتوں سے کچھ نہیں چلتا کسو کا
غلط کہتا نہیں میں تجھ سے جوشش ق یہ ہے مذکور میرے روبرو کا
برہمن نے گلے سے تو رڑا زنار مصلے آگ میں زاہد نے پھونکا
زمیں پر شیخ نے دے ماری دستار ذرا دیکھا جو منہ اس خوب رو کا

مزہ دکھاؤں تجھے تیری بے وفائی کا ۱۳ اگر نہ ہوئے مجھے پاس آشنائی کا
وفورِ اشک نے افسوس آستاں سے ترے مٹا دیا ہے نشاں میری جبہہ سائی کا
اسیرِ زلف رہا جب تلک یہ طائرِ دل خیال جی میں نہ گزرا کبھی رہائی کا
وہی یہ دل نہیں سنتا کسی کی آہ و فغاں گلہ نہ کیجیو نالے کی نارسائی کا
کر آشنائی تو اپنے ہی دل سے دیوانے جو تیرے جی میں ارادہ ہو آشنائی کا

ہر ایک خار بیاباں رکھے ہے نوک زباں — یہ ماجرا ہے ہماری برہنہ پائی کا
خیال یار میں رہتا ہوں محو اے جوشش — نہ فکر وصل ہے مجھ کو نہ غم جدائی کا
گلہ کرے جو کوئی اُس کی بے وفائی کا — ۱۴ — یہ چاہیے کہ نہ لے نام آشنائی کا
نہیں سپہر کے آئینے میں یہ جلوۂ مہر — پڑا ہے عکس ترے پنجۂ حنائی کا
عجب نہیں کہ مزار اُس کا سنبلستاں ہو — جو کوئی مارا ہو زلفوں کی کج ادائی کا
رہی نہ مجھ میں ذری تاب و نرمی گفتار — یہ طور کس نے سکھایا تجھے رکھائی کا
اسی کا آئینہ مجدہ ہزار عالم ہے — غرض وہی ہے سزاوار خود نمائی کا
تری کشش نے لیا کھینچ دل کو اے جوشش — وگرنہ مجھ کو بھروسا نہ تھا رسائی کا
یہ سمجھے دیکھ کے ہم سوز شمع و پروانہ — شب وصال سے بہتر ہے دن جدائی کا
ہوا ہے کاکل مشکیں پہ جب سے اُس کا گذر — نسیم باغ کا شیوہ ہے مشک سائی کا
اسیر دام خط و زلف ہو گیا ہے دل — بغیر جان دیے ذکر کیا رہائی کا
رکھے ہے افسر شاہی یہ فخر اے جوشش — ہمارے سر پہ یہ کاسہ جو ہے گدائی کا
جیسا کہ دل پہ زخم ہے اُس کے خدنگ کا — ۱۵ — گلشن میں ایک گل نہیں اس آب و رنگ کا
ہنس ہنس کے تند خو نے مجھے دیوے ہے گالیاں — کس نے سکھا دیا ہے یہ طور جنگ کا
چھوٹا کبھی نمک نہ دل داغ دار پر — حد سے نمک ہے حسن بتان فرنگ کا
دیوانوں کے بدن پہ عجب کچھ بہار ہے — خنداں ہے رنگ گل ہے ہر اک زخم سنگ کا
اے شیخ پی تو دیکھ تنک تو شراب عشق — عالم جدا ہے اُس کے نشے کی ترنگ کا

اُس شعلہ رو کے وصل کی شب یاد آگئی —— دیکھ اضطراب شمع پہ جوشش پتنگ کا

دل میں ہر چند ہے خیال اُس کا ۱۶/۵ نظر آتا نہیں جمال اُس کا
وہ جو تھی بے خودی سو ہے موجود ہجر سے کم نہیں وصال اُس کا
ہو چکا ہے جگر پسند مژہ دل کو مانگے ہے خط و خال اُس کا
شیخ اگر سامنے ہو مستوں کے نظر آجائے سب کمال اُس کا
ہم پڑے اک زوال میں جوشش —— دیکھ کر حسن بے زوال اُس کا

اُٹھ اے طبیب جا مجھے آرام ہو چکا ۱/۶ مرتا ہوں کوئی دم کو مرا کام ہو چکا
اب بھی کہیں اٹھائے گا چہرے سے دام کو معمورہ نوشکار سے یہ دام ہو چکا
دینا تھا اُس کو دل سو لیا اُس نے نامہ بر اب میرے اُس کے نامہ و پیغام ہو چکا
اب مجھ سے ہو سکے ہے کوئی ترک عاشقی رسوا ہوا جہان میں بدنام ہو چکا
آغاز ہی میں اِس کے مرا جی نکل گیا معلوم کارِ عشق کا انجام ہو چکا
جوشش عبث ہے منتِ ساقی زردگا —— معمور زندگی کا مری جام ہو چکا

ظالم نہیں علاج کہیں اس گزند کا ۱/۴ دل پر لگا ہے نیش ترے نوش خند کا
گو ہوئے اس سے کنگرۂ عرش تک گزر بہتر ہے کاٹنا ہی ہوس کی کمند کا
مانندِ شمع سوزِ محبت کے ہاتھ سے جلنا ہی ہے شعار مرے بند بند کا
تجھ سا ہی جو طبیب کہ ہو درد آشنا وہ ہی کرے علاج دلِ دردمند کا
دل آتشِ فراق سے بھاگے نہ کس طرح ٹھہرے ہے آگ میں کوئی دانہ سپند کا

کوئی کسی کے شعر کو سنتا نہیں یہاں ــــ جوشش یہ شور ہے تری فکرِ بلند کا

ہماری آہ کے صدمے نہیں اٹھانے کا ۱۹/۶ یہ چرخ بامِ کہن ہے کسی زمانے کا

یہاں تو خواب ہوئی سیرِ باغ برسوں سے   کسے خیال ہے تیری گلی سے جانے کا

نہ پھولتے ہیں شگوفے نہ غنچے کھلتے ہیں   چمن میں شور پڑا کس کے مسکرانے کا

نہ چھیڑ سوتے دے قاتل کو میرے نالے   حصول کچھ نہیں اس فتنے کے جگانے کا

یہ راستے ہیں نہ چھوڑے گا کج روی اپنی   کمیتِ چرخ ہے مشتاق تازیانے کا

یہ طفلِ اشک نہ چھوڑیں گے دامن اے جوشش ــــ خیال کیجیو ہرگز نہ دل لگانے کا

سر اُس کی تیغ سے جب تک جدا نہ ہوئے گا ۲۰ کسی طرح سے حق اس کا ادا نہ ہوئے گا

تمہاری زلف جو آشفتگی پہ نازاں ہے   صبا سے حال ہمارا سنا نہ ہوئے گا

بغیرِ ناخنِ شمشیرِ یار عقدۂ دل   ہزار کیجیے تدبیر وا نہ ہوئے گا

کبھی کسی سے ہوا ہو تو ہم سخن ہنس کر   یہ اتفاق تو پیارے ہوا نہ ہوئے گا

کل اُس نے بیٹھ کے غیروں میں کی نگہ مجھ پر   یہ تیر کس کے جگر میں لگا نہ ہوئے گا

اگر یہی ہیں جفا کاریاں تری ظالم   کوئی کسی سے کبھی آشنا نہ ہوئے گا

دل دیگر ہی پہ آفت نہیں فقط جوشش ــــ جو ہے ترا یہی رونا تو کیا نہ ہوئے گا

جیتے ہی جو تمنا کی تدبیر کر سکے گا ۲۱/۵ وہ ہی حریمِ دل کی تعمیر کر سکے گا

غافل ہے زلف تیری کیوں ہم سے کوئی اتنی   سودائیوں کو تیرے زنجیر کر سکے گا

اے جنگ جو کسے ہم منصف بدیں جہاں میں   ثابت کوئی بھی میری تقصیر کر سکے گا

زور آوریٔ طالع گو ہو پر اُس کے دل میں   کب نالۂ ضعیفاں تاثیر کر سکے گا
نامہ جو تو لکھے ہے اُس بے وفا کو جوشش   احوال سوز دل کا تحریر کر سکے گا

۲۲

غیروں ہی پہ تو ستم کرے گا   ہم پر نہ کبھو کرم کرے گا
ہم سا ہی وہ ہوگا سادگی میں   باور جو تری قسم کرے گا
گزرے گا وہی تری گلی سے   سر کو جو کوئی قدم کرے گا
اس تیغ دو دم کا تیری زخمی   آرام نہ ایک دم کرے گا

۲۳

ہم پہ سو ظلم و ستم جور و جفا کیجیے گا   یہ نہ ہوگا کہ کبھی ہم سے گلہ کیجیے گا
عشق میں اپنی مجھے موت نظر آتی ہے   یہ وہ آزار نہیں جس کی دوا کیجیے گا
وا ہوئے غنچہ و گل صبح ہوا ہے ہوئی   چشم مخمور کو ٹک اب بھی تو وا کیجیے گا
بندے کہلاتے ہیں راضی بہ رضا ہیں جوشش   ہوگی جو اُس کی رضا وہ ہی کیا کیجیے گا

۲۴

مدعی کی ہے جو کچھ چال سو کیا چھوڑے گا   کچھ نہ کچھ پھر بھی تجھے یار سکھا چھوڑے گا
جی رہے یا نہ رہے یار پہ یہ دیوانہ   اپنی چھاتی سے تجھے آج لگا چھوڑے گا
شیخ مت جا تو اُس رند قدح خوار کے پاس   ورنہ تجھ کو بھی کوئی گھونٹ پلا چھوڑے گا
مت کرو منع نہ مانے گا طبیب ناداں   آپ ہی گھبرا کے ہماری وہ دوا چھوڑے گا
جب تلک جی نہ نکل جائے مرا گھبرا کر   دام سے مجھ کو نہ صیاد مرا چھوڑے گا
باز آتا جو نہیں کوچے سے اُس کے یہ دل   گالیاں ہی مجھے اک روز کھلا چھوڑے گا
گر یہی غم ہے یہی درد و الم ہے جوشش   شعلۂ آہ مرے دل کو جلا چھوڑے گا

مہر بانی سے مرے پاس اگر آئے گا ۲۵/۴ قتل کرنے ہی کا سامان وہ کر آئے گا
لے لیا دل کو مرے ایک نگہ میں جس نے یا الٰہی کہیں وہ پھر بھی نظر آئے گا
اس نے تو باج لیا فتنۂ دوراں تجھ سے اور کون ایسا ہے جو اس سے بسر آئے گا
اس کے کہنے پہ نہ جا غصے میں ہے اے جوشش گو کہ کہتا ہے نہ آؤں گا مگر آئے گا
کیا فکر تو کرتا ہے اس فکر سے کیا ہوگا ۲۶/۹ ہووے گا وہی جو کچھ قسمت میں لکھا ہوگا
شمشیر تری یکتا ہے عقدہ کشائی میں یہ عقدۂ دل دیکھیں کس طرح سے وا ہوگا
ہم جلتوں کی باتیں بھی کچھ جلتی ہی جلتی ہیں کیا خاک وہ سمجھے گا دل جس کا بجھا ہوگا
جس طرح کے ہم رسوا ہیں عشق کے وادی میں اس طرح تو مجنوں بھی رسوا نہ ہوا ہوگا
آغاز تو ہے یہ کچھ جو خلق میں رسوا ہوں انجام محبت کا کیا جانیے کیا ہوگا
یاد آیا ہے اک مطلع پڑھتا ہوں سن اے جوشش ان قافیوں میں ایسا مطلع نہ سنا ہوگا
جس نے تری آنکھوں کو ٹک دیکھ لیا ہوگا ۲۷/۹ وہ مر ہی گیا ہوگا ہرگز نہ جیا ہوگا
گردوں تری بخشش کی کیا بات ہے پر ہم کو جب تو نے دیا ہوگا آزار دیا ہوگا
مت منع کرو اس کو گر قتل وہ کرتا ہے ایسا ہی گنہ اس کا کچھ ہم نے کیا ہوگا
پرزہ ہی نظر آیا ہوگا مرے ہاتھوں سے اس جیب کو اے ناصح جب تو نے سیا ہوگا
کیا شیخ و برہمن نے کیا گبر و مسلماں نے تیرے خم ابرو کو سجدہ ہی کیا ہوگا
کیا خاک وہ سمجھے گا اس عشق کی مستی کو خوناب جگر جوشش جس نے نہ پیا ہوگا
مرے جب تک کہ دم میں دم رہے گا ۲۸/۴ یہی رونا یہی ماتم رہے گا

کہاں تک یہ غرورِ حسنِ ظالم   ہمیشہ کیا یہی عالم رہے گا

یہی سوزش ہے داغوں کی تو کیونکر   سلامت پنبۂ مرہم رہے گا

جدا جب تک ہوں اے بے درد تجھ سے   یہی درد اور دل باہم رہے گا

اگر یوں ہی رہے گی حیرتِ عشق   ق   اگر یہ دیدۂ نم نم رہے گا

بہ رنگِ شبنم آ کر قطرۂ عشق ——— ہماری ہر مژہ پر جم رہے گا

اس طرف تو نہ تجھے زور نہ زر کھینچے گا   ۲۹   جذبۂ عشق ہی کھینچے گا اگر کھینچے گا

وہ طلب گار ہے دل کا مجھے بوسے کی طلب   حسن اور عشق کا جھگڑا یہ بشر کھینچے گا

خسروِ حسن نے گو کی ہے نگہ داشت دلے   یک قلم چھپ کے یہ عاشق کی نظر کھینچے گا

ہم سے قلاشوں سے ملنے سے تجھے کیا حاصل   تو ملے گا انھیں سے جن سے کہ زر کھینچے گا

یار ملنا جو ہو منظور تو مل لے ورنہ   آب و دانہ مرا کیا جانے کدھر کھینچے گا

قدرِ آرامِ وطن ہو گی اسی کو معلوم   جو کوئی میری طرح رنجِ سفر کھینچے گا

حسرتِ وصل میں مر جائے گا لیکن جوشش ——— منتِ غیر نہ یہ خاک بسر کھینچے گا

تیرے دیدار سے محروم اگر جاؤں گا   ۳۰   یاں تلک روؤں گا اے یار کہ مر جاؤں گا

کوچۂ یار سے رونا بس اگر جاؤں گا   ایک عالم کو رلاؤں گا جدھر جاؤں گا

ناصحو عشق سے کیوں اتنا ڈراتے ہو مجھے   میں ڈرانے سے تمہارے کوئی ڈر جاؤں گا

اس قدر نالے نہ کر اے دلِ ناداں محبت ——— اس جفا جو کے ابھی جی سے اتر جاؤں گا

پنہاں تھا حسنِ یار نمودار ہو گیا   ۳۱   آتے ہی خط کے سبزہ یہ گلزار ہو گیا

اپنا تو کچھ گناہ نہ آیا ظہور میں — کیا بات ہو گئی کہ وہ بیزار ہو گیا
ہوتی نہیں کسی کی دعا مجھ کو سودمند — یارب مجھے یہ کون سا آزار ہو گیا
اس وقت دیکھتا ہوں نپٹ پیچ و تاب میں — زلفوں میں تیری کون گرفتار ہو گیا
عاشق ہوں مجھ کو مارے کوئی یا برا کہے — سب کچھ مرے مزاج پہ ہموار ہو گیا
آیا جو یاد حلقۂ زلف بتاں مجھے — ہر داغ دل کا نافۂ تاتار ہو گیا
سرگرم ظلم دیکھ کر اُس خود پسند کو — جوشش یہ دل بھی درپئے آزار ہو گیا

عکس رو سے اُس کے گھر آئینہ خانہ ہو گیا ۳۲/۵ ہر طرف دیکھ اپنی صورت کو دوانا ہو گیا
یاں تلک سجدے کیے ہم نے تری در پر کہ دوست — دشمن اپنے سر کا تیرا آستانہ ہو گیا
زلف کا اُس کی تصور رہ گزار عشق میں — توسن ہمت کا اپنے تازیانہ ہو گیا
ہم نوالہ ہم پیالہ ہم سخن ہم بزم تھے — اس کا کیا افسوس اک وہ بھی زمانہ ہو گیا
مرنے والا ہی تھا یہ بیمار اُس کی چشم کا — اک مرض یہ بھی موت کا جوشش بہانہ ہو گیا

ہاتھ قاتل کا مرے خوں سے نگاریں ہو گیا ۳۳/۶ ایک تو رنگین تھا ہی اور رنگیں ہو گیا
خوبی قسمت کہ صبح وصل جب پہنچی قریب — مانع دیدار جاناں خواب سنگیں ہو گیا
غیر بیتابی نہیں اس کو کسی سے دوستی — کارگر جس دل میں تیرا خنجر کیں ہو گیا
بھول ہی جائے گا یہ روزہ نماز اے شیخ جی — جب تمہارے سامنے وہ آفت دیں ہو گیا
شعر جو پڑھتا نہیں تو ہر کسی کے روبرو — ان دنوں جوشش مگر مشتاق تحسیں ہو گیا

جب عشق میرا شہرۂ آفاق ہو گیا ۳۴/۴ اک عالم اُس کے حسن کا مشتاق ہو گیا

کس سے ہوئی ہے دوستی ایسی کہ اِن دنوں   آنا ہمارا دل پہ ترے شاق ہو گیا
یاں تک رہے جدا کہ ہمارے مذاق میں   آخر کو زہر ہجر بھی تریاق ہو گیا
کیا ہو گیا کہ آتے ہی خط کے دو زنخ پر   کچھ بے آپ صاحب اخلاق ہو گیا
مرنے سے کام کیا ہے جہاں آئی بےخودی   عاشق پر اُس کے مرگ کا اطلاق ہو گیا
جوشش انھیں کو بس نظر آیا جمال حق ——— دل کا جنھوں کے آئینہ براق ہو گیا
وہ کماں ابرو مرا جب جیں برابرو ہو گیا ۳۵/۵ چھوٹتے تیر نگہ دل میں ترازو ہو گیا
پاس میرے آکے جب بیٹھا رقیب اُس کے حضور   درد دل تو تھا ہی اُس پر درد پہلو ہو گیا
دیکھتا ہوں آج ہے ہر موج کا دل بیقرار   سرو رعنا کون سا آکر لب جو ہو گیا
جی اگر چاہے تو مل مجھ سے نہیں مختار ہے   کیا برا ایسا کہا تھا جو خفا تو ہو گیا
رفتہ رفتہ بندگی میں زلف کافر کیش کی ——— تھا تو یہ جوشش مسلماں لیک ہندو ہو گیا
آیا ترا خیال خورو خواب لے گیا ۳۶/۶ دل سے ہمارے عشق کا اسباب لے گیا
وہ ماہ بھر کے جام مے ناب لے گیا   اک دم میں آفتاب کو مہتاب لے گیا
ہم رونے لگ گئے خم ابرو کو یاد کر   سجدے کا شوق جب سوئے محراب لے گیا
شوق نظارہ میں سر دیوار یار تک   آنکھوں کو میری اشک کا سیلاب لے گیا
اک بار دیکھنے نہ دیا اُس کو بھر نظر   سو بار اُس تلک دلِ بیتاب لے گیا
جب رو دئیے معذرت میں تو سیلاب اشک کا ——— جوشش غبار خاطر احباب لے گیا
کس وقت خشک دیدۂ نمناک ہو گیا ۳۷/۵ کب گرد غم سے دامنِ دل پاک ہو گیا

جوں شانہ دست رس نہ ہوئی زلف یار تک ہر چند سو جگہ سے یہ دل چاک ہو گیا
صید افگنی تو ٹھہرے اس شہ سوار کی جو آ گیا سو بستۂ فتراک ہو گیا
اے شیخ ہم نہ کہتے تھے تجھ سے شراب پی آخر تو سوکھ سوکھ کے مسواک ہو گیا
جوشش نہ پوچھ مجھ سے کچھ اس خاکداں کی بات ــــ آیا جو کوئی یاں سو تہ خاک ہو گیا

میں ہی نہ کچھ دیکھ ادھر رہ گیا ۳۸/۵ جس کی پڑی اس پہ نظر رہ گیا
تیغ نگہ نے نہ کیا کچھ قصور داغ کی دل رہ کے سپر رہ گیا
دیدہ و دل لے گئی سیل سرشک جیف کہ سینے میں جگر رہ گیا
قتل کو آیا پہ مری بے کسی دیکھ کے وہ ترک پسر رہ گیا
اٹھ گئے جوشش سبھی اس بزم سے ــــ تو ہی ترا خاک بسر رہ گیا

بھول پڑا کیا جو ادھر آ گیا ۳۹/۵ آج تو مدت پہ نظر آ گیا
بھول گیا اپنے تئیں عشق میں خوب ہی آیا میں جدھر آ گیا
یار نے منہ پھیر لیا جس گھڑی سامنے یہ خاک بسر آ گیا
روز ہی ملتا ہے ستمگار سے دل کو مرے زور ہنر آ گیا
دیکھنے پائے نہ اسے بھر نظر ــــ ہو چکی شب وقت سحر آ گیا

اشک کے ہمراہ دل تک بہ گیا ۴۰/۵ ایک یہ داغ جدائی رہ گیا
وہ جو آزردہ ہے مجھ سے اس قدر کوئی بدگو کچھ تو اس سے کہہ گیا
یار تیرے ظلم میں وہ لطف ہے جو نہ تھا سہنے کے قابل سہہ گیا

جوں کتاں لاکھوں کئے دل چاک چاک ــــ جس طرف جوشش وہ رشکِ مہ گیا

اُس کا خدنگ دل سے جگر سے گزر گیا ۴۱/۴ اک تیر تھا کہ صاف جگر سے گزر گیا
نالہ ہمارے دل کا صدائے جرس کی طرح مشہور تو ہوا پہ اثر سے گزر گیا
دامان و آستیں سے میں روکوں کہاں تلک اب ضبطِ اشک دیدۂ تر سے گزر گیا
جوشش رہِ طلب میں دلِ گرم رو مرا ــــ ایسا گیا کہ اپنی نظر سے گزر گیا

رخسار پر ترے خطِ شب رنگ آگیا ۴۲/۲ آئینے میں صفا نہ رہی زنگ آگیا
چلتی جو دیکھی تیغ نگہ اُس کی ہر طرف بے اختیار مرنے کا آہنگ آگیا
یا رب وصالِ یار ہو اب یا وصال ہو ــــ دستِ غمِ فراق سے میں تنگ آگیا

تجھ سے ظالم کو اپنا یار کیا ۴۳/۸ ہم نے کیا جبر اختیار کیا
مثلِ سیماب بے قرار رہے ایک جا ہم نے کب قرار کیا
آنکھیں پتھرا گئیں اے سنگیں دل یاں تلک تیرا انتظار کیا
تو جو کہتا ہے جلد آؤں گا ہم نے کیا تیرا اعتبار کیا
جیب تو کیا ہے ناصحو ہم نے چاک سینے کو غنچہ دار کیا
نظر آئے قیاس سے باہر دل کے زخموں کو جب شمار کیا
آتشِ عشق نے بہ رنگِ سپند دانۂ دل کو بے قرار کیا
تو وفا سے نہ درگزر جوشش ــــ اس نے گو جور اختیار کیا

صبح کی طرح جو گل چاک گریباں کیا ۴۴/۱۱ داغ نے مہرِ درخشاں کو پشیماں کیا

سوختہ جانوں پہ کیا عشق نے احسان کیا — شمع کی طرح جلا بے سر و ساماں کیا
جلوہ عالم میں جب اے مہرِ درخشاں کیا — تو نے ہر ذرّے کو جوں لعل بدخشاں کیا
فوجِ غمزہ نے کمر باندھی ہی کس پر سچ کہہ — گھر تو ہر گبر و مسلماں کا ویراں کیا
کوہ و صحرا و بیابان کو ڈبو یا یک لخت — چشمِ تر تو نے تو اس مرتبہ طوفاں کیا
اور کیا پاس مرے ہے جو کروں تجھ پہ نثار — دین و ایمان و دل و جاں کو تو قرباں کیا
کاوشِ ناخنِ غم سے گل و بلبل ہیں خجل — اس نے سینے کو مرے رشکِ گلستاں کیا
بس ہوا محوِ تماشائے جمالِ رخِ دوست — مثلِ آئینہ مجھے عشق نے حیراں کیا
جلوہ گر دل میں ہوا جب مرے وہ رشکِ چمن — میں نے گھر بیٹھے ہوئے سیرِ گلستاں کیا
سر اٹھا سکتے نہیں بارِ خجالت سے ہم — اپنے فعلوں نے ہمیں سخت پشیماں کیا
زمزمہ سازیِ اغیار سے محظوظ رہا — طرف جوشش کے نہ اُس گل نے کبھی کان کیا

۴۵

تو نے جو ترکِ شیوۂ جور و جفا کیا — کیا آئی تیرے جی میں ستم گر یہ کیا کیا
کس نے کہا ہے تم سے جو بدظن ہوئے ہو تم — کس کے حضور ہم نے تمھارا گلہ کیا
غیروں سے تجھ کو رات رہیں گرم جوشیاں — میں شمع وار سامنے تیرے جلا کیا
دیکھا نہ تجھ کو اک نظر اے رشکِ ماہتاب — کوچے میں تیرے صبح تلک میں پھرا کیا
کل پھول بیٹھے تھے گل سارے باغ میں — مرجھا گئے جو بندِ قبا تو نے وا کیا
قابل اسی کے تھا کہ ہو سو ٹکڑے سنگِ دل — توڑا جو تو نے شیشۂ دل کو بھلا کیا
جوشش غزل سرائی سے تھا ذوق جن دنوں — طوطی کا ہونٹ نطق ہمارا ملا کیا

دے کے دل پچتانے سے ہوتا ہے کیا ۔ ۴۶ ۔ ہونی تھی سو ہو چکی روتا ہے کیا
گلشن دنیا ہے مزرع یاس کا ۔ دانۂ امید یاں بوتا ہے کیا
چبھتی ہو گی پنکھڑی اے نازنیں ۔ سیج پر پھولوں کی تو سوتا ہے کیا
شیخ جانے کی نہیں بوئے ریا ۔ خرقۂ سالوس کو دھوتا ہے کیا
اس قدر راتوں کو اے جوشش نہ رو ۔ نیند لوگوں کی عبث کھوتا ہے کیا

شہرت نہ تھی جب تیری کوئی اور کدھر تھا ۔ ۴۷ ۔ میرا سر سودا زدہ تھا اور ترا در تھا
سرگشتہ ترے واسطے یہ خاک بسر تھا ۔ سچ کہہ دل گم گشتہ کہاں تھا تو کدھر تھا
کس لطف و کرم سے متوجہ وہ ادھر تھا ۔ جب آہ میں تاثیر تھی نالے میں اثر تھا
پڑتے ہی نظر یار ترے تیر مژہ پر ۔ سینے میں جو دیکھا تو نہ دل تھا نہ جگر تھا
روتے تھے جو کل یاد کر اس کے لب خنداں ۔ جوشش مرے داماں میں بھرا لعل و گہر تھا

وہ زمانہ کیا ہوا جو مرے گریے میں اثر تھا ۔ ۴۸ ۔ یہی چشم خوں فشاں تھی یہی دل یہی جگر تھا
نہ ملوں کبھی میں اس سے نہ دکھاؤں اپنی صورت ۔ مجھے آشنا نہ کرنا یہی مدعا اگر تھا
قسم حیا ہے مجھ کو ہمیں جن دنوں تھی الفت ۔ یہ خبر اپنے اس گلی میں کسی اور کا گزر تھا
نہ گرے تھے پارۂ دل نہ بہا تھا اشک خونیں ۔ نہ یہ لعل بے بہا تھا نہ یہ دانۂ گہر تھا
رہ عشق میں تو جوشش قدم طلب نہ رکھتے ۔ یہی آہ راہبر تھی یہی اشک ہم سفر تھا

جب دل بر و دلدار تھا خوش چشم خوش رفتار تھا ۔ ۴۹ ۔ یاروں ہی کا وہ یار تھا اغیار سے بیزار تھا
جس روز تیری یاد تھی بیتابی و فریاد تھی ۔ یہ بے نصیبی شاد تھی میں زیست سے بیزار تھا

وے دن بھی کیا اے جان تھے تم بر سر احسان تھے　　ہم بزم ہم ہر آن تھے دشمن ذلیل و خوار تھا

جب تک کھڑے لے یار تھے ہم طالب دیدار تھے　　باچشم تر خوں بار تھے کوچہ ترا گلزار تھا

آپس میں کل یہ گل رخاں مل کر کے بیٹھے تھے جہاں　　یہ عاشق بے دل وہاں آنکھوں میں سب کی خار تھا

یا دیدنا گوش صنم جب تھی ہمیں روتے تھے ہم　　دامن میں اپنے تاک قلم جوشش دُر شہوار تھا

۱۴

مارنا تلوار لے خوں خوار کیا در کار تھا　　جو ترا تیر نگہ تھا دل سے میرے پار تھا

لغزش پا نعش بر داروں کی میرے دیکھ خلق　　پوچھے ہے یہ کس کی چشم مست کا بیمار تھا

بوالہوس تو ٹل گیا تیور ہی بدلے دیکھ کر　　یار کی تیغ نگہ کا تو یہ پہلا وار تھا

سبزۂ خط کو منڈایا تو نے کیوں اے بیوفا　　زخم دل پہ تو بجائے مرہم زنگار تھا

تھا پرستاروں میں لات و خط کے جب تک دل مرا　　در پئے تسبیح کب تھا طالب زنار تھا

ہجر کی راتوں کا جوشش حال مجھ سے کچھ نہ پوچھ　　خواب میں تھے میرے طالع اور میں بیدار تھا

۱۵

قیس پھرتا جو رہا دشت میں دیوانہ تھا　　اُس کو لیلےٰ ہی کے دروازہ پہ مرجانا تھا

اتنا اظہار ستم آج عبث کرتے ہو　　روز اول ہی تمہیں ہم نے تو پہچانا تھا

آہ اس سنگ حوادث سے مرے پہلو میں　　چور وہ شیشۂ دل ہے جو پری خانہ تھا

ناحق ایسا نہ ہوا خون دلوں کا پامال　　اُس کی زلفوں کو یہ آہستگی سلجھانا تھا

مدعی سمجھوں ہوں جن جن کو میں اب تیرے لیے　　دوست اپنے ہی تھے سب کیا کوئی بیگانہ تھا

ان دنوں عشق سے دل ٹوٹ گیا ہے ورنہ　　مے الفت ہی سے لب ریز یہ پیمانہ تھا

کیا ہوئے آہ وہ ایام کہ ہم اے ساقی　　مست دے خوار تھے آباد یہ مے خانہ تھا

مرتے ہی مرتے بچا ہوں وہ تری دوری سے — یار جوشش کی عبادت کو تجھے آنا تھا

اگر جنت یہی کچھ ہے تو کوے یار بہتر تھا ۵۲ ترے سایے سے طوبیٰ سایۂ دیوار بہتر تھا

اجل ہر وقت یاں دست و گریباں مجھ سے رہتی ہے — نہ ہوتا ہی کسی کی چشم کا بیمار بہتر تھا

ادا فہماں بتاں کی جنبش ابرو تماشا ہے — اگر چلتی ہی رہتی تجھ پہ یہ تلوار بہتر تھا

ترحم کی نگاہوں نے تو ہم کو ذبح کر ڈالا — ترا چیں بر جبیں رہنا ہی اے خونخوار بہتر تھا

قریب مرگ پہنچایا ہم آغوشی کی حسرت نے — ہمیں آئینہ ساں وہ دور سے دیدار بہتر تھا

نگہ غمزہ مژہ سب قتل کے حربے ہیں ان میں سے — جو ترک چشم کو بھاتا وہی ہتھیار بہتر تھا

لب ہر زخم سے قاتل صدا نکلے ہے یہ ہر دم — کہ تیرا ناز کا ہونا ہی دل سے پار بہتر تھا

بہ رنگ شمع جوشش رونق بزم فنا ہوتے — در دل سے جو اٹھتا پردۂ پندار بہتر تھا

ثمر سے یاس نخل محبت فرہاد رکھتا تھا ۵۳ سدا امید آب تیشۂ فرہاد رکھتا تھا

گرایا تو نے آب تیشہ اس کے نخل قامت کو — رگ ہر سنگ میں جا ریشۂ فرہاد رکھتا تھا

لگا تھا قصر شیریں ہاتھ جب پرویز کے دل میں — کچھ اندیشہ نہ تھا اندیشۂ فرہاد رکھتا تھا

عجب صورت کا تھا گو وہ تحمل بے ستوں جوشش — کہ ہر سنگ اس کا پاس تیشۂ فرہاد رکھتا تھا

وہ نا آشنا نکلا جو آشنا تھا ۵۴ اچنبھا ہے یہ کیا ہوا اور کیا تھا

دل گم شدہ کا مجھے کیوں نہ غم ہو — وہ اپنا ہی تو تھا بھلا یا برا تھا

رہوں آہ محروم میں بندگی سے — اسی واسطے مجھ کو پیدا کیا تھا

نہ ملیے گا انساں سے اے خضر تو نے — یہی سوچ کر آب حیواں پیا تھا

طلسمِ جہاں جائے عبرت ہے جوشش ق میسّر جنھیں تخت و تاج و لوا تھا
انھوں کا یہ احوال ہے آنکھ میچتے — جو دیکھا تو اک دم میں سب کچھ ہوا تھا

شب کسے آنا ادھر منظور تھا ۵۵ خانۂ دل جلوہ گاہِ نور تھا
تھی ملامت اُس کے تیروں کی مدام ساغرِ دل خوں سے جب معمور تھا
تیری مرضی گر نہ ہوتی بے وفا روکتا دربان کیا مقدور تھا
مہر کل منہ پہ نہ اُس کے آسکا حسن پر اپنے بہت مغرور تھا
اتنی دل داری مری تھی کیا ضرور جان ہی لینا اگر منظور تھا
سامنے ہوتے ہی تیرے سنگ دل شیشۂ دل میرا چکنا چور تھا
اپنے جوشش کی عیادت بھی نہ کی — یہ مروت سے تمھاری دور تھا

جا کے دیکھا میں ارم میں تو وہ کیا تھا کہ نہ تھا ۵۶ ایک کوچے کا ترے یار مزہ تھا کہ نہ تھا
خونِ عشاق سے آسودہ کیا کیوں تونے یار ہاتھوں میں ترے رنگ حنا تھا کہ نہ تھا
کل تری بزم میں حاضر تھے سبھی اے ظالم لیکن ایک یہ ہی گنہ گار ترا تھا کہ نہ تھا
ہو کے جوشش تو گرفتار مزہ کچھ پایا — ہم نے تجھ سے جو کہا تھا سو بھلا تھا کہ نہ تھا

جن دنوں سینہ ہمارا جلوہ گاہِ نور تھا ۵۷ یہ تجلی خیزِ دل خجلت دہِ صد طور تھا
کیوں نہ شاکی ہو نیازِ عشق نازِ حسن سے لے کے دل کو پھیر دینا کون سا دستور تھا
تھی میسر جامِ چشمی جب تک اُس مے نوش سے بے خودی کی مے سے میرا جامِ دل معمور تھا
مجھ پہ جو گزرا مرے سننے میں کیا آیا نہیں شہرۂ آفاق تھا یہ ماجرا مشہور تھا

لگ گئی کس کی نظر یار وہ صحبت کیا ہوئی   اس سے ہم مسرور رہتے اور ہم سے وہ مسرور تھا
رات اس کی بزم میں داغ جگر پر اے طبیب   شمع کے مانند سوزاں مرہم کافور تھا
غیر کو تلوار کیوں دی تو نے اپنے ہاتھ سے   قتل جوشش کا اگر ظالم تجھے منظور تھا

۵۸/۴
کیا ہوئے وہ دن کہ ملک دل خراب آباد تھا   درد تھا غم تھا الم تھا نالہ و فریاد تھا
قسمتوں سے قصر شیریں ہاتھ خسرو کے لگا   ورنہ کب تجھ سا وہ شیریں کار اے فرہاد تھا
جن دلوں منظور تھا اس بے وفا کو امتحاں   تھی ادھر طرح وفا اور ادھر ستم ایجاد تھا
جوشش خود رفتہ سے احوال شب کا کچھ نہ پوچھ   اپنے تئیں بھولا تھا وہ لیکن اسے تو یاد تھا

۵۹/۷
یاں بجز اپنا کسے اے یار نہ دیکھا   ہے کون جسے تیرا طلبگار نہ دیکھا
سوتوں کو جگایا مرے نالے نے عدم میں   پر طالع خوابیدہ کو بیدار نہ دیکھا
ظالم ترے تیر دل ہی کے پیکاں نظر آئے   چھاتی پہ کبھی مرہم زنگار نہ دیکھا
اک عمر ہوئی بیچتے اس دل کو ولیکن   تجھ سا تو کوئی ہم نے خریدار نہ دیکھا
بلبل کی بھی آنکھوں میں ہوا خار چمن میں   جس گل نے ترا گوشۂ دستار نہ دیکھا
کل بزم میں سب پر نگہ لطف و کرم تھی   اک میری طرف تو نے ستمگار نہ دیکھا
جز چشم بتاں میکدۂ دہر میں جوشش   ہم نے تو کسی مست کو ہشیار نہ دیکھا

۶۰/۷
ہر جسم حباب وار کو دیکھا   ہستی کو نہ پائدار دیکھا
چوں شیشۂ ساعت اس جہاں میں   دو دل کو نہ بے غبار دیکھا
وہ مست غرور تو نہ بولا   سو بار اسے گو پکار دیکھا

مضطر نہیں بحر میں فقط دل — اس جی کو بھی بے قرار دیکھا
جوں شمع حرم کنشت دل میں — زینت جلوۂ روئے یار دیکھا
ہم مر بھی گئے پہ تو نہ آیا — بس ہم نے ترا قرار دیکھا
ہر آن ہے غرق بحر معنے — جوشش کا عجب شعار دیکھا

یار کو قاصد مرے جا کے اگر دیکھنا ۶۱/۵ میری طرف سے بھی تو اک نظر دیکھنا
لے کے ترا نقد جاں دشتہ ہوا مہر دل — زر تو نظر آ گیا زر بھی کر دیکھنا
یار یہ کیا ناز ہے کون سا انداز ہے — جان ہی لے چھوڑنا تک بھی جدھر دیکھنا
چھوٹیں گے جوشش سبھی بھی مجھے تو دکھا کوئی — سمجھیے گا جس گھڑی یاں سے سفر دیکھنا

تری زلف کا عقدہ جیسا ہوا ۶۲/۹ نئے سر سے اک فتنہ برپا ہوا
لگایا جبھی اس کی زلفوں کو ہاتھ — لگا کہنے کیا تجھ کو سودا ہوا
طلب کرتے بوسہ وہ دل لے گیا — عجب طرح کا یہ تماشا ہوا
نہ تڑپے نہ سسکے نہ دم لے سکے — تری تیغ ابرو کا مارا ہوا
ترے جوہر تیغ کا کیا قصور — نصیبوں میں جو کچھ لکھا تھا ہوا
وہ نامہرباں مہرباں ہو گیا — اچنبھا ہے یہ کیسا تھا اور کیا ہوا
سنا ان حشر سے ڈراتا ہی کیا — یہ نیرنگ تو ہے دیکھا بھالا ہوا
بس اے شیشہ تو غم نہ کر کا دنیں — یہ دل کیا ہوا سنگ مارا ہوا
یہ دولت تری عشق جوشش تئیں — نہ تھا جو گوارا گوارا ہوا

غش آگیا دوساتے بھرے جہاں ہوا ۶۳/۱۰ مجھ کو وصال یار میسر کہاں ہوا
بے طاقت اس قدر یہ دل ناتواں ہوا — حرف تواں بھی اس کی زباں پر گراں ہوا
جی تک بھی دے چکا میں اسے بہر امتحاں — لیکن نہ صاف مجھ سے مرا بدگماں ہوا
سر پر کھڑا ہے کھینچے ہوئے تیغ کہکشاں — جلاد میری جان کا یہ آسماں ہوا
لطف و کرم پہ اس کے مجھے کب ہے اعتماد — گو مہرباں بھی وہ بت نامہرباں ہوا
سن کر خبر ہماری اسیری کی باغ میں — سنتے ہیں شاد شاد دل باغباں ہوا
اے چشم دیکھتا ہوں پریشاں ہیں طفل اشک — تاراج کس کے ہاتھ سے یہ کارواں ہوا
بلبل کے اشک سرخ سے گلشن میں باغباں — رشک بہار خار و خس آشیاں ہوا
کیوں کر نہ دل کو کھینچ رکھیں ابرو و مژہ — بچتا ہے جو مقابل تیر و کماں ہوا
جوشش کہیں خموش بھی ہو بس کہاں تلک ـــــ تو تو غزل سرا نہ ہوا قصہ خواں ہوا

حیرت دل سے ہیں اس واسطے خورسند ہوا ۶۴/۵ مثل آئینہ ترے آگے نظر بند ہوا
ڈھونڈتے ڈھونڈتے مدت پہ جو پایا بھی اسے — ہم گلہ کیا کریں گے وہ ہی گلہ مند ہوا
تلخ کام آہ یہ ناکام نہ ہوتا ہرگز — تلخ کامی کا سبب تیرا شکر خند ہوا
تھک گئے ہاتھ دعا مانگتے کب تک یا رب — آج دروازہ اجابت کا مگر بند ہوا
سن کر اس لب کی حلاوت کا بیاں اے جوشش ـــــ مصری پھیکی پڑی شرمندہ بہت قند ہوا

جب سے اس شعلہ رو سے یار ہوا ۶۵/۶ دل مرا صورت شرار ہوا
جس گھڑی ہم سے وہ دوچار ہوا — دل سے تیر نگاہ پار ہوا

کیوں سبک ہوں چشمِ عالم میں — تیری خاطر پہ جب میں بار ہوا
یاد میں آتشیں عذاروں کی — دل مرا رشکِ شعلہ زار ہوا
دی پیے پے گلابی ساقی نے — آج مستوں کا بیڑا پار ہوا
تیرے ہی واسطے اے خانہ خراب — اتنا جوشش ذلیل و خوار ہوا

کب ترے غمزدے دیوانے کا مسکن نہ رہا ٦٦/٧ کس گھڑی خانۂ زنجیر میں شیون نہ رہا
ہر سحر بادِ صبا دامنِ گل جھاڑے ہے — ایک دن بھی ہاتھ میں اپنے ترا دامن نہ رہا
دلِ افسردہ عبث سینۂ پر داغ میں ہے — دل جو پژمردہ ہوا قابلِ گلشن نہ رہا
ساری خلقت کو دِوانا کیا جھمکے نے ترے — صرفِ زنجیر ہوا دہر میں آہن نہ رہا
شکر صد شکر کہ اب کاوشِ مژگاں سے تری — چاک اس سینے کا منت کشِ سوزن نہ رہا
دل جلانے کا تماشا ہمیں بھاتا تجھ کو — حیف صد حیف مرے سینے میں روزن نہ رہا
دل ہی اک دشمنِ جانی تھا ہمارا جوشش — دوستی اس سے ہوئی اب کوئی دشمن نہ رہا

داماں پہ پونچھنے سے پشیمان ہی رہا ٦٧/٥ آنکھوں سے میرے اشک کا طغیان ہی رہا
مرنے کو یوں تو مر گئے پر اپنے ہاتھ سے — تو نے کیا نہ قتل یہ ارمان ہی رہا
میں سوزِ دل کے ہاتھ سے بزمِ جہاں میں — مانندِ شمع بے سر و سامان ہی رہا
آیا نہ یار مر گئے ہم انتظار میں — قول و قرار وعدہ و پیمان ہی رہا
اس گلشنِ جہاں میں جوشش تمام عمر — مے خوار و مے پرست و غزل خوان ہی رہا

تیرِ مژگاں کا مرے دل میں کھٹکتا ہی رہا ٦٨/٤ جب تلک جیتا رہا سینہ میں کھٹکتا ہی رہا

جستجو میں تیری کل اے مہر وش ماہِ تمام　　شام سے تا صبح گلیوں میں بھٹکتا ہی رہا
جب تلک وہ شہسوار اترا نہ جولاں گہ میں　　صیدِ دل فتراک میں اس کی لٹکتا ہی رہا
روئے آزادی نہ دیکھا میں نے جوشش تا بہ مرگ — زلفِ محبوباں سے دل میرا اٹکتا ہی رہا
اے جنوں نے گل رہا نے سروِ گلشن میں رہا　٦٩　طوقِ قمری کی طرح سے اپنی گردن میں رہا
مثلِ گل دستِ جنوں کے فیض سے اس باغ میں　　جب تلک جیتے رہے ہم جیب دامن میں رہا
میری آہِ گرم کی دہشت سے دونوں گل گئے　　نے رہا کچھ سنگ میں باقی نہ آہن میں رہا
تم نے جس فن سے لیا تھا میرے دل کو اے بتا　　اب کہاں وہ فن تمہاری چشمِ پرفن میں رہا
شور تھا صید افگنی کا جس کی تا دشتِ حرم　　مرتے مرتے جی مرا اس صید افگن میں رہا
حلقۂ زلفِ بتاں میں ہو گیا جب سے اسیر　　یہ دلِ ماتم زدہ ہر آن شیون میں رہا
دوست کہلا کر کے دشمن جان کا ہو جو کوئی　　تو ہی کہہ پھر کیا تفاوت دوست دشمن میں رہا
حشر تک جوشش کسی کے حسنِ عالمگیر سے — سو طرح کا شور دیوانوں کے مدفن میں رہا
سوزِ دروں نے کیا یہ دل و جاں جلا دیا　٧٠　ہر استخواں کو شمع لگن ساں جلا دیا
دل سے جگر سے سینے سے اے شمع تجھ بغیر　　شعلے لگے نکلنے کو جب یاں جلا دیا
تو نے کیا سرشک خجل اس کے روبرو　　نے آستیں نہ جیب نہ داماں جلا دیا
جب پہنچی کان تک مرے اے نے تری صدا　　نالے نے میرے دو ہیں نیستاں جلا دیا
تیرے لبوں کی گرمیِ شہرت نے لعلِ لب　　پھونکا یمن کو اور بدخشاں جلا دیا
اے اشک واہ یہ دلِ وحشی کہاں رہے　　تم نے ڈبویا کوہ بیاباں جلا دیا

جوشش کل اس کی بزم میں قطرۂ دل نے اشک کے — مجھ کو بہ رنگِ سرو چراغاں جلا دیا

زلفوں سے لے کے دل بھی انہی چشم کو دیا — جس نے جگر میں سوزنِ مژگاں چبھو دیا

اک تیری چشمِ تر نہ ہوئی ورنہ سنگ دل — جس نے ہمارا حال سنا اس نے رو دیا

راضی رہے رضا پہ نہ شاکی ہوئے کبھی — ہم نے کیا قبول ہمیں اس نے جو دیا

سیلِ سرشکِ چشم نے تیرے خیال میں — حرفِ دوئی کو دل کے صفحے سے دھو دیا

جنسِ وصالِ یار گئی ہاتھ تب مرے — جب نقدِ جاں کو راہِ محبت میں کھو دیا

جوشش تمام عالمِ آب آئے ہے نظر — روئے زمیں دیدۂ تر نے ڈبو دیا

دل کی تپش نے ان دنوں سونا بھلا دیا — ادھر لگی پلک کہ آنکھ ادھر دھمک نے جگا دیا

بے یار جامِ مے جو مرے منہ سے لگا دیا — ساقی نے زہر ہی کا پیالہ پلا دیا

اے زلفِ یار سچ ہے کہ صحبت کا ہے اثر — مجھ کو بھی تو نے آپ سا آخر بنا دیا

ظلم و ستم کے نام سے تجھ کو تو ننگ تھا — یہ ظلم یہ ستم تجھے کس نے سکھا دیا

اے چرخ کچھ قصور تو تجھ سے ہوا نہیں — کیوں تو نے مجھ کو خاک میں لے کر ملا دیا

لے نام بھی کوئی تو نہ یاد آئیں ہم تجھے — اے یار تو نے اب ہمیں ایسا بھلا دیا

ساقی کسی کو ہوش میں نہ رہی تابِ بے کشی — تیری نگاہِ مست نے ایسا چھکا دیا

جوشش میں کب ہوا کسی بدگو سے دو بدو — جو کچھ کہا کسی نے سنا اور اڑا دیا

گر لب پہ مرے نالۂ جاں کاہ نہ ہوتا — اس درد سے ہرگز کوئی آگاہ نہ ہوتا

تا حشر نہ خاک کس آرام سے رہتے — گر یہ دلِ مضطر مرے ہمراہ نہ ہوتا

کرتی نہ کرم مجھ پہ جو کاہیدگیٔ عشق   نزدیک مرے کوہ پہ کاہ نہ ہوتا
بہتا کبھی یا تجھ سے دل ہم بھی نہ دیتے   اے جانِ جہاں تجھ سا جو دلخواہ نہ ہوتا
بوسے کا اگر تجھ سے طلبگار نہ ہوتا   ظالم یہ گنہگار گنہگار نہ ہوتا
ہوتا نہ اگر تشنۂ خونِ دلِ عاشق   وا تیر کا اُس کے لبِ سوفار نہ ہوتا
بچتے نہ کبھی اے غمِ تنہائیٔ فرقت   گر مونس و غمخوار دلِ زار نہ ہوتا
جوشش اسے اغیار جو غیرت نہ دلاتے   وہ یار مری شکل سے بیزار نہ ہوتا

بام پر پی کے وہ شراب آیا   سوا نیزے پہ آفتاب آیا
لطفِ نرگس ہم میں ہے ورنہ   چشمِ نرگس پہ بے حجاب آیا
پی کے مے بے حجاب کیا ہوگا   سو طرح کا اُسے حجاب آیا
جو ستم بے حساب کرتا تھا   آج وہ بر سرِ حساب آیا
تاب کھایا جہاں کمر نے تری   رشتۂ جاں میں پیچ و تاب آیا
خواب میں جس کے آیا تو اے شوخ   پھر نہ آنکھوں میں اُس کی خواب آیا
ڈر سے ابرِ مژہ کے اے جوشش   معذرت کو تری سحاب آیا

ایسا دل ہاتھ ترے آئے گا کم لیتا جا   تجھ کو دیتا ہوں میں بے دام و درم لیتا جا
دین و ایمان و دل و جان جو تو مانگے تھا   دیتے جاتے ہیں اب ایک ایک کو تم لیتا جا
تجھ سوا اور کو دیکھا ہو اگر ایک نظر   جیسی جیسی تجھے لیتی ہو قسم لیتا جا
یہ کہا صانعِ قدرت نے بنا کر مجھ کو   نالہ و آہ و فغاں درد و الم لیتا جا

سالکِ راہِ فنا اتنی شتابی کیا ہے ‏ ‏ کل مقاموں میں ٹھہرتا ہوا دم لیتا جا
سب ہی حاضر ہیں یہی گو ہے یہی میداں ہے ‏ ‏ امتحاں عاشقوں کا اپنے صنم لیتا جا
سرکشی چھوڑ دے اس راہ گذر میں جوشش ـــ خاکِ رہ ہوکے تو ہر اک کے قدم لیتا جا

بے تابی نے تیرے کیا رہنے کو گھر بنایا ۴۸ سر دے دے مارنے کو دیوار و در بنایا
دندان و لب کو تیرے عاشق ہوا بنا کر ‏ ‏ سنگِ وحدت ہیں جس نے لعل و گہر بنایا
ہے خوب و زشت صورت آنکھوں میں اُن کی یکساں ‏ ‏ آئینہ ساں جنھوں کو صاحب نظر بنایا
چالاک تھا اسی کو ہم نامہ بر بناتے ‏ ‏ افسوس مرغِ دل کو بے بال و پر بنایا
پابندِ دامِ دنیا یاں ہر تن ہم تو رکھتے ‏ ‏ وارستگاں کی خاطر سیر و سفر بنایا
تابِ کمر کہے ہے بے تاب اس کو جوشش ـــ اللہ نے اُسے کیا نازک کمر بنایا

جب سے ہے اُن جبیں پیں پیدا ۴۹ مہر معدوم اور کہیں پیدا
غیر کا نام نقشِ دل مت کر ‏ ‏ نام کرتا نہیں نگیں پیدا
درد اُٹھتا نہیں ہے بے عادت ‏ ‏ یہ ہوا تحفہ ہم نشیں پیدا
جن دنوں اشک بار تھیں آنکھیں ‏ ‏ نہ زماں تھا نہ تھی زمیں پیدا
ہے وہ بے جرم منحرف مجھ سے ‏ ‏ پھر تو کیا کرے کہیں پیدا
اس کی گفتار سے بنا ہے شکر ـــ لبِ شیریں سے انگبیں پیدا

کہتا ہے ایک عالم انصاف کر ہمارا ۵۰ سنتا نہیں کسی کی بے داد گر ہمارا
اوروں کی عیب جوئی اپنا ہنر نہیں ہے ‏ ‏ اپنی ہی عیب جو ہیں یہ ہے ہنر ہمارا

سرگشتہ اس جہاں میں جوں گرد باد ہیں ہم — تھک کر جہاں کہ رہ گئے ہے وہ ہی گھر ہمارا
جاتی ہے کب قفس میں سر سے ہوائے گلشن — برباد نا نہ ہوئے یہ مشت پر ہمارا
باد نسیم کو بھی آنے نہ دیوے ہرگز — گر ہو تری گلی میں ظالم گذر ہمارا
ملتا جو ہو تو مل لے جاتے ہیں ہم عدم کو — کاہے کو پھیر ہوگا آنا ادھر ہمارا
نظروں سے اس کو اک دم ہونے نہ دیجیو جدا ہم — مقدور ہوئے جوشش کچھ بھی اگر ہمارا
ہر چند خوب صورت یاں بت نیا بنایا ۸/۵ لیکن تجھے خدا نے اپنا ہی سا بنایا
دریائے حسن میں تا ہوئے ہلاک عالم — ابرو کا پل بھی دیکھو تلوار سا بنایا
جام جہاں نما گر اس کو کہوں بجا ہے — ایسا ہی ہاتھ آیا ہے دل بنا بنایا
ملک بقا کی شاہی قسمت میں ہے انھیں کی — اپنے تئیں جنہوں نے اہل فنا بنایا
نے دیر کے ہوں قابل نے لائق حرم ہوں — افسوس مجھ کو تو نے ایسا خدا بنایا
جہاں میں بادۂ عشرت پیا پیا نہ پیا ۸۱/ع سلوک بخت نے ہم سے کیا کیا نہ کیا
نگاہ لطف سے دیکھا یہی غنیمت ہے — سلام اس نے ہمارا لیا لیا نہ لیا
عبث خفا ہے مرا دل ربا عبث ہی تو دل — یہ دل بھی چیز ہے کوئی دیا دیا نہ دیا
خدا رکھے مرے تار سرشک کو قائم — کسی نے چاک گریباں سیا سیا نہ سیا
نہ چھوڑ نزع میں جوشش کو چل ہوائے مرگ — مریض عشق کوئی دم جیا جیا نہ جیا
ہوا ریگ رواں کی طرح جس جا گہ گذر اپنا ۸۲/۵ بجز آوارگی کوئی نہ تھا واں ہم سفر اپنا
لگا دی دل میں آگ اے آہ سوزاں کیا کیا تو نے — جلا دیتا ہے اپنے ہاتھ سے کوئی بھی گھر اپنا

شب فرقت ہی بے تابی دل ہے درد پہلو ہے — نظر آتا نہیں ہم کو تو جینا تا سحر اپنا
نہ ہووے گی خبر جب تک تری تلوار اے ظالم — طبیبوں کی دوا سے جا چکا ہے درد سر اپنا
کہاں ابرو مرا اب بھی نہ دیگا داد اے جوشش — نثار ناوک بیداد کرتا ہوں جگر اپنا

اٹکھیلیوں سے چلنے کا تجھ کو مزہ ملا ۔ ۳۶ ۔ تیری بلا سے خاک میں کوئی ملا ملا
اپنی خوشی دل سے ہوئے آپ شادی کم — ایسی ہی گرمجوشی سے وہ بد بلا ملا
کس منہ سے آشنائی کا لوں نام دہر میں — جو آشنا ملا سو یہاں بے وفا ملا
وہ بادشاہ حسن ہے اور میں گدائے عشق — ملنے کی کون طرح مگر دے خدا ملا
ظالم کرے ہے کوئی تغافل یہاں تلک — ہم خاک میں بھی مل گئے پر تو نہ آ ملا
بے خود ہو آئینے کی طرح دیکھ روئے یار — لے خود نما خودی میں کسی کو خدا ملا
جوشش جلا جلا ہی اسے کہتے یاں شنا — جس جس سے روز عید کو یہ دل جلا ملا

تعلقات جہاں سے خبر نہیں رکھتا ۔ ۳۷ ۔ ہزار شکر کہ میں دردسر نہیں رکھتا
بتوں کے دل میں جگہ کی ہے نالہ نے نے — ہزار حیف یہ نالہ اثر نہیں رکھتا
خفا ہوں جان سے دل کھول کر رو لیتا — تری گلی میں کسی کا میں ڈر نہیں رکھتا
نہ ہے نصیب کہ دل وارے ہم اس دل کو — ہزار کہتے ہیں رکھنے کو پر نہیں رکھتا
دل و جگر کو تو پوچھے ہے کون اے جوشش — حضور اس کے میں اپنی خبر نہیں رکھتا

گزر ادھر سے جو کبھی مرے مسیحا کرتا ۔ ۳۸ ۔ کشتۂ تیغ تغافل کو بھی اچھا کرتا
مجھ کو جس طرح کیا خلق میں رسوا تو نے — سامنے اس کے کبھی اے اشک نہ رسوا کرنا

دل میں اس عاشقِ غمگیں کے کئی عقدے ہیں — بار تو بندِ قبا اپنے ذرا وا کرنا
مانعِ گریۂ مستانہ نہ ہو اے زاہد — مجھ کو منظور ہے تر دامنِ تقوی کرنا
دھو ڈالے اشک ہو کسی تدبیر کا لکھا — لیکن نہ مٹ سکے جو ہو تقدیر کا لکھا
کاغذ کو چاک سر کو قلم کے کیا قلم — جب ہم نے وصف کچھ تری شمشیر کا لکھا
زخمِ جگر کے پانی سے تصویر تب کھنچی — جب تو قلم بنا کے پرِ تیر کا لکھا
آنکھوں کی لے سیاہی مژہ کا قلم بنا — رو رو کے حال اس دلِ دلگیر کا لکھا
کھایا نہ تیرا تیر نہ فتراک سے بندھا — تھا یوں ہی کیا کریں ترے نخچیر کا لکھا
اس کو لکھا نہ جانیو گر کچھ شعور ہے — نسخہ جہاں کہیں کہ ہو اکسیر کا لکھا
شاید پڑھے ہے وہ سبقِ عشق ان دنوں — اب کے جو خط لکھا بڑی توقیر کا لکھا
اس سے کہو صحیفۂ دل ہاتھ میں رکھے — تعویذ ہے یہ صاحبِ تاثیر کا لکھا
یہی کچھ تھا ہمارے صفحۂ تقدیر پر لکھا — کہ نامہ اس نے لکھا بھی تو چوبِ تیر پر لکھا
یہ حلقے زلف کا اس کے نہیں گردِ مخطط پر — کسی نے حاشیہ قرآن کی تفسیر کا لکھا
دوانا آرزوئے آستاں بوسی میں مرتا ہے — صبا جا اس کے در کے حلقۂ زنجیر پر رکھ آ
نہنگِ بحرِ خوں خواری و برقِ خرمنِ جاں ہے — بجائے قبضہ ہے اس ترک کی شمشیر پر لکھا
خطِ آزادگی بندے کا تم بندے خدا کے ہو — فرنگی زادے نے لے کر خطِ تقدیر پر لکھا
اب اس مفتی بچے نے آہ فتویٰ قتل کا میرے — خفا ہو کر کے ناحق مجھ سے بے تقصیر پر لکھا
کیا رسوا اسے عشقِ خرد دشمن نے اے جوشش — یہ دیوانہ کوئی تھا قابلِ تشہیر پر لکھا

تنہا نہ عشق میں یہ دلِ ناتواں جلا ۸۸ مانند نخلِ شمع ہر اک استخواں جلا
نے دل رہا نہ چشم رہی نے جگر رہا اے اشک تیرے ہاتھ سے کیا کیا مکاں جلا
بلبل نہ باغباں سے ہو بدظن کہ باغ میں تیری ہی آہ سے یہ ترا آشیاں جلا
کس طرح سرگذشتِ جدائی بیاں کروں دی آہِ شعلہ بار نے میری زباں جلا
سیلِ سرشک و آہِ شرر بار سے مری — جوشش زمیں بہ گئی اور آسماں جلا

اس ادا کا ہوں تری دیوانہ ۸۹ دیکھنا مجھ کو اور چھپ جانا
کیوں نہ صد چاک ہوئے دل میرا ہاتھ ڈالے ہے زلف پریشانہ
شعلہ رو تجھ پہ کیوں نہ ہوں صدقے شمع پر جل مرے ہے پروانہ
ہوں وہ دیوانہ ناصحا جس کو ننگ ہے چاک جیب سلوانا
یار غیروں سے اس قدر کا ربط اور عاشق کو دیکھ شرمانا
آج ہے جاں بہ لب ترا جوشش — جی میں آئے ترے تو آ جانا

تیری مژہ کے سامنے کس کو ہے یارا ۹۰ بچتا نہیں اس تیغِ سیہ تاب کا مارا
عالم میں سبھی قصۂ پارینہ کو بھولے مذکور تمہارا ہی ہے یا ذکر ہمارا
شعلے نے ترے حسن کے یہ آگ لگا دی اقلیمِ دل آباد تھا سو جل گیا سارا
ہے کام مرا چاشنیِ مرگ سے محظوظ کافر ہوں جو تجھ بن ہو مجھے زیست گوارا
کیا کام ہے اس تیر و کماں تیغ و سناں کا کافی ہے مرے قتل کو بس ایک اشارہ
کوسِ لمن الملک سبھی مارتے تھے کل دیکھ آج نہ جم ہے نہ سکندر نہ دارا

درویش ہوں جوشش کوئی کیا مجھ سے خفا ہو ــــ یاں ہر کس و ناکس کی مساوی ہے مدارا

اس دل صاف سے رہتا ہے عبث یار خفا ۹۱/۶ آئینے سے کہیں ہوتے ہیں طرح دار خفا

اے طبیبو نہ معالج ہو نہ تدبیر کرو ــ زندگی سے ہے بہت یہ دل بیمار خفا

آہ دل ہیں نے دیا اس کو گنہ گار ہوا ــ دیکھ صورت مری ہوتا ہے وہ دلدار خفا

کیوں نہ محفوظ رہے لخت جگر سے مژگاں ــ گل کی صحبت سے بھی ہوتا ہے کہیں خار خفا

چھوڑوں کس واسطے میں اس کی گلی کا رہنا ــ یار تو خوش ہے بلا سے ہوئے اغیار خفا

اس کی رنجش کا عبث خوف تجھے ہے جوشش ــــ ہو چکا ہے وہ اسی طرح کئی بار خفا

سامنے اس کے رہ نہیں سکتا ۹۲/۵ چپ رہوں یہ بھی ہو نہیں سکتا

سنگ و آہن گداز ہوتے ہیں ــ اس کا دل نرم ہو نہیں سکتا

آگ سے طفل اشک ڈرتا ہے ــ دل کے داغوں کو دھو نہیں سکتا

جس طرح سو گئے مرے طالع ــ اس طرح کوئی سو نہیں سکتا

مثل فرہاد عشق میں جوشش ــــ جان کوئی مفت کھو نہیں سکتا

کوئی اس غم کدے میں اپنی غم خواری نہیں کرتا ۹۳/۷ دیا ہے ایک کو دل وہ بھی دلداری نہیں کرتا

نشان مرگ ہے موئے سفید اے پیر نابالغ ــ عبث بیٹھا ہے تو چلنے کی تیاری نہیں کرتا

ہمیں منظور تو ہے سعی راہ عشق میں لیکن ــ ہمارا اختر طالع مددگاری نہیں کرتا

عبث شکوہ ہے چشم تر سے میری جیب و داماں کو ــ یہ زخم خوں چکاں کس روز گلکاری نہیں کرتا

.. .. جب ان نے کہ بوسہ دیجیے لیکن ــ ادا ہر گز کوئی حق نمک خواری نہیں کرتا

دل آزار اُس کو کہنا کفر ہے کیشِ محبت میں — وہ دل داری کا مالک ہے دل آزاری نہیں کرتا
طرف پر غیر کی جب اُس نے باندھی ہو کمر جوشش — بلا سے گر کوئی میری طرف داری نہیں کرتا

ان دنوں وہ اِدھر نہیں آتا ۹۴/۵ اپنا جینا نظر نہیں آتا
اُس کی وعدہ خلافیاں دیکھو — آنے کہتا ہے پر نہیں آتا
گھر بہ گھر تو پڑا پھرے ہے تو — آہ کیوں میرے گھر نہیں آتا
قاصد اُس بے وفا سے یوں کہنا — لکھ تو کچھ بھیج گر نہیں آتا
کس لیے جوشش اتنی نالہ کشی — کچھ اثر تو نظر نہیں آتا

اگر منظور ہووے عشق دل کو پاک کر دینا ۹۵/۵ تو اسبابِ تعلق کو جلا کر خاک کر دینا
جنوں فہمیدہ معنی ہیں تجھے گر دستِ قدرت ہو — گریبانِ تعلق بے تامل چاک کر دینا
تجلّی تیری یارب برقِ عقل و ہوش ہے لیکن — مجھے تو روشناسِ شعلۂ ادراک کر دینا
یہ مشتِ استخواں باقی ہے اب اے چشمِ خوں گریہ — اسے بھی بحرِ غم کا تو خس و خاشاک کر دینا
اگر جوشش نہ رونا ہو ترے دردِ محبت سے — الٰہی خشک اُس کا دیدۂ نم ناک کر دینا

ناصحوں کی بات کا مانے نہ دیوانہ بُرا ۹۶/۵ پر نصیحت ہر گھڑی کی اور سمجھانا بُرا
بر سرِ جنگ آئے تم اور روٹھ کر ہم سے چلے — اُس طرح آنا بھلا تھا اس طرح جانا بُرا
گلشنِ الفت میں یارب غنچۂ دل کا مرے — سوکھ جانا خوب تھا لیکن یہ کھلانا بُرا
گرد اُس کی رات دن پھرتا ہے کیوں اے محتسب — گر ترے نزدیک ٹھہرا ہے یہ مے خانہ بُرا
جوشش اُس بے رحم سے اتنا تو اب پوچھے کوئی — غیر کا شکوہ کیا تھا تو نے کیوں مانا بُرا

دیکھیے روزِ جزا ہوئے ہے کیا حال اپنا ۹۷ زلف آسا ہے سیہ نامۂ اعمال اپنا
نالہ و آہ و فغاں سوزشِ دل داغِ جگر — جی میں ہے سونپ دوں جوشش کو یہ جنجال اپنا

پہلو میں جب سے بیٹھا ہے پیکان دوسرا ۹۸ خوش ہوں کہ گھر میں آیا ہے مہمان دوسرا
ہر طرف پھبکتے ہو جو کافر نگاہ کو مار دگے آج کوئی مسلمان دوسرا
اک جیب تھا سو دستِ جنوں دھجیاں ہوا لاؤں کہاں سے اب میں گریبان دوسرا
غربت زدوں کی نالہ رکھتا نہ باغباں کر لیں گے دید کوئی گلستان دوسرا
آپس میں ہم دو دل کے نکالیں گے خفگیاں آئے ہمارے اُس کے نہ درمیان دوسرا
بہنے لگا ہے ان دنوں ناسورِ زخمِ دل پیدا ہوا ہے دیدہ گریان دوسرا
سنبل کو رشک زلف کو خوباں کی ہے حسد — جوشش سا کوئی نہ ہوگا پریشان دوسرا

جب سے ہوا ہے مجھ سے وہ گل پیرہن جدا ۹۹ کھٹکے ہے گل نظر میں جدا اور چمن جدا
شیشے سے دل کے سنگِ حوادث گراں لگے بازارِ عشق کا نظر آیا چلن جدا
کوئی کسی کو پوچھے ہے کب راہِ عشق میں رہرو جدا خراب ہے اور راہزن جدا
محرابِ ابرو اور بہ زنّارِ زلف دیکھ سر پیٹتا ہے شیخ جدا برہمن جدا
دریائے حسن دشمنِ دل تھا ہی عشق میں گاہک ہوا ہے جان کا چاہِ ذقن جدا
رہتا ہے تجھ کو معنی و الفاظ کا تلاش — جوشش ترا تو سب سے ہے طورِ سخن جدا

یہ دل کب سرزنش سے عشق کی اے مہرباں ٹوٹا ۱۰۰ یہاں تک سر کو ٹکرایا کہ سنگِ آستاں ٹوٹا
یہاں تک کھائے ہیں سنگِ حوادث دستِ گردوں سے لگا دل کانپنے پہلو میں کوئی تارا جہاں ٹوٹا

ہوئی ہے چشم بیمار اس کی تیر افگن وڑے پہ ہے — جہاں لغزش ہوئی ہاتھوں کو واں تیر کماں ٹوٹا
ہجوم ابر غم میں اس کے رعد نالہ جب کڑکا — ادھر پھٹ گئی زمیں صدمے سے ادھر آسماں ٹوٹا
لگائے نے تامل منہ سے اب شیشہ کہ مرتے ہیں — نشہ تیری سیہ مستوں کا اے پیر مغاں ٹوٹا
جفاکاری کا اس کی شور تھا عالم میں اے ظالم — ولیکن دیکھ کر تجھ کو غرور آسماں ٹوٹا
کیا تشہیر مجھ کو عشق نے جس وقت اے جوشش — تماشا دیکھنے کو میرے اک عالم یہاں ٹوٹا

جادو کیا نگہ نے پلکوں نے بان مارا ۱۰۱/۶ اس چشم پر فسوں نے مجھ کو ندان مارا
عارض سے خط نکلتے قسمی ہوا اٹھا ہم سے — قاتل نے سیف قرآں رکھ درمیان مارا
اک تو مجھے غم دل عشق بتاں میں تھا ہی — تس پر بکا بکا کر ناصح نے جان مارا
سر پیٹتے ہیں اپنا کیا شیخ کیا برہمن — مطرب پسر نے سب کو لے کے جان مارا
مرنے کا غم نہیں کچھ افسوس ہے تو یہ ہے — تو نے نہ اپنے ہاتھوں اے بدگمان مارا
مقتل میں دیکھ مجھ کو کہتی ہے خلق جوشش — کس ترک سنگ دل نے ایسا جوان مارا

مجھ سا فتادہ ہو جو ہم آغوش نقش پا ۱۰۲/۵ آ جائے دیکھتے ہی اسے ہوش نقش پا
رکھتا ہے رہ گزر میں تری یار زیر لب — صد حرف آرزو لب خاموش نقش پا
افتادگاں جہاں میں سب دوش ہیں سدا — باور نہیں تو دیکھ لے تو دوش نقش پا
سنتے نہیں ہیں خاک نشیں حرف ہرزہ گرد — پہنچے صدا سے پائے نہ تا گوش نقش پا
جوشش ملے وہ خاک نشیں سے جو خاک ہو — دیکھا نہ جز غبار ہم آغوش نقش پا

ہے یہی زمزمۂ مرغ سحر آخر شب ۱۰۳/۸ آہ مت سویئو سونا ہے خطر آخر شب

دزد چالاک نسیم سحری ہے کیوں کر — شمع کے سر پہ رہے طرّۂ زر آخر شب
زیر گلبن نہیں گل برگ پڑے وقت سحر — چشم بلبل سے گرے لخت جگر آخر شب
تخت پر یوں ہی کا دیکھا کرے مرتے مرتے — ہوئے کوچے میں ترے جس کا گزر آخر شب
رات آدھی ابھی باقی ہے سبھی بول اٹھے — دیکھ بالوں کو ترے تا بہ کمر آخر شب
دل کشا باغ ہے اقلیم فنا کا رستہ — لطف رکھتا ہے یہاں سیر و سفر آخر شب
مہر ہیں مہر نہیں گل میں نہیں بوے وفا — اوس کیوں آتی ہے یاد دیدۂ تر آخر شب
اُس کے افشاں کا یہ عالم ہے سحر کو منہ پر — جوں ستارے کئی آتے ہیں نظر آخر شب

بے تاب ہی رہتا ہوں تری یاد میں ہر شب ۱۰۴ گزرے ہے مری نالہ و فریاد میں ہر شب
جلتے ہیں سدا وصل میں یوں داغ جگر کے — جوں شمع جلے خانۂ آباد میں ہر شب
جاتی کبھی پیرا ور کبھی وہ خواب میں آتا — صحبت تھی عجب شیریں و فرہاد میں ہر شب
کوچے میں ترے روئیے دل کھول کے ظالم — آتا ہے یہی اپنے دل ناشاد میں ہر شب
جوشش غزل تازہ کہے کیوں نہ وہ ہر روز — رہتا ہو جو مضمون کے ایجاد میں ہر شب

نہ کام باغ سے ہے نہ بہار سے مطلب ۱۰۵ رکھوں ہوں اپنے دل داغدار سے مطلب
دل و جگر نہ مرا ہوئے رزق مار و مور — یہی ہے مجھ کو خط و زلف یار سے مطلب
مرا غبار رہا دیوے لوح ہستی سے — یہی ہے اس مژۂ اشکبار سے مطلب
حصول پند کہ رسوائے عشق کو ناصح — نہ کام ننگ سے کچھ ہے نہ عار سے مطلب
گلی میں اُس کی رہے خاک و خوں ہی میں تا حشر — شہید عشق کو ہے کیا مزار سے مطلب

درختِ خشک ہوں اس باغِ دہر میں جوشش — غرض نہ برگ سے مجھ کو نہ بار سے مطلب

پیجیے رندی کا پیشہ شیشہ شیشہ ہے شراب ۱۰۶/۵ پیجیے اک گھونٹ شیشہ شیشہ شیشے شراب

شیشۂ خالی نہ دیکھا ساقیا کچھ غم نہیں — تاک کے ریشہ بہ ریشہ شیشہ شیشے شراب

جلوۂ مستانہ سے شیریں کے ہر اک سنگ میں — غور سے ٹک دیکھ تیشہ شیشہ شیشے شراب

اس شکار افگن کی چشمِ مست سے آئے کشش — ہو گیا مے خانہ بیشہ شیشہ شیشے شراب

مصرعِ ثروت نے جوشش مست و دیوانہ کیا — "دشت دشت بیشہ بیشہ شیشہ شیشے شراب"

میں آپ مست ہوں کب دیکھتا ہوں سوئے شراب ۱۰۷ دماغ کو مرے برہم کرے ہے بوئے شراب

عبث چھپاتے ہو تم مجھ سے صحبتِ شب کو — تمہارے منہ سے تو آتی ہے آج بوئے شراب

دلِ برشتہ و خونِ جگر سے ہوں محظوظ — نہ ہے کباب کی خواہش نہ آرزوئے شراب

نشہ نہ ہوئے اگر خم کو منہ لگا دیوں — ہمارے آگے تو کیا چیز ہے سبوئے شراب

شکستِ جام و سبو ہو اگر تجھے منظور — تو شیخ سر سے مرے مار تو سبوئے شراب

رکھے ہے عالمِ مستی میں اور کیفیت — ٹک اس کے منہ سے سنے کوئی گفتگوئے شراب

جو اس کی چشم کا ہے جرعہ نوش اے جوشش — کرے نہ ساقیِ دوراں سے آرزوئے شراب

جو اس کا جلوہ ہو جوں آفتاب در تہِ آب ۱۰۸/۷ نہ آئے مردمِ آبی کو خواب در تہِ آب

پیے شراب لبِ جو کبھی جو وہ خوش چشم — عجب نہیں کہ ہو ماہی کباب در تہِ آب

سبک رواں کو نہیں چین بحرِ دنیا میں — ہمیشہ ریگ کو ہے اضطراب در تہِ آب

وفورِ اشک نے میرے ڈبویا آنکھوں کو — نہ دیکھا ہوئے تو دیکھو حباب در تہِ آب

وطن میں آبرو پیدا کرے ہے اہلِ صفا — ملے ہے موتی کے دانے کو آب در تہِ آب
سرشکِ چشم سے ڈر ہے کہ یہ صحیفۂ دل — خراب ہوئے نہ مثلِ کتاب در تہِ آب
غریقِ بحرِ ہوس کب نکل سکے جوشش — نہ اُچھلے بیٹھے جو مستِ شراب در تہِ آب

١٠٩ خفا ہوا اُس نے لکھا مجھ کو پھر جوابِ شتاب — کہ خط لکھا نہ کرے بے ادب شتاب شتاب
ترے سخن کو سُن اے شیخ کیوں نہ غافل ہوں — ہوا ہے سرد سے آتا ہے سب کو خواب شتاب
غمِ زمانہ سے آیا ہوں تنگ اے ساقی — لگا دے منہ سے مرے شیشۂ شراب شتاب
دعا نہ مانگوں کبھی میں جنابِ اقدس سے — الٰہی ہو یہ دعا میری مستجاب شتاب
ترقی چاہ ہو مت اشک چشم میں رہ کر — کہ جوشش سیل سے ہوئے ہے گھر خراب شتاب
یہ سر نیاز ہے اے تیغ یار دریغ نہ کر — میں چاہتا ہوں کہ ہو جائے کامیاب شتاب
صلہ ہی دیوے گی جوشش و ہمتِ سیل — کہ لایا ہے یہ غزل کہہ کے در جوابِ شتاب

١١٠ تھم جائے دیکھ کر تجھے جوئے چمن میں آب — حسرت سے سرو و گل کے بھر آئے دہن میں آب
اُس لعلِ لب کے منہ پہ جو آجائے ٹک کہیں — نے رنگ ہی رہے نہ عقیقِ یمن میں آب
حاصل ہوئی نہ عشق میں اُس کے گدازگی — آئی ہے دل کی آگ ہی ہو کر بدن میں آب
مارا نگاہِ گرم کا تیرے سے جو دفن ہو — تر زیرِ زمیں کا جذب ہو اُس کے کفن میں آب
یہ تن کے سارے اعضا میں ڈالے ہیں آبلے — یہ آگ سے بھری ہیں نہیں داغِ کہن میں آب
جو کچھ کہ تیرے دانتوں میں ہے لعلِ لب مرے — کاہے کو اس طرح کی ہے درِ عدن میں آب
یہ زلف و خال ہے رسن و دلو باغِ حسن — گل رو ہے جب تلک تری چاہِ ذقن میں آب

جوشش تو کیا ہے یاں صدفِ دل میں خلق کے —— دیوے ہے آگ جس کے ہو درِ سخن میں آب

عیش سے بے بہرہ ہیں اور درد و غم سے بے نصیب ۱۱۱/۳ خلق ہوتے ہیں جہاں میں کوئی ہم سے بے نصیب

آپ چل سکتے نہیں اور غیر کے ہیں رہنما ہم نے تو دیکھے نہیں نقشِ قدم سے بے نصیب

شیخ جو تیری طرح ہے اپنے دل سے بے خبر —— گو حرم میں ہو پہ ہے طوفِ حرم سے بے نصیب

کہتے کہتے مفت تھکتی ہے زبانِ عندلیب ۱۱۲/۵ کان دھر سنتا نہیں گل داستانِ عندلیب

باغباں یہ مژدۂ نو ہے مبارک ہو تجھے آتشِ گل نے جلایا آشیانِ عندلیب

دردناک آواز ایسی کیوں نہ ہو مانندِ نے سوزش سے معمور ہے ہر استخوانِ عندلیب

جورِ گل تو اک طرف لے باغباں اس فصل میں لے چکا سو بار تو بھی امتحانِ عندلیب

ہر گھڑی رہتے ہیں اس کے دیدۂ تر خوں فشاں —— کیوں نہ ہو گلزار اے جوشش مکانِ عندلیب

اپنی بصارت کہاں اور کہاں روئے دوست ۱۱۳/۵ ہو نہ اگر توتیا خاکِ رہِ کوئے دوست

شیخ مجھے کام کیا مسجد و محراب سے سجدہ گہِ عاشقاں ہے خمِ ابروئے دوست

ناصحِ ناداں نہ پوچھ مجھ سے مرا ماجرا چشم ہے تیری طرف دل ہے مرا سوئے دوست

اس کے اسیروں کا ہو کیوں نہ معطر دماغ نافۂ تاتار ہے حلقۂ گیسوئے دوست

شیشۂ دل سے مرے کیوں ہے اسے احتراز —— تند ہے مثلِ شراب جوشش اگر خوئے دوست

ملنے کو تو ملیں گے تجھے یوں ہزار دوست ۱۱۴/۴ لیکن نہ ہاتھ آئے گا کوئی تجھ سا یار دوست

صیدِ حرم کو شوق ہے اُس کے خدنگ کا جب سے وہ دشت سوار ہوا ہے شکار دوست

نفرت کریں گے تجھ سے ترے دوست دار بھی بے طرح دیکھتا ہوں میں تیرے شعار دوست

رکھتا ہے تیرے چہرۂ گل رنگ پر نظر — مانندِ مے کشاں نہیں جوشش بہار دوست

شراب شوق سے سرسبز تو رہ تاک کی صورت ۱۱۵/۵ نہ ہو زاہد تو زاہد خشک ہے مسواک کی صورت

اگر رکھتی نہ رتبہ خاکساری سب کی آنکھوں میں — تو سرمہ سنگ ہی رہتا نہ ہوتا خاک کی صورت

قلم رونے لگے کاغذ گریباں چاک کر ڈالے — اگر کھینچے مصور اس دلِ غمناک کی صورت

خفا ہو پنجۂ خورشید سے صبح قیامت بھی — اگر دیکھے کبھی مجھ سے گریباں چاک کی صورت

بس اب موقوف کر رونا کہ سیلِ اشک ہیں جوشش — لگے خارِ مژہ بہنے خس و خاشاک کی صورت

کسی نے دیکھی نہ تمہارے کفِ پا کی صورت ۱۱۶/۸ کس کا دل خوش نہ ہوا برگِ حنا کی صورت

زندگانی یہ تجھے فتح مبارک اے مرگ — اب بُری لگنے لگی مجھ کو دوا کی صورت

کامیاب اُس لبِ جاں بخش سے ہوں میں اے خضر — کب خوش آتی ہے مجھے آبِ بقا کی صورت

کیوں نہ دربان ترے شور کریں دیکھ مجھے — سگ کو فریاد ہیں لاتی ہے گدا کی صورت

جس کے سینے پہ لگا اُس نے نہ مانگا پانی — ہے ترا تیر نگہ تیرِ قضا کی صورت

عشق میں سیم تنوں کے نہ رہی زر کی ہوس — کی ہے پیدا مرے چہرے نے طلا کی صورت

اُس کے چہرے پہ ہوا سبزۂ خط جب پیدا — ہو گئی اور ہی کچھ ناز و ادا کی صورت

راہ پائے نہ اگر دل میں خودی اے جوشش — نظر آ جائے ابھی تجھ کو خدا کی صورت

نہ شکل شیشہ آتی ہے نظر نے جام کی صورت ۱۱۶/۴ رہی زیرِ فلک پھر کون سی آرام کی صورت

چھپاتے ہیں سبھی صیاد اور یہ مرا نو خط — دلوں کو صید کرتا ہے دکھا کر دام کی صورت

مژہ نے تیری ایسی یار اس کے ساتھ کاوش کی — مشبک ہو گیا دل پر وہ بادام کی صورت

اُسے نامہ لکھا ہم نے تو مرغِ عدد رخ کو سونپا — کہ تا دیکھے کبوتر بھی نہ اُسکے بام کی صورت

ہے جانِ ملک اپنی پرستارِ محبت ۱۱۶/۱۵ لائے نہ زباں پر کبھی اسرارِ محبت

کیا خاک کوئی ہوئے خریدارِ محبت ڈوبے ہے جلا گرمیِ بازارِ محبت

مانگے ہے دعا نت یہی بیمارِ محبت آزار خدا دیوے تو آزارِ محبت

کیوں کر نہ کنارہ کروں میں آہ و فغاں سے منظور نہیں ہے مجھے اظہارِ محبت

منکر جو یہ جدہی مجھے دیکھا تو یہ بولا انکار سے پایا گیا اقرارِ محبت

کب اس کو کوئی گلشن و گلزار لگے ہے یہ سینہ پہ داغ ہے گلزارِ محبت

کیا سلطنت دین ہوئی کیا شاہیِ دنیا طالب نہیں دونوں کا طلبگارِ محبت

قدر ان کی تو آنکھوں میں ہے جس نے نظر کی ہیں اشک کے قطرے درِ شہوارِ محبت

منہ زرد ہے لب خشک ہیں اور آنکھوں میں آنسو ظاہر ہے مرے چہرے سے آثارِ محبت

جو قیدی ہے وہ چھوٹے گا اک دن پہ رہے گا تا حشر گرفتار گرفتارِ محبت

اک گل نہ چنے گا وہ کبھی باغِ وفا سے پہلو میں چبھا جس کے نہ ہو خارِ محبت

جو کہیے سزا اُس کی سزاوار ہے سب کے ہے تو یہ گنہگار گنہگارِ محبت

جو آنکھوں میں پھرتا ہے پھرے آنکھوں کے آگے آساں خدا کر دے یہ دشوارِ محبت

رکھتے ہیں وہاں نوں پہ سدا مہرِ خموشی وہ لوگ جنہیں آتی ہے گفتارِ محبت

دل درد و غمِ عشق سے جوشش ہو صفا — صیقل گر آئینہ ہے زنگارِ محبت

نہ ہوتے ہم خریدارِ محبت ۱۱۵ نہ ہوتا گرم بازارِ محبت

نہ ہو دشمن کو بھی ای دوست دارو — بُرا ہوتا ہے آزارِ محبت
دلِ دیوانہ دست انداز مت ہو — بہت دشوار ہے کارِ محبت
عبث تدبیر کرتے ہو طبیبو — نہیں جینے کا بیمارِ محبت
ترشح سے ترے اے ابرِ مژگاں — ہوا سرسبز گلزارِ محبت
ہوا کیا کام اب دیر و حرم سے — ہوا جوشش پرستارِ محبت

یہ کہتے ہیں دل کو اہلِ دلاں جامِ معرفت ۱۱۹/۵ کیوں کر گیا ہی کوزے میں دریائے معرفت
قسمت میں عقل ہوئے تو ہوئے عقلِ کاملہ — سودا خدا جو دیوے تو سودائے معرفت
اے شیخ آئے دامِ شریعت میں کس طرح — جو کوئی ہوئے آہوئے صحرائے معرفت
مجھ کو نہیں مجاز و حقیقت کا امتیاز — رکھتا ہوں میں تو نشۂ صہبائے معرفت
دیکھوں کبھی نہ روئے دوئی احولوں کی طرح — دیوے خدا جو دیدۂ بینائے معرفت

مجھے دل ہی سے کے آستانے کی دولت ۱۲۰/۵ لگی ہاتھ سارے زمانے کی دولت
گرہ باندھی غنچوں نے طرزِ تبسم — چمن میں ترے مسکرانے کی دولت
ہوئے ہم بھی مشہور دیوانہ پن میں — ترے ہاتھ کے سنگ کھانے کی دولت
نہ تھا دامِ ہستی سے کچھ کام ہم کو — پھنسے آ کر ہیں آب و دانے کی دولت

مطلق نہیں ہے حال کے اظہار کی طاقت ۱۲۱/۸ کیا طاق ہوئی ہے دلِ بیمار کی طاقت
دوں پرورِ چرخ سمجھ اس کو دگر نہ — ہم پہلوئے گل ہو یہ نہ تھی خار کی طاقت
غیرت نہیں آتی کہ تمہارے سامنے ظالم — بیٹھیں ترے عاشق سے یہ اغیار کی طاقت

کیا تاب جو کوئی دیکھے ترا روے درخشاں — ہاں کس کو ہے خورشید کے دیدار کی طاقت
کرتا ہے کوئی بھی اٹھے آزاد قفس سے — صیاد نہ ہووے جسے رفتار کی طاقت
بھر آنکھ تری چشم سیہ مست کو دیکھے — ہم نے تو نہ دیکھی کسی مے خوار کی طاقت
کیا بخشیے کیا کیجیے تکرار کسی سے — نہ بخشش کی قدرت ہے نہ تکرار کی طاقت
جوشش نہ کہے کون کہے حال ہمارا — کس کو ہے ترے سامنے گفتار کی طاقت

۱۲۲/۸
رکھ ناز سے نہ آنکھ پہ لے جو پشت دست — خار مژہ سے ہووے گی رنجور پشت دست
ٹک مار دیکھ گل پہ اے مغرور پشت دست — ہوتی ہے سو جگہ سے ابھی چور پشت دست
رنگ حنا کف کا دکھاتا نہ وہ کبھی — لیکن تری صفا سے ہے مجبور پشت دست
سر پشت پا پہ رکھنے تو دیتا نہ زری مجھے — گر مارنا ہی تھا تجھے منظور پشت دست
پونچھے ہے اشک گرم کو تیرے فراق میں — ہے آبلوں سے خوشۂ انگور پشت دست
غیروں کے آگے ہر سماجت تری سے — رکھتا ہوں روے دست پہ مجبور پشت دست
اس ناز اس ادا میں تو سودا ہے جان کا — نے مار پشت پا نہ بلا اس زور پشت دست
کس طرح جاؤں باغ میں جوشش کہ ہر کلی — دکھلا کے کہتی ہے مجھے رہ دور پشت دست

۱۲۳/۵
اشک گرم آنکھوں سے تا صبح رہی جاری رات — آہ انگاروں پہ لوٹا کیے ہم ساری رات
زخمی تیغ تغافل کا خدا حافظ ہے — ہاتھ ملتے ہیں سبھی آج کہ ہے بھاری رات
دل بیمار کا میرے ہوا احوال تباہ — یاد آئی جو تری چشم کی بیماری رات
ایک دم بھی مرے پہلو سے نہ سرکے ظالم — خوب کی درد والم نے مری غم خواری رات

بھولے سے ایک نظر اُس کو کہیں دیکھا تھا — نقدِ جاں اُن نے لیا مجھ سے گنہ گاری رات

۱۲۴
تم تو رہتے ہو مرے درپئے آزار عبث — دم بہ دم باندھے پھرا کرتے ہو تلوار عبث
اے مسیحائے زماں کب تو کرم کرتا ہے — تجھ سے رکھتا ہے توقع دلِ بیمار عبث
بت نے سجدے کیے اس ترک کو بت جانے ہیں — برہمن تیری گلے میں ہے یہ زنار عبث
سیلِ خوں اس کو ٹھہرنے کوئی دے ہے جرّاح — زخم پر دل کے نہ رکھ مرہمِ زنگار عبث
یار کافی ہے مجھے اک نگہِ تیز تری — کھینچتا ہے تو مرے قتل کو تلوار عبث
پردۂ چشم سے اے اشک نکل کر باہر — رازِ دل کو مرے کرتا ہے تو اظہار عبث
کل ہی کی بات ہے جوشش نے پیا چھوڑی ہے — آج مے پینے سے پھر کرتے ہو انکار عبث

۱۲۵
غیروں کو دیکھ دیکھ تری انجمن کے بیچ — جلتا ہوں مثلِ شمع سدا پیرہن کے بیچ
مطلق نہیں رہی گل و بلبل میں دوستی — جب سے وہ گل عذار گیا ہے چمن کے بیچ
اُس زلفِ پرشکن کو نہ اے شانہ جھاڑیو — اُلجھے ہوئے ہیں سیکڑوں دل ہر شکن کے بیچ
آزادگی نصیب نہ اُس کو ہوئی کبھی — جو کوئی پھنس گیا تری چاہِ ذقن کے بیچ
موقوف دیکھنے ہی پہ ہے کیا بیاں کروں — ناصح جو کچھ بہار ہے دیوانہ پن کے بیچ
جس طرح شمع جلتی ہے فانوس میں مدام — جلتا رہے گا یہ دلِ سوزاں کفن کے بیچ
جب دیکھتے ہیں خنجرِ خوں خوار کی طرف — خوں مارتا ہے جوش ہمارے بدن کے بیچ
جوشش ترا کلام بھی کیا دردناک ہے — لگتی ہے چوٹ دل کو تری ہر سخن کے بیچ

۱۲۶
جو نہ گزرا نہ ہوا نوح کے طوفان کے بیچ — دیکھ تو آج مرے اشک کے طغیان کے بیچ

نے دو کعبے میں ہے اے شیخ نہ بت خانے میں | ہم نے دیکھا ہے جسے حضرت انسان کے بیچ
شور بلبل ہے گلستان میں اور خندۂ گل | کیا مزہ صبح کو ہے چاکِ گریبان کے بیچ
لہو جاری ہے سدا آبلۂ پا سے مری | رشک گل کیوں نہ ہو ہر خار بیابان کے بیچ
خواب میں بھی نہیں جمعیتِ خاطر اس کو | جو گرفتار ہے اس زلفِ پریشان کے بیچ
آہ اس اشک کے سیلاب میں بہتے بہتے | آ لگے خارِ مژہ ساحلِ داماں کے بیچ
مصرعِ ابروے خوباں کے مقابل جوشش — ایک مصرع بھی نہ دیکھا تری دیوان کے بیچ

١٢٧/٩ اس کے بحرِ حسن میں ابرو ہی جوں شمشیر موج | طرۂ طرار ہی خجلت دہ زنجیر موج
رہ روانِ عشق کی مانع نہیں حرص و ہوا | کب خس و خاشاک ہو سکتا ہے دامن گیر موج
اہلِ صورت سے نہ ہووے صاحبِ معنی کا کام | تشنہ کو سیراب کر سکتی نہیں تصویر موج
بے قراری کی ہی کیفیت یہاں آرام نہیں | ساتھ ساحل کے بھی ہے ہر گھڑی تقریر موج
موج زن ہو گر لبِ دریا مرا سیلاب اشک | ہووے ہر چشمِ تماشائی میں کم توقیر موج
بحرِ بے پایان بے تابی میں کرتی ہی شنا | کیوں نہ ہو لغزش رہیں پائی خامۂ تحریر موج
ہم کنارہ آرام سے ہوتے نہ دیکھا ایک دم | ٹک بہتا تو اے نسیم ایسی ہی کیا تقصیر موج
مضطرب کیوں کر نہ ہر دم بحرِ ہستی میں رہے | جب ہوا کے ہاتھ سے پانی پہ ہو تعمیر موج
سیر دریا سے کھلی جوشش نہ اس دل کی گرہ — ہو گئے فرسودہ ناخنِ تدبیر موج

١٢٨/٩ اس زلف گرہ گیر کو ٹک دیکھے اگر موج | شرمندہ ہو گرداب ادھر اور ادھر موج
اس رنگ کے ڈورے تری آنکھوں میں ہیں جب سے | ساغر بھی نہیں غلغل ہے مے گل رنگ کی ہر موج

دیکھا کسی غارت گر آرام کو ورنہ
جاتی ہے چلی مضطرب الحال کدھر موج

اے سرد لب جو یہ قدم بوس کو تیرے
ہوئیں نہ حباب آتے ہیں با دیدۂ تر موج

جس دن سے گیا اشک کے ہمراہ دل مضطر
دوڑوں ہوں اسی طرف میں دیکھوں ہوں جدھر موج

آئینہ میں جو کچھ ہے تری عکس کا جلوہ
پانی میں کہاں مارے ہے یوں عکس قمر موج

عمّان نہ ہم چشم ہو آنسو کا ہمارے
ہر موج میں اس بحر کی مارے ہے گہر موج

اس طرح ترے عشق میں ہے یہ دل مضطر
جس طرح سے دریا میں ہے بے خوف و خطر موج

جوشش دل بے تاب کو اپنے نہ دکھانا
اس بحر سے باندھے گی ابھی رخت سفر موج

۱۲۹

عاشق کی دل پسند ہو کیوں کر قمر کی طرح
رکھتا نہیں چمک وہ مری سیم بر کی طرح

اے رشک آفتاب شتاب آ کہ داغ دل
اب آتشیں طلب ہے چراغ سحر کی طرح

خورشید جس طرح سے شفق میں نمود ہو
ویسے ہی طور یہ دل میں ہے داغ جگر کی طرح

مثل حریم دل ہے نہ کعبہ نہ بت کدہ
ٹک دیکھیے جو غور سے اہل نظر کی طرح

باغ جہاں میں ہوں پہ کسی کام کا نہیں
ہوں قابل تبر شجر بے ثمر کی طرح

سرگوشی بتاں کا نہ دم مار صاف دل
سوراخ ہو جگر میں نہ جب تک گہر کی طرح

ٹکرایا سر کو ہجر میں جوشش یہاں تلک
کچھ اور ہو گئی مرے دیوار و در کی طرح

۱۳۰

کچھ کہی جاتی نہیں مژگان دل بر کی طرح
ڈوب جاتی ہے رگ جاں میں وہ نشتر کی طرح

عشق نے مجھ کو جلا کر خاک کر ڈالا تو کیا
داغ دل کے جوں کے توں دہکے ہیں اخگر کی طرح

اس کے وہ مژگان برگردیدہ جب یاد آ گئے
پھر گئے میرے گلے پر آہ خنجر کی طرح

اتنے کا ہسیدہ ہوئے اِن نوخطوں کے عشق میں   رگ نمایاں ہیں ہماری تن پہ مسطر کی طرح

خونِ دل یاقوت آسا جب کسی کا قوت ہے   آب و دانہ کا نہیں محتاج گوہر کی طرح

جب کہ آیا ہے نظر وہ شعلہ رو جوشش مجھے — آگ میں بستا ہے جی میرا سمندر کی طرح

نہ مانگی کبھی ساقی سے ہوں برائے قدح ۱۳۱ بغل میں ہے دلِ پرخوں مرا بجائے قدح

عزیز کیوں نہ رکھے چشمِ یار دل کو مرے   مدام ہاتھ میں مستوں ہی کے ہے جائے قدح

مشابہ اس دلِ گردش زدہ کے ساقی   ہوئی ہے کب کہ دہر میں بنائے قدح

رکھے ہے گردنِ چشمِ بتاں سے ربطہ دل   نہ آشنائے صراحی نہ آشنائے قدح

جو کچھ رکھے ہے تری چشمِ مست کیفیت   نظر پڑی نہ کسی میں مجھے سوائے قدح

لگا ہے تو لبِ گلگوں سے ٹک سمجھ کر اسے   مجھے یہ ڈر ہے کہیں مست ہو نہ جائے قدح

کسی کی مجھ سے یہاں التجا نہ ہو جوشش — جو التجا بھی کروں میں تو التجائے قدح

گو دھجیاں کر اپنا گریباں اُڑائے صبح ۱۳۲ پر میرے جیبِ چاک کی خوبی نہ پائے صبح

اُس مہر وش کا دید میسر انہیں کو ہے   پیدا ہوئی ہے دل میں جنھوں کے صفائے صبح

روٹھے رہو گے کب تئیں تم رات کم رہی   دھڑکے ہے دل ہمارا کہیں ہو نہ جائے صبح

جلتا رہا میں شمع صفت بزمِ یار میں   ز ابتدائے صبح سے تا انتہائے صبح

مانندِ شمع اہلِ دلاں اس جہان میں   دیتے ہیں اپنی جان تلک رونمائے صبح

خونِ دل اور لختِ جگر ٹھہری ہے غذا   آذوقہ ہے دو شام کا یہ ناشتائے صبح

خورشید رو کے فیضِ تصور سے عشق میں   شامِ شبِ فراق ہے آنکھوں میں جائے صبح

شرمندہ مہر و ماہ ہے رخسار یار سے — کس طرح منفعل نہ ہو جوشش صفائے صبح

کرے ہے جیب کو جیسا یہ چشم گریاں سرخ ۱۳۳ہ شفق سے ہو نہ سکے صبح کا گریباں سرخ
ہمیں تو رونے نے آخر یہ رنگ دکھلایا سفید ہوگئیں آنکھیں ہوا گریباں سرخ
کدھر گئیں وہ تری خوں فشانیاں ای چشم نہ آستیں ہے رنگیں نہ جیب و داماں سرخ
پہنچتی کب ہے تری انگلیوں کی خوبی کو ہزار ہوئے ہے لے پارہ شاخ مرجاں سرخ
غلط ہے یہ ترے مقتول کا ہو چہرہ زرد علی الدوام ہے رنگ رخ شہیداں سرخ
جگر سے تیر مرے صاف اس قدر نکلے کہ ایک کا بھی لہو سے ہوا نہ پیکاں سرخ
میں وہ شہید ہوں جوشش کہ میرے قاتل کا — ہوا نہ خوں سے مرے دست و تیغ و داماں سرخ

در شیریں لب نہ ہوئے گا کبھو تلخ ۱۳۴ہ نہیں ہونے کی اس کی گفتگو تلخ
ہم ایسی دوستی سے باز آئے نہ ہو ہر بات میں لے تندخو تلخ
محبت کو ہے کم ظرفی سے نقصاں بگڑ جائے ہے مے گر ہو کدو تلخ
نہایت میں خجل ہوتا ہوں ظالم نہ بولا کر کسی کے روبرو تلخ
تصدق ہوں میں اس کی گفتگو کے — نہ بولا اپنے جوشش سے کبھو تلخ

مہ کو سو چشمۂ خورشید سے دھوئے خورشید ۱۳۵ہ پیش حسن اس کا کسی طرح نہ ہوئے خورشید
مہر اگر دیکھے تجھے آنکھوں میں اس کی ای ماہ سوئیاں خط شعاعی سے چبھوئے خورشید
شام دیکھے نہ اگر اس مہ تاباں کی جھلک لو ہو کے آنسو دن ہر صبح نہ روئے خورشید
دست بردِ فلکی سے جو نہ ہوئے غافل اپنی دستار سر شام نہ کھوئے خورشید

کشتیِ مے کو ہوا لگنے نہ دے اے ابرِ مطیر — تیری اس زورقِ زریں کو ڈبوئے خورشید
دور میں تیرے پھرے کیوں نہ وہ بالا بالا — آبرو اپنی ترے سامنے کھوئے خورشید
مطلعِ دورِ فلک سے وہ نہیں اے جوشش — اُس کے گہوارے میں کس طرح سے سوئے خورشید

جو مری یہ مژہ اشک بار ہے موجود ۱۳۶ تو جس مکان میں جا ہوں بہار ہے موجود
کسی کا دل نہیں جوں شمع سوز سے خالی — جگر میں سنگ کے بھی سو شرار ہے موجود
خجل کیا مجھے اس بے کسی نے ساقی سے — گلابی ہاتھ سے رکھتے خمار ہے موجود
فلک نے داغ جہاں میں کسے نہ دی ایذا — بغل میں غنچہ و گل کے بھی خار ہی موجود
تپِ فراق کی ایذا تجھے دکھاؤں میں — مری بغل میں دل داغدار ہے موجود
ہمیں ہی چشمِ بصیرت نہیں کہ ہم دیکھیں — وگرنہ سب میں وہ پروردگار ہے موجود
کرے ہوا سے زمانہ مخالفت جوشش — اُڑا دے اس کو یہ مشتِ غبار ہے موجود

نقدِ وفا سے تو ہمیں اے یار کر خرید ۱۳۷ کہلائیں تیرے بندوں میں تا ہم بھی زرخرید
جب سے ہوا ہے یار ہمارا وفا طلب — جنسِ وفا کی ہونے لگی گھر بہ گھر خرید
کیا جانتے ہیں بے نظراں قدرِ دردِ دل — اس جنس کو تو کرتے ہیں اہلِ نظر خرید
آنسو مرے گہر ہیں پر اے آستینِ یار — تیرے بغیر کون کرے یہ گہر خرید
سودا کروں ہوں یار تری اک نگاہ پہ — منظور ہو تجھے مرے دل کی اگر خرید
کیوں کر بکیں نہ دین اور ایمان و جان و دل — کرتا ہے ان ہی چیزوں کو وہ بیشتر خرید
جوشش عبث ہے شکوۂ جور و جفائے یار — تو نے کیا ہے آپ سے یہ دردِ سر خرید

ہے مرے دل کا داغ سرخ و سفید ۱۳۸ جوں سحر کا چراغ سرخ و سفید
انقلابِ زمانہ گر چاہے نکلے بیضے سے زاغ سرخ و سفید
ہیں یہ لختِ دل اور قطرۂ اشک شکل گل ہائے باغ سرخ و سفید
دیکھ کر مجھ کو غصے سے جوں لہر نہ ہوا سے بد دماغ سرخ و سفید
شیخ جی بزمِ بادہ میں جوشش پی کے ہوں گے ایاغ سرخ و سفید

قبا کا اپنی تو کھولے اگر بند ۱۳۹ ابھی ہو جاتے ہیں باغوں کے در بند
گئے بخیے جتنے نفسار کو اس کے کیا نظروں ہی میں سب کو نظر بند
گل و لالہ ہوئے پامالِ حیرت چمن میں دیکھ تیرا سرخ سر بند
پڑی اس پر نہ بس گردِ یتیمی ہوا اس واسطے آبِ گہر بند
پرِ پرواز رہنے طائرِ دل نہیں اڑ سکتا مثلِ مرغِ پر بند
ملے جو تو کبھی اس کے لبوں سے جدا ہوں گے ترے لب نے شکر بند
گلے ملتے کسی نے گل کو دیکھا نہ ہوگا تجھ سا کوئی نٹ کھٹ نظر بند
رسائی ہو جو دستِ نارسا کو نزاکت سے کمر ہو جوں کمر بند
کشادِ کار اس سے چشم مت رکھ جو کوئی باتیں کرے آنکھوں کو کر بند

ہر بے زبان اہلِ زباں سے ہے سر بلند ۱۴۰ گر یہ نہیں تو شعلے سے کیوں ہے شرر بلند
جس لطف سے دو زینے پہ چڑھتا ہے شام کو ہوتے نہ دیکھا مہر کو وقتِ سحر بلند
وہ جانتا ہے سایۂ بالِ ہما کو پست اے بے شعور ہوتی ہے جس کی نظر بلند

افتادگی کے رتبے سے رکھتے نہیں خبر — یہ پست ہمتاں جو بناتے ہیں گھر بلند
خو گر فتادگی سے ہو مانند نقشِ پا — رکھتا ہے راہِ عشق میں ہمت اگر بلند
جوشش بیاں تو بے ہنری ٹھہری ہی ہنر — کیا خاک ہوئے رتبۂ اہلِ ہنر بلند

۱۴۱
ہم ہی کرتے نہیں زلفوں کو تری یار پسند — شیخ صاحب کو بھی آتا ہے یہ زنار پسند
سبزۂ خط رہے اس چہرۂ گل رنگ سے دور — زخمِ دل کو نہیں یہ مرہمِ زنگار پسند
جاؤں کعبے کو میں کس طرح سے اے واعظِ شہر — آگیا مجھ کو تو اب خانۂ خمار پسند
گو کہ سو رنگ گلستان میں دکھلائے بہار — نہ کریں گل کو ترے طالبِ دیدار پسند
جو کوئی درد سے ٹک چاشنی رکھتا ہوگا — اسی کو آئیں گے جوشش مرے اشعار پسند

۱۴۲
یا رب کہیں جلد آئے قاصد — بے تاب ہے دل برائے قاصد
پھرتا نہیں اس گلی سے شاید — کچھ اور ہے مدعائے قاصد
جوشش ہی کی طرح باؤلا ہو — گر سامنے اس کے جائے قاصد

۱۴۳
لکھا خط اسے لے قلم اور کاغذ — جلے عشق سوزاں سے ہم اور کاغذ
نہ رکھ دیدۂ تر پہ مکتوب اس کا — مخالف ہیں آپس میں نم اور کاغذ
خدا سے بھی ڈر لکھ نہ احوالِ دل کا — د دانے یہ سوزِ رقم اور کاغذ
لکھا صفحۂ دل پہ مکتوب تجھ کو — نہ تھا تیرے لائق صنم اور کاغذ
مرے دل کے اے چشم نامے کا اس کے — خوش آتا ہے حسنِ رقم اور کاغذ
ذرا دیر تیرے جو تھم جائیں آنسو — رہے ہاتھ میں کوئی دم اور کاغذ

جو کچھ مصحفؔ دل میں اپنے ہے جوشش — رکھے ہے یہ خوبی تو کم اور کاغذ

بے درد طبیب مت دوا کر ۱۴۴/۵ — ٹک درد سے دل کو آشنا کر

گر عقل ہے کچھ تو مثل فرہاد — مت کام بگاڑ یوں بنا کر

ہے دل میں یہ سوز دل سے پوچھوں — کیوں خاک کیا مجھے جلا کر

بس کر یہ خیال آفرینی — اس کے ہی خیال میں رہا کر

جوشش جو لقائے حق ہو درکار — اپنے تئیں پہلے تو فنا کر

اہل جہاں کے ملنے سے ہم احتراز کر ۱۴۵/۶ — بیٹھے ہیں گوشہ گیر ہو اس دل سے ساز کر

صورت اسی کی ہے متجلی ہر ایک میں — دیکھے جو کوئی چشم حقیقت کو باز کر

سجدہ جسے کریں ہیں وہ ہر سو ہے جلوہ گر — جیدھر ترا مزاج ہوا ودھر نماز کر

گو آسمان پہ بھی اڑا تو تو کیا ہوا — میں کون ہوں کہاں ہوں یہ بھی امتیاز کر

کل ایک پل بھی تو نہ تھما اس کے روبرو — اے اشک کیا ملا تجھے افشائے راز کر

جوشش ہو جب تلک کہ حقیقت سے تجھ کو راہ — تب تک برائے شغل تو سیر مجاز کر

لائی ہے تجھ تلک اجل اے یار کھینچ کر ۱۴۶/۹ — تو رک گیا ہے کس لیئے تلوار کھینچ کر

ہاتھوں کو میرے خوف نے بے کار کر دیا — کیوں کر بٹھاؤں دامن دلدار کھینچ کر

یہ کیا غضب ہے دست بہ قبضہ ہو رہ گئے — جی یوں ہی چاہتا ہے تو اک بار کھینچ کر

کھائے ہے پیچ و تاب کمربند کی طرح — باندھے ہے ٹک کمر جو مرا یار کھینچ کر

جی چاہتا ہے دشت و بیاباں کی سیر کر — وحشت یہاں سے لے ہی چلا اک بار کھینچ کر

بہزاد نام عشق نہ ہووے گا پھر کوئی — تصویر میری بھیج نہ بازار کھینچ کر

رستم کا سو کلیجہ جائے لہو ہو ڈر سے اگر — تو سامنے ہو خنجر خونخوار کھینچ کر

دی عشق نے کشش مرے قد خمیدہ کو — ہووے ہے جوں کمان خمیدہ آ کھینچ کر

جو کشمکش عبث ہی عشق میں امید زندگی — جیتا کوئی بچا ہے یہ آزار کھینچ کر

۱۴۷

اہل ہمت شاد ہوتے ہیں گدا کو دیکھ کر — تو خفا ہوتا ہے کیوں اس بے نوا کو دیکھ کر

خون دل سے پھر یوں نفرت کرے ہے اُس کی چشم — جس طرح بیمار بد حذر ہو دوا کو دیکھ کر

وہ کسی کے ساتھ سے پنپا ہی ہوگا اس گھڑی — اس لیے روتا ہوں میں ابر و ہوا کو دیکھ کر

بے ادائی ہم سے بے جا تو نے مت کر سیکھ یا — ہو گئے کب کے ادا اُس کی ادا کو دیکھ کر

آب حیواں پر نہ بھول اے خضر یہ لب تیرے ہیں — مر ہی جاوے گا تو اس آب بقا کو دیکھ کر

۱۴۸

منت نا پیدا آہ سحرگاہی نہ کر — پر جو تجھ سے ہو سکے اس میں تو کوتاہی نہ کر

تو گرفتاری پہ میری کر نظر اے اشک چشم — یک بہ یک اُس کی گلی میں مجھ کو رسوا ہی نہ کر

منزل ادل ہی میں رہ جائے گی تھک کر کہیں — رہ روان عشق کی اے عقل ہمراہی نہ کر

گاہ گاہے تجھ بھی جا یا کر کہ ہو راحت نصیب — آتش دل رات دن پہلو میں سلگا ہی نہ کر

ملتجی آ کر فقیروں کے ہوئے ہیں بادشاہ — فقر سے خوش رہ اے کشش خواہش شاہی نہ کر

۱۴۹

بار بار اُس کی طرف دیکھا نہ کر — ناحق اپنی جان کا سودا نہ کر

تا نہ ہووے تاج سر داغ جنوں — سلطنت کا عشق کی دعویٰ نہ کر

آہ غیر اُس کی بغل میں بیٹھ کر — یوں کہے مجھ کو کہ یاں آیا نہ کر

اپنا دشمن ہو اگر کچھ ہے شعور
غیر سے تو دشمنی پیدا نہ کر

آج ہی تو چل کے اُس کو دیکھ لے
انتظارِ وعدۂ فردا نہ کر

جب تلک جوشش ملے یک مشت جَو —
آسیائے چرخ کا سودا نہ کر

١٥٠
آہ و فغاں سے اپنی زباں آشنا نہ کر
عاشق اگر ہے شکوۂ جور و جفا نہ کر

کیوں اس جلے بلے سے کری ہے مخالفت
اے شمع بزمِ یار میں ہر شب جلا نہ کر

رہنے دے کوئے یار میں تا پائمال ہو
برباد مشتِ خاک کو میری صبا نہ کر

کیوں اپنے تئیں ذلیل تو کرتا ہے اے طبیب
میں تو مریضِ عشق ہوں میری دوا نہ کر

اک روز مار ڈالے گا جوشش وہ تند خو —
اے بے شعور اس سے بہت لگ چلا نہ کر

١٥١
اے چرخ بے کسوں پہ ہماری نظر نہ کر
جو کچھ کہ تجھ سے ہو سکے تو درگزر نہ کر

اُس حسنِ صندلی کی ثنا اور تیرا منہ
دیوانہ کیوں ہوا ہے تو یہ دردِ سر نہ کر

غیرت، یہ مقتضی ہے کہ اے غنچہ باغ میں
مرجھا ہی جا پہ منتِ بادِ سحر نہ کر

پہونچا دے اُس گلی میں اگر تجھ سے ہو سکے
اس خاک کو نسیمِ سحر در بدر نہ کر

جوشش کسی کی کون سنے ہے جہان میں —
چلنا ہے چل یہاں سے کسی کو خبر نہ کر

١٥٢
فصلِ گل آئی ہے تو بابِ قفس باز نہ کر
لیک صیاد خیالِ پر پرواز نہ کر

کھول کر بندِ قبا غنچہ و گل کو اے گل
عندلیبانِ چمن میں نظر انداز نہ کر

ہیزمِ تر کو کبھی آگ میں جلتے دیکھا
اے دلِ افسردہ عبث سوز سے تو ساز نہ کر

میں تو ہوں اہلِ نیاز اور یہی تو مایۂ ناز
کہوں کس طرح کہ ناز اے بتِ طناز نہ کر

پامالی ہی مری عین سرافرازی ہے ــ مجھ کو اوروں کی طرح سے تو سرافراز نہ کر
تا دمِ مرگ یہ انجام نہ ہوگا جوشش ـــ قصۂ دردِ الم بیہودہ آغاز نہ کر

صد آفریں ہے یار تغافل شعار پر ۱۵۳ھ بھیجا نہ شمع و گل بھی ہمارے مزار پر
تیرے ہی ڈر سے کچھ نہیں کہتا رقیب کو ــ ورنہ میں ایک بھاری ہوں پیارے ہزار پر
آتی ہے خوش مگر تجھے ظالم صدائے آہ ــ چھڑکے ہے تو نمک جو دلِ داغدار پر
پرخوں بہ رنگِ ساغرِ لالہ ہے اِن دنوں ــ داغِ جگر ہمارا ہے کیا ہی بہار پر
کیا ہے عجب جو اُس رخِ حیرت فزا کو دیکھ ــ تھم جائے اشک اس مژۂ اشکبار پر
محفوظ کوئے یار میں رہتی ہے ہر سحر ــ کرتی ہے کب صبا کرم اس خاکسار پر
جوشش نہ آئی ہاتھ کبھی تا دمِ وفات ـــ دل اپنا لوٹتا ہی رہا زلفِ یار پر

ہم تو مرتے ہیں اس گدائی پر ۱۵۴ھ تھوکتے کب ہیں بادشاہی پر
وصل میں بھی یہی خرابی تھی ــ منحصر کیا ہے اس جدائی پر
یار نے یوں ہی کی دغا اغیار ــ بھول مت اُن کی آشنائی پر
تو نے اک وعدہ بھی وفا نہ کیا ــ آفریں تیری بے وفائی پہ
دیکھ زلفِ رسا کو روتا ہوں ــ اپنے ہاتھوں کی نارسائی پہ
کوئی کہہ دے اُس آفتِ دیں سے ــ شیخ نازاں ہے پارسائی پر
بے نظیر اس کو مت کہہ اے جوشش ـــ بات کھل جائے گی خدائی پر

چھا جائے اگر دودِ دلِ تنگ ہوا پر ۱۵۵ھ ہوئے نہ سفید ابر سیہ رنگ ہوا پر

بے تابیٔ دل تنگ مجھے کرتی ہے ہر دم — اُڑتی ہوئی دیکھوں ہوں تری چنگ ہوا پر
ہر آہ کے ہمراہ دلِ سخت کے ٹکڑے — مستانہ چلے جاتے ہیں جوں سنگ ہوا پر
ہیں تکیہ بانکی تری پرواز میں گویا — مرغانِ خوش آہنگ ہم آہنگ ہوا پر
نسبت اک فلک بتری رسائی ہو یہ معلوم — میں خاک نشیں اور ترا شبرنگ ہوا پر
ہوتا کبھی دل میں جو گزر حرص و ہوا کا — اُڑتا نہ سلیمان کا اورنگ ہوا پر
کیا ہم سے رقیب اُڑتے ہیں جو رنگ گراں کا — تو نے تو بہت کاٹے ہیں جو رنگ ہوا پر
رقاص فلک ناچے ہے دسنا ہے اے جوشش — یہ رعد نہ ہو بجتی ہے مردنگ ہوا پر

١٥٦
گر ٹک متوجہ ہو وہ مے نوش فلک پر — ہو جائیں فرشتے بھی بے ہوش فلک پر
کیوں کر نہ ہو ہر دانہ شررِ خرمنِ دل کا — ہے آہ مری برق سے ہمدوش فلک پر
حیران ہوں لبِ بام نقاب ان نے لی منہ پر — یا ماہ ہوا ابر میں روپوش فلک پر
گر ایک نظر اس بتِ رقاص کو دیکھے — زہرہ کو ہو رقص اپنا فراموش فلک پر
ہم دم تھی مری چشم سو ہیں زیرِ زمیں یوں — کس طرح نہ ہو ابر سیہ پوش فلک پر
اک دم میں دکھا دے خمِ گردوں کو تماشا — جوشش جو ہو مجھ سا کوئی مے نوش فلک پر

١٥٧
کیا کیا ستم نہ تو نے کیے میری جان پر — آیا نہ حرفِ شکوہ کبھی اس زبان پر
رنگیں نہ ہو جو خون دلِ داغ دار سے — تلوار سے تری نہ جھڑے پھول سان پر
یہ تیر آہ سنگ سے گزرا تو کیا ہوا — جب کارگر نہیں دلِ نامہربان پر
میں وہ سیاہ بخت ہوں امکان ہی نہیں — سایہ فگن ہما ہو مری استخوان پر

کہتا ہوں سرگزشت بس رو رو بہ رنگِ شمع — ٹک کان رکھیو یار مری داستان پر
نالے نے میرے سنگ دلوں کو رُلا دیا — افسوس ہے کہ جوں نہ پھری تیری کان پر
اُس ترکِ تند خو سے طلب گار بوسہ ہوں — اے جوشش آج کھیلا ہوں میں اپنی جان پر

زلف اُس کی جو کھل پڑی منہ پر — ۱۵۸ — شام تھی صبح کی گھڑی منہ پر
ہم نے منہ پر نگاہ کی اُس کے — اُن نے تلوار ہی جڑی منہ پر
گلہ آمیز حرف اُس کے حضور — کون لائے گھڑی گھڑی منہ پر
ہیں مسلسل یہ اشک کے قطرات — یا کہ موتی کی ہے لڑی منہ پر
ابرِ مژگاں حریفِ طوفاں ہے — آنہ برسات کی جھڑی منہ پر
شرط انداز ہے اگر آئے — بات چھوٹی ہو یا بڑی منہ پر
ان دنوں یار بے طرح جوشش — ہاتھ پھیرے ہے ہر گھڑی منہ پر

نہ ڈر قاصد اگر اکراشکِ بے تاثیر کاغذ پر — ۱۵۹ — ہمیشہ شعلہ زن ہے آتشِ تصویر کاغذ پر
وہ جب خط کو لگا تھا پھاڑنے قاصد یہ کہتا تھا — کرے تقصیر لکھنے والا ہو تعزیر کاغذ پر
اُٹھائے فیض کامل سے وہی جو کوئی قابل ہو — طلا ہوتا نہیں رکھ دیکھیے اکسیر کاغذ پر
قلم جلنے لگے ہے آگ لگ اُٹھتی ہے کاغذ میں — کروں کس طرح سوزِ دل کو میں تحریر کاغذ پر
گنہ گاروں میں ہوں ٹکڑے ہی ٹکڑے کر مجھے لیکن — لگا دے دو پہ ٹک لکھ کر مری تقصیر کاغذ پر
سوادِ خط نہیں ہے یہ میں بدان رخسار پر تیرے — لکھی ہے سورۂ والشمس کی تفسیر کاغذ پر
جگر کس کا ہے جو اس کو پڑھے یا دیکھے اے جوشش — لکھا بھی حال دل کا ہم نے بے تقدیر کاغذ پر

١٦٠ ہے تنِ کاہیدہ رشکِ سایۂ مژگانِ مو — کیا تعجب ہے اگر ہوئے نہ زیبِ خوانِ مور
ناتوانوں کو توانائی نہ ہو یارب نصیب — بال و پر ہوتا ہے آخر کو وبالِ جانِ مور
زلف کے ہو سامنے کیوں کر خطِ رخسارِ یار — مارے دعوائے ہم چشمی نہیں شایانِ مور
کیا سر و ساماں سے مطلب بے سر و ساماں کو ہے — بے سر و ساماں ہے اے دل سر و سامانِ مور
ہے قناعت پیشہ محتاجِ کس و ناکس نہیں — دیکھ ہر خرمن ہے خوانِ نعمتِ الوانِ مور
ہے در دریاں نہیں ہیں خاکسارانِ جہاں — مور کا گھر ہے حقیقت میں درِ دربانِ مور
خاکساری موجبِ افزونیٔ ہمت ہے یاں — دیکھ لے جوشش سلیماں سا ہوا مہمانِ مور

١٦١/٩ رخ یہ چاہے تھا کہ دل کو کرے تسخیر بزور — زلف نے ڈال ہی دی پاؤں میں زنجیر بزور
نطق کرتی ہے ترے سامنے طوطی اس طرح — جس طرح صاحبِ لکنت کرے تقریر بزور
بہ طلب گا رجفا اس سے خفا تھا لیکن — لگ گئی آج گلے سے تری شمشیر بزور
توڑنا پھر بھی ہے منظور جو یہ دل شکناں — خانۂ دل کو مرے کرتے ہیں تعمیر بزور
دیکھتا کیا ہے کھڑا کھینچ کمر سے تلوار — لائی ہے سامنے تیرے مجھے تقدیر بزور
بے کسی پھر نہ کبھی آئیو آڑے ہرگز — کی معاف آج تو اُن نے تری تقصیر بزور
ملکِ دل جس کا کہ آباد نظر آتا ہے — لوٹ لیتا ہے ترا حسنِ جہاں گیر بزور
اُس کی نظروں پہ چڑھے صیدِ دلوں کا کس طرح — جو کوئی صیدِ حرم کو کرے نخچیر بزور
اُس کے دل میں تو اثر کچھ نہیں کرتی جوشش — آہ کو اپنی کہیں صاحبِ تاثیر بزور

١٦٢/٩ شیخ جی تم نہ کہو خوف در جائے بہتر — خانۂ دل تو ہے اس خانۂ خدا سے بہتر

یار کے ہونٹوں کی تعریف نہ کچھ مجھ سے پوچھ — اے خضر ہیں یہ ترے آبِ بقا سے بہتر
طعنہ زن کفر پہ ہوتا ہے عبث اے زاہد — بت پرستی ہے تری زہد و ریا سے بہتر
ہو نہ اس بحر میں پابند تو مانندِ حباب — دل اٹھاتا ہے یہاں حرص و ہوا سے بہتر
دلِ سودا زدۂ عشق کی خاطر جوشش — کون زنجیر ہے اُس زلف دوتا سے بہتر

١٦٣ پیدا ہوا ہے دل میں نئے سر سے درد پھر — کیوں کر نہ ہوئے آہ مرا رنگ زرد پھر
کیا ہو گیا ہے دیدہ و دل کو جو ان دنوں — ہے وہ ہی اشکِ گرم وہی آہ سرد پھر
کے دن کی زندگی ہے قناعت کر اختیار — دنیا کی جستجو میں نہ اے ہرزہ گرد پھر
دیوانے چھوڑ اس کی گلی کو کدھر چلا — مجنوں کی طرح تو نہ ہو صحرا نورد پھر
مت پائمال کر مرے مشتِ غبار کو — دامن ترا نہ چھوڑے گی ظالم یہ گرد پھر
سر کارِ عشق میں اسی ظالم کے ہاتھ سے — پہنچی ہے صاد کو مرے چہرے کی فرد پھر
جوشش کی گفتگو جو پسند آئی ہو تجھے — میں پڑھ سناؤں کوئی غزل کوئی فرد پھر

١٦٤/٥ غنچے کو دیکھ دل نہ لے احسانِ روزگار — کھاتا ہے خونِ دل جو ہو مہمانِ روزگار
دل ہے سو داغ داغ جگر ہے سو چاک چاک — کیا کیا بیان کیجیے احسانِ روزگار
اے زلفِ یار تجھ سے بھی آشفتہ تر ہوں میں — مجھ سا نہ کوئی ہوگا پریشانِ روزگار
دیکھا تو ایک گل میں بھی بوئے وفا نہیں — کی ہم نے خوب سیرِ گلستانِ روزگار
مل سب سے خرد ہو جو بزرگی کی ہے ہوس — جوشش نہ ہو تو مثلِ بزرگانِ روزگار

١٦٥/١١ کیوں حیا سے تو نکلتا نہیں گھر سے باہر — دید خورشید ہے مقدورِ بصر سے باہر

نقشِ دل جب سے ہوا نام ترا مثلِ نگیں
گھر میں رہتا ہوں ولیکن ہوں میں گھر سے باہر

سیکڑوں تیر ترازو ہیں ترے غمزے کے
ایک دو ہوں تو نکالوں میں جگر سے باہر

اشکِ چشم آگے ترے خشک ہوا جاتا ہے
ہاں یہ لڑکا ہے نکلتا نہیں ڈر سے باہر

آہ بے تابیٔ دل سوزِ جگر کے ہاتھوں
قطرۂ اشک نکلتے ہیں شرر سے باہر

ہر طرف تیرا ہی جلوہ ہے قفس میں صیاد
سخت حیران ہوں میں نکلوں کدھر سے باہر

ایمنِ عشق کا مت قصد کر اے طائرِ دل
شعلے نکلے ہیں وہاں شاخِ شجر سے باہر

عیب جو اہلِ ہنر ہووے یہ امکان نہیں
عیب جوئی تو ہے آئینِ ہنر سے باہر

گننے میں آئیں جو دو چار ہوں لالے کی طرح
داغ اس دل میں تو ہیں حدِ نظر سے باہر

کیوں نہ آنکھوں میں جگہ اس کی ہو جوں مردمِ چشم
پاؤں بھی جس نے رکھا ہووے نہ گھر سے باہر

جل گئے خاک میں یاں قافلے لاکھوں جوشش — چل سکے ہے کوئی اس راہ گزر سے باہر

١٦٦

اے طبیبو تمھاری کیا تقصیر
دردِ میرا نہیں علاج پذیر

راست رو بھاگتے ہیں کج رو سے
کیا رہے خانۂ کماں میں تیر

چشمِ تحقیق سے اگر دیکھو
ایک ہی سے ہیں کچھ امیر و فقیر

گھر فقیروں کا بھی تماشا ہے
جا بہ جا موج زن ہے جوئے حصیر

ناتواں تیرے کیوں نہ ہوں ممتاز
ماہِ نو کو نہ جانے کوئی حقیر

ہاتھ آئی ہے جس کے دولتِ فقر
اُس کے نزدیک خاک ہے اکسیر

آگ پانی میں لگ اٹھے جوشش — سوزشِ دل اگر کروں تحریر

کی ہے ترے دیوانے نے تقصیر سی تقصیر ١٦٧ — دے پاؤں میں تو زلف کی زنجیر سی زنجیر
سو ٹکڑے کرے ایک اشارے میں دلوں کے — وہ ابروے خم دار ہے شمشیر سی شمشیر
تقدیر مناسب نہ ہوئی یار وگرنہ — کی تھی ترے ملنے کی میں تدبیر سی تدبیر
اے شیخ ستایا ہے بہت دخترِ رز کو — محشر میں تری ہووے گی تعزیر سی تعزیر
اک عمر کیا سیر مرقع کو جہاں کے — آئی نہ نظر کوئی تری تصویر سی تصویر
خوبانِ جہاں رکھتے ہیں کیا کیا لب و لہجہ — پر ایک میں جو ہو تری تقریر سی تقریر
چاہا کہ ملے خاک میں لیکن نہیں ملتا — ہے جسم کی جوشش کوئی تعمیر سی تعمیر

جہاں میں کس طرح سب ہوں برابر ١٦٨/٣ — نہیں ہیں انگلیاں پانچوں برابر
خفا ہو کر لگا کہنے اٹھا دے — جو اس کے بیٹھے بھی جوں توں برابر
خط اس کے منہ پہ یوں آتا چلا ہے — چلے ہیں مور جوں لاکھوں برابر

ہر چند مثل خضر یہاں ہو قرارِ عمر ١٦٩/٥ — بے داغ عشق عین خزاں ہے بہارِ عمر
گھبرا کے مر ہی جاتے ہوس میں یہ غافلاں — ہوتا اگر جہاں میں کچھ اعتبارِ عمر
یاں ذی حیات جتنے ہیں بے اختیار ہیں — مختار ہی کے ہاتھ میں ہے اختیارِ عمر
ہر چند صرف کیجیے اوقات عیش میں — پر ہے غم و الم ہی پہ آخر مدارِ عمر
جوشش کرے ہے سعی تو کر راہِ عشق میں — یہ کاروبارِ دنیوی ہے انتشارِ عمر

حدیثِ مستی و رندی پہ گر ہو گوشِ خاکستر ١٧٠ — بنے ہر ایک گلخن بزمِ ناؤ نوشِ خاکستر
جلایا آتشِ دوری نے تیری یاں تلک ہم کو — تنِ خاکی ہمارا ہو گیا ہمدوشِ خاکستر

بہ نیرنگی یہ جلوہ اس چمن میں کیوں نہ ہو اُس کو
کہ ہے داغِ پرِ طاؤس ہم آغوشِ خاکستر

ترے دل سوختوں کی زندگی ہے خاکساری میں
رہے اخگر جو اخگر پر نہ ہو سرپوشِ خاکستر

خموشی عین گویائی ہے دیکھو آتش کدے میں جا
زباں شعلے سی رکھتا ہے لبِ خاموشِ خاکستر

ضرر کب پہنچے ہے دستِ توانا سے ضعیفوں کو
کہ ہر دم سرکشیِ شعلہ سے ہے جوششِ خاکستر

نہیں دیکھا ہے ٹک تا دیکھی جو اس کے خاکساروں کو ——
ابھی اُڑ جائے جوشش دیکھتے ہی ہوشِ خاکستر

۱۷۱ لطف و اشفاق ترا مجھ کو تو کیا ہے درکار
میں ستم کش ہوں مجھے جور و جفا ہے درکار

کام کیا دیر و حرم سے مجھے دیوانہ ہوں
اک مکاں رہنے کو اوروں سے جدا ہے درکار

پنکھڑی گل کی تو شرمندہ ہے اب ہی ظالم
کفِ پا کو ترے کیا رنگِ حنا ہے درکار

نہ مدد بخت سے چاہوں نہ کروں منتِ چرخ
میں ہوں عاشق مجھے اُس کی ہی رضا ہے درکار

ایک بیمار تری چشم کے ہیں مرگ طلب
ورنہ ہو جس کو مرض اُس کو شفا ہے درکار

آہِ سرد و مژۂ اشک نشاں دے یا رب
میں ہوں مے خوار مجھے ابر و ہوا ہے درکار

آتشِ عشق سے کر دل کو گداز اے جوشش ——
مثلِ آئینہ اگر تجھ کو صفا ہے درکار

۱۷۲ ۵ رہتا ہے خوف مجھ کو مری جان بیشتر
رکھتا ہے حرفِ غیر پہ تو کان بیشتر

رنج و ملال قسمتِ سرگشتگاں میں ہے
رہتے ہیں روتے صاحبِ عرفان بیشتر

ممکن نہیں کہ خاطرِ عشاق جمع ہو
رہتی ہے زلف اُس کی پریشان بیشتر

طوفانِ اشک کیوں نہ ہو فصلِ بہار میں
کرتی ہے سیل ان دنوں طغیان بیشتر

جوشش رقیب کیوں نہ رہیں اُس کے گرد و پیش ——
ہوتے ہیں خارِ گل کے نگہبان بیشتر

بے مے و معشوق جب گھر آئے ابر ۱۷۳/۶ کس طرح سے پھر نہ کہیے ہائے ابر
درد تنہا کو ہے یوں اس زلف پر — جس طرح سے ابر پر آ جائے ابر
مغفرت سے معصیت بھاگے ہے یوں — جوں ہوائے تند سے اُڑ جائے ابر
کشتیِ مے کا ہے ساقی ناخدا — ہے ہوا پر موج زن دریائے ابر
جوشش اپنے کلبۂ احزان میں — گر کرم فرمائے برق اور آئے ابر
گرمیِ نالہ سے ہو بے تاب برق — اور دودِ آہ سے گھبرائے ابر

ہو اگر ہاتھ مرا چاکِ گریباں سے دور ۱۷۴/۵ یا الٰہی رہے اُس گوشۂ داماں سے دور
دل جلوں کو نہیں اسبابِ تعلق سے غرض — ہے سرِ شمع خیالِ سر و ساماں سے دور
حسن اس کا ہے ترقی میں دل اپنا مہجور — موسمِ گل میں یہ بلبل ہے گلستاں سے دور
دامنِ کوہ و بیاباں ہو ابھی رشکِ چمن — آستیں ہوئے اگر دیدۂ گریاں سے دور
تیرے ہاتھوں سے توقع ہے یہی جوشش کو — زخمِ دل کا نہ رہے فیضِ نمکداں سے دور

نہ کر آزردہ یار کی خاطر ۱۷۵/۶ اس دلِ داغدار کی خاطر
بے مروت ہمیں عزیز ہوئی — تیری خاطر ہزار کی خاطر
آئے گا سنگ آستانۂ یار — اپنی لوحِ مزار کی خاطر
اشک مت کر سفید آنکھوں کو — رہنے دے انتظار کی خاطر
لے دمِ واپسیں ذرا دم لے — اس کے بوس و کنار کی خاطر
بگڑی ہے میری اس کی اے جوشش — ابھی دارومدار کی خاطر

۱۷۶ / ۵

زلفوں میں کیوں نہ ہو یہ دلِ زار بے قرار — شب کو زیادہ ہوتے ہیں بیمار بے قرار
آرام ایک دم نہ میسر ہو خلق کو — گر ہم سے اس جہان میں ہوں چار بے قرار
تونے تو اب کمانِ تغافل چڑھائی آہ — کیوں کر نہ ہو یہ صید گرفتار بے قرار
مثلِ چکور ہر گھڑی ہر دم اے مہ جبیں — رہتے ہیں تیرے طالب دیدار بے قرار
جوشش چمن میں کیا گل و کیا سرو کیا سمن — دیکھ اُس کو ہو گئے سبھی اک بار بے قرار

۱۷۷ / ۶

زیارت گاہ عالم ہے ترا در — در کعبہ سے کیا کم ہے ترا در
اُٹھا مت دے مجھے میں نزع میں ہوں — مرا مامن کوئی دم ہے ترا در
قدم واں پڑ نہیں سکتا کسی کا — غرض تیرا ہی مقدم ہے ترا در
میں تجھ سے رات کے رونے کا احوال — کہوں کیا دیکھ لے نم ہے ترا در
بھلا کیا اور در کے ہو رہیں گے — ستم گر چھوڑ کر ہم ہے ترا در
گدا تیرا ہی جوشش اس کے نزدیک — بجائے مسندِ جم ہے ترا در

۱۷۸ / ۶

دلِ صاف اپنا داغوں سے مکدر ہو گیا آخر — حجابِ جوہر آئینہ جوہر ہو گیا آخر
جدائی میں تری سیماب آتش دیدہ کے مانند — ہجومِ بیقراری سے یہ مضطر ہو گیا آخر
محیطِ عشق کو اک دل میں جائے امن سمجھا تھا — ولے دستِ شناسائے سکندر ہو گیا آخر
صفا پرور سے فیضِ اہلِ صفا کو پہنچ رہتا ہے — صدف میں قطرے کو دیکھا نہ گوہر ہو گیا آخر
گرفتاری عجب کچھ ہے کہ یہ وارستہ دل اوّل — موقّر تھا جن آنکھوں میں محقّر ہو گیا آخر
بتاں کی آتشِ دوری میں ہنستے ہنستے اے جوشش — دلِ سوزاں مرا شکلِ سمندر ہو گیا آخر

۱۷۹/۷ میں مرگیا پہ ہے وہی آہ و فغاں ہنوز — نالاں ہیں نے کی طرح مرے استخواں ہنوز

ہیں زخم بے شمار یہ کیا دل ہے کیا جگر — مشتاقِ زخمِ تازہ ہے یہ نیم جاں ہنوز

تو میری سرگزشت سے گھبرا گیا ابھی — باقی ہے تجھ سے کہنے کو اک داستاں ہنوز

دل لے چکے ہو جان بھی حاضر ہے لیجیے — منظور تم کو ہوئے اگر امتحاں ہنوز

اے بخت سجدہ گاہ دو عالم ہوئی تو کیا — اپنی جبیں سے دور ہے وہ آستاں ہنوز

ہر ایک ناتوان توانا ہوا مگر — بے طاقت و تواں ہے ترا ناتواں ہنوز

جوشش اگرچہ خاک میں ہم مل گئے ولے — دیتا نہیں یہ چرخِ ستم گر اماں ہنوز

۱۸۰/۹ دیدار کی ترے نہ گئی آرزو ہنوز — ہم مر گئے پر آنکھوں میں پھرتا ہے تو ہنوز

صد پارہ ہو گیا یہ گریباں گل کی طرح — چاکِ جگر سے دور ہے دستِ رفو ہنوز

جاتا نہیں مزاج سے اس کے خیالِ حسن — خط آ چکا پر آئینہ ہے روبرو ہنوز

ہم جستجوئے یار میں پہنچے قریبِ مرگ — پر ہے وہی تلاش وہی جستجو ہنوز

ف شیریں مقال جتنے ہیں جوشش جہان میں — ہر چند ہونٹ چاٹتے ہیں روبرو ہنوز

لیکن ہزار حیف کہ نزدیک یار کے — کرسی نشیں نہیں ہے مری گفتگو ہنوز

۱۸۱/۹ ہے اس کے دل میں صنعِ الٰہی کا ڈر ہنوز — لرزاں جو مہر نکلے ہے یاں ہر سحر ہنوز

جوں شمع صرف شعلۂ داغِ جگر ہوئے — دیکھا نہ اشک و آہ نے روئے اثر ہنوز

عالم کو دیکھتا ہوں کہ سر سے گزر گیا — لیکن وہ کھولتا نہیں اپنی کمر ہنوز

ڈھایا بنائے چشم کو سیلِ سرشک نے — پر حال کی مرے نہیں اس کو خبر ہنوز

آئی گئی بہار چمن سے ہزار بار — تڑپے ہے دام ہی میں یہ بے بال و پر ہنوز
پھولے پھلے سبھی شجر اس باغ میں مگر — لایا نہ نخل آہ ہمارا ثمر ہنوز
کیا فائدہ جو نالۂ شب گیر کیجیے — مقبول تو ہوئی نہ دعائے سحر ہنوز
میں مر گیا ہوں عشق میں کس رہ گزر کے — اُڑتی پھرے ہے خاک مری دربدر ہنوز
جوشش سر اس کی راہِ فنا میں دیا تو کیا —— جاتا نہیں ہے سر سے مرے دردِ سر ہنوز

١٨٢
١٠

ہمارے حال پہ اُس کی نظر نہیں ہرگز — کسی کے دل کی کسی کو خبر نہیں ہرگز
وہ ہے تو غنچہ دہن پر دہن نہیں کھلتا — وہ مو کمر ہے پر اس کے کمر نہیں ہرگز
ادا و ناز و کرشمہ سبھی ہیں اُس کی طرف — سوائے آہ و فغاں کوئی ادھر نہیں ہرگز
ڈروں نہ تیغِ نگہ سے نہ تیرِ مژگاں سے — میں بے جگر ہوں مرے تو جگر نہیں ہرگز
بہ رنگِ سرو مری آہ کیوں نہ سرکش ہو — یہ وہ شجر ہے کہ جس کے ثمر نہیں ہرگز
ہوا ہوں خاک ولیکن ہوں ایک ہی در کا — بہ مشتِ خاک مری دربدر نہیں ہرگز
یہاں جو رات ہے صبح اُس کے ساتھ ہے لیکن — شبِ فراق کو میری سحر نہیں ہرگز
یہ دردِ دل تو مرا اور بھی دوچند ہوا — طبیب تیری دوا میں اثر نہیں ہرگز
صبا بھی دور کھڑی اپنے ہاتھ ملتی ہے — تری گلی میں کسی کا گزر نہیں ہرگز
ہوا ہے خلق جو اس شعلہ زار میں جوشش —— قیام اُس کو بہ رنگِ شرر نہیں ہرگز

١٨٣

کیوں نہ اشکِ تہِ مژگاں ہو اثر سے لبریز — ہوئے ہے شعلۂ خس پوش شرر سے لبریز
اپنے پروردہ سے کب فیض اُٹھاتا ہے کوئی — نہ ہوا ایک صدف آب گہر سے لبریز

گو کہ ساقی نہ پیالہ دے لبالب مے سے — ساغرِ چشم تو ہے خونِ جگر سے لبریز
بادۂ شوق ترے لب کا نہ اک بوند گرا — جامِ دل کو ہیں کیا ایسے ہنر سے لبریز
تلخ کام آہ یہ ناکام ہے جب تک نہ ملے — اُس کا پیمانۂ لب شہد و شکر سے لبریز
دیکھ ٹک آکے تماشائے چمن اے گل رو — نہریں ہیں چاروں طرف دیدۂ تر سے لبریز
کیوں ہو اس بحر کو یہ جوش و خروش اے جوشش — کاسے گرداب کے ہیں دیدۂ تر سے لبریز

۱۸۴
دل میں یوں رہتے ہیں اُس کے تیر کے پیکان عزیز — خانۂ اہلِ کرم میں جوں رہیں مہمان عزیز
درد جو رکھتا ہے اُس کو ہے دوا کی آرزو — ایک تیرے دردمند دل کو نہیں درمان عزیز
شیوۂ آزادگی رکھتے ہیں جو ہیں دل جلے — شمع کو ممکن نہیں ہوئے سرو سامان عزیز
دشمنِ جانی ہمارا واقعی تو ہے پہ ہم — جان سے بھی جانتے ہیں تجھ کو اے جانان عزیز
مصرعِ بسمل پہ جوشش ایک مرتے ہیں ہمیں — "ورنہ یاں کس کو نہیں ہے اپنی جاں عزیز"

۱۸۵
ترے عارض پہ خط نکلا ہی کیا سبز — کوئی سبزہ نہیں اس طرح کا سبز
ترے ہاتھوں سے مل لائی حنا رنگ — وگرنہ فی الحقیقت تھی حنا سبز
گریباں چاک کر ڈالا گلوں نے — گلے میں دیکھ کر تیرے قبا سبز
کیا کیا کام اے زہرِ غمِ ہجر — بہ رنگِ زرد میرا ہو چلا سبز
برسنے کو برس اے ابرِ مژگاں — نہ ہو گا نخل میری آہ کا سبز
خیالِ قامتِ جاناں میں ہر آہ — بہ رنگِ سرو ہے سر تا بہ پا سبز
قبا ہر رنگ کی ہے خوش نما لیک — اسے پھبتی ہے جوشش سرخ یا سبز

ہیں داغ مرے جزو بدن جوں پر طاؤس ١٨٦/٥ مخلوق ہوں اس دہر میں ہم پیکر طاؤس
اس روئے مخطط پہ ہیں یوں زلف کے حلقے قرآن پہ جس طرح رکھے ہوں پر طاؤس
سر پر ترے یہ طرۂ زر زر پھبے ہے پامال حسد کیوں نہ ہو تاج سر طاؤس
رکھتے ہیں جو یہ جلوۂ نیرنگ ای جوشش کیا آگ دبی ہے تہ خاکستر طاؤس

زلف رکھ دل کو نہ چشم سیہ یار کے پاس ١٨٧/٦ کوئی رکھتا نہیں بیمار کو بیمار کے پاس
صیقل عشق سے دل صاف اگر ہو جائے مثل آئینہ رہا کیجیے اس یار کے پاس
دانۂ اشک کی تسبیح ہے اور زلف کی یاد نے ہوں اس سبحے کے نزدیک نہ زنار کے پاس
ہجر میں ہوش و خرد تاب و تواں ایک نہیں جز گرفتاری دل تیرے گرفتار کے پاس
رو نمائی تجھے کیا دیوے گا اے مایۂ حسن نقد جاں بھی نہیں اس طالب دیدار کے پاس
آرزو دل میں ہماری ہے یہی ای جوشش —— یہ غزل پڑھتے کبھی بیٹھ کے اس یار کے پاس

کیا کریں گے یاد دلائے صبا آرام قفس ١٨٨/٥ حکم دے پروانہ کا کاکل تا سر بام قفس
اے ستم ایجاد تیری زلف و خط کے روبرو کوئی لے سکتا ہے نام دام یا نام قفس
جان کا ہونا ہے سودا ہر سحر اے باغباں مجھ کو اس صبح چمن سے خوب تھی شام قفس
کانٹے سے چبھتے ہیں میری دل میں خار آشیاں یاد جب آتا ہے گل چیں مجھ کو آرام قفس
ہاتھ میں صیاد کے جاتے ہی جوشش ہو گئے —— سے نے قفس کے در کو دیکھا ہم نے نے بام قفس

کبھی نہ دے گئے اک زخم یادگار افسوس ١٨٩/٧ چلی نہ مجھ پہ تری تیغ آبدار افسوس
ہوا یہ حال مرا عشق میں کہ دشمن بھی ملیں ہیں دست تاسف کریں ہیں یار افسوس

سبھوں سے تجھ کو ہوئی بے تکلفی لیکن — اٹھا نہ ہم سے تکلف ترا ہزار افسوس
بہ سانِ شانہ ہوا چاک چاک دل لیکن — لگی نہ ہاتھ تری زلفِ تابدار افسوس
نسیم تیری طرح روز اُٹھ کے خاطر خواہ — نصیب میں نہ ہوئی سیر کوئے یار افسوس
کریں ہیں منع مجھے یار تیرے ملنے سے — ہوئے ہیں دشمنِ جانی یہ دوستدار افسوس
بہ ایں فصاحت و خوبی جہاں میں ای جوشش — ہمارے شعر نے پایا نہ اشتہار افسوس

۱۹۴
ہے دل مرا ای دلبر ہم شیشہ و ہم آتش — پچوے ہے قدم آکر ہم شیشہ و ہم آتش
دل شیشہ جگر اخگر تن خاک کی ڈھیری ہے — ہے یاں پہ بہ خاکستر ہم شیشہ و ہم آتش
یہ پیرِ مغاں کا تو اک ادنیٰ تصرف ہے — مے خواروں کے ہے گھر گھر ہم شیشہ و ہم آتش
صنعت گریٔ صانع ہے موجبِ حیرانی — ہر سنگ کے ہے اندر ہم شیشہ و ہم آتش
تجھ حسن کے جلوے سے ہر ایک حبابِ جو — آیا ہے نظر اکثر ہم شیشہ و ہم آتش
جس وقت پیے مے تو منہ کو ترے سادہ رو — بے جا نہیں کہیے گر ہم شیشہ و ہم آتش
اب دیکھے ہے آئینہ وہ مہروش ای جوشش — یک جا ہے تماشا کر ہم شیشہ و ہم آتش

۱۹۵
سینے میں غمِ عشق نے کی مشتعل آتش — اے اشک بجھا نا کہ لگی متصل آتش
یوں سردیٔ دوراں سے دل افسردہ ہوا ہے — پانی کے چھڑکنے سے ہو جوں مضمحل آتش
گرمی ترے ملنے کی جلا دیوے ہے اُس کو — اتنا بھی تو پروانے سے مت گرم مل آتش
ہیں طور کے جس جلوہ پہ ترے حسن کے جلوے — کس طرح ترے آگے نہ ہووے خجل آتش
جوشش حذرا دلی ہے محبت کے شرر سے — دیوے ہے جلا شہر کے شہر ایک تل آتش

۱۹۲/۷ دل ہے کیا سینۂ سوزاں میں قرینِ آتش — آتش اس کا ہے مکاں یہ ہے مکینِ آتش
ناتوانوں سے مدد پہنچے ہے یوں سرکش کو — خس و خاشاک ہے جس طرح معینِ آتش
نالۂ گرم اگر دل سے مرے سر کھینچے — خشک و تر ہوئے ابھی زیرِ نگینِ آتش
کیجیے کس واسطے منت کشیِ آبِ سرشک — دلِ سوزاں تو ہے مدت سے رہینِ آتش
شعلہ رویوں نے جلایا ہے جسے مثلِ شرر — اے سمندر ہے وہی صدر نشینِ آتش
تا نہ امدادِ طلب ابرِ مژہ سے ہو مرے — دلِ آتش سے نہ دھوئے کوئی کینِ آتش
کہہ تو کس واسطے جوشش پئے گردیدہ تلاش — تجھ سے سرسبز نہ ہوئے گی زمینِ آتش

۱۹۳/۵ اگر داغِ جگر اپنا دکھاؤں آب ہو آتش — وگر رونے لگوں میں ہر میں نایاب ہو آتش
تجھے کس طرح کہیے آتشیں رخسار اے ظالم — اگر دیکھے تری صورت ابھی بیتاب ہو آتش
کنارہ کب کرے اے شعلۂ آہ و فغاں تجھ سے — سمندر وار جس کی زیست کا اسباب ہو آتش
اگر باطن میں ہم رنگی نہ ہو روشن ضمیروں کو — تو کیوں آتش سے ملتے ہی شرابِ ناب ہو آتش
بغیر اُس کے جو گلشن میں کروں میں قصدِ مے نوشی — تو میرے سر پہ جوشش پرتوِ مہتاب ہو آتش

۱۹۴/۵ ہوئے نہ میرے دل سے لبِ یار فراموش — کرتا ہے نمک کوئی نمک خوار فراموش
قاصد تو اُسے دیکھ کے سب بھولیو لیکن — مت کیجیو حالِ دلِ بیمار فراموش
صیاد رہا کر نہ عبث کنجِ قفس سے — اب ہو گئی ہم کو رہِ گلزار فراموش
اے ترک تری زلف کو دیکھے جو برہمن — ہو اپنے گلے کا اُسے زنار فراموش
قاتل وہ مسلّم ہے پہ جی دھڑکے ہے جوشش — ہو جائے نہ اُس کو یہ گنہگار فراموش

۱۹۵ ر

کیوں کر نہ گرد باد کو ہووے ہوائے رقص — سچ تو یہ ہے کہ دامنِ صحرا ہی جائے رقص

مشغول وجد رہ روِ راہِ فنا ہے تو — دیکھا نہیں شرر کو ہے کیا مبتلائے رقص

جب سے نظر پڑا ہے وہ رقاصِ دل فریب — بھاتا نہیں ہے مجھ کو یہاں کچھ سوائے رقص

بے رقص تجھ کو چین نہیں ایک آن بھی — پیرِ فلک تجھی سے ہے شاید بنائے رقص

ق

بزمِ جہاں میں خیلِ مریدوں کے ساتھ لے — پھرتے ہو مستعد تو بہت تم برائے رقص

دیکھو گے اپنا حال جو کچھ ہوگا شیخ جی — باہر جو تال سم سے پڑا آج پائے رقص

جوشش ہے چرخ دشمنِ عیش ایک بدگماں — سر پیٹنے نہ دیوے کسی کو بجائے رقص

۱۹۶ ر

نے دولت آرزو ہے نہ دنیا نہ دیں غرض — یارب میں بے غرض ہوں مجھے کچھ نہیں غرض

بے عشوہ بے کرشمہ و بے ناز و بے ادا — عالم کے دل کو لے گیا وہ نازنیں غرض

اس طرح کا نہ ہوگا کوئی باغ دل کشا — کوچے کو تیرے چھوڑ کے جاویں کہیں غرض

اپنے ہی آستانۂ دل پر ہے جبہہ سا — رکھتا نہیں کسی سے یہ گوشہ نشیں غرض

رہتا ہوں اس کمر کے تصور میں دم بہ دم — مجھ سا نہ کوئی ہوئے گا باریک بیں غرض

اتنا نہ کھائیں خونِ جگر فکرِ شعر میں — ہوئے نہ شاعروں کو اگر آفریں غرض

جوشش بہ زور لایا ہوں میں زیرِ پائے فکر — تھی آسمان سے بھی پرے یہ زمیں غرض

۱۹۷ ر

اگر عارض ہوا اس آئینہ رو کا سبزہ زارِ خط — خجالت سبزۂ آبِ رواں کو دے بہارِ خط

منڈائے روز اٹھ کیوں کر نہ وہ روئے مخطط کو — کہ اس نازک بدن سے اٹھ نہیں سکتا ہے بارِ خط

میں ہوں آشفتۂ زلف و جگر دیوانۂ رخ ہے — یہ دل ہے داغ دارِ خال و جاں ہے بے قرارِ خط

اگر وہ گل بدن جائے کبھی گل گشتِ گلشن کو — بلا گردان ہو سنبل زلفِ پرپیچاں نثارِ خط
جلا دیتا ہے اس آئینہ رو کے منہ کو اے جوشش — غبارِ خاطرِ عشاق ہو کیوں کر غبارِ خط

۱۹۸ ب
صاف طینت سے کریں ہیں شعلہ رو کم اختلاط — آب و آتش میں نہیں ہوتا ہے باہم اختلاط
اشک کے قطرے ہیں کیوں میرے مژہ سے مختلط — خار سے دیکھا نہیں رکھتی ہو شبنم اختلاط
غنچۂ گل سے صبا کو اس طرح کب ربط ہے — دم کو ہے جس طرح دل کے ساتھ ہر دم اختلاط
کھو دیا ہے گو تری خط نے صفائے حسن لیک — تجھ سے اس عالم پہ بھی رکھے ہے عالم اختلاط
بلبلوں کی طرح ہر گل سے نہیں کرتے ہیں ربط — غنچۂ دل ہی سے رکھتے ہیں سدا ہم اختلاط
یہ نہیں ہونے کا جوشش تا نہ چھڑکے وہ نمک — زخمِ دل سے میرے کیوں کرتا ہے مرہم اختلاط

۱۹۹ ب
منظور ہو جو سینۂ سوزاں کی احتیاط — جوشش کر اپنے دیدۂ گریاں کی احتیاط
میرے دل و جگر کو تو رہتی ہے دم بدم — منظور اس کے تیر کے پیکاں کی احتیاط
ناصح کہا بھی مان کسی کا نہ کر رفو — تجھ سے نہ ہو سکے گی گریباں کی احتیاط
بے احتیاط چھوڑ نہ دے اپنے حسن کو — لازم ہے باغباں کو گلستاں کی احتیاط
کہہ دیجو کوہ سے بھی کہ آتی ہے سیلِ اشک — صحرا نے کی ہے اپنے بھی داماں کی احتیاط
ہم سے غریب خاک میں جوشش لے ملے — کرتا ہے کون گورِ غریباں کی احتیاط

۲۰۰ ب
ہمارے اس کے جو آپس میں تھے ربط — کہاں باقی ہیں وے اخلاص وے ربط
کبھی دل مانگتے ہو تم کبھی جان — جفا کیشاں زہے خلطہ زہے ربط
بگڑ جاتا ہے وہ تو بات کہتے — کوئی اس تند خو سے کیا کرے ربط

کہے دیتا ہوں اے ناصح خبردار	بہت مت بول میرے آ گئے بے ربط
ملا کر اُس سے گر ہے ربط منظور	نہیں ہوتا کسی سے بے ملے ربط
وہی شاعر مسلّم ہے اے جوشش ——	جو اک کو دوسرے مصرع سے دے ربط

۲۰۲ نہ اُس کے لطف سے خوش نے کرم سے ہے محظوظ	عجب یہ دل ہے کہ جور و ستم سے ہی محظوظ
کوئی دم اور ہی رہنے دے شستِ شوم مت کر	مرا لہو تری تیغ دو دم سے ہے محظوظ
کوئی ہے عیش سے محظوظ کوئی طرب سے خوش	یہ دردمند ترا درد و غم سے ہے محظوظ
ہوئی ہے جس کی یہاں چشمِ دل کو بینائی	وہ کب مشاہدۂ جامِ جم سے ہے محظوظ
طوافِ دل سے ہی بے بہرہ جو کوئی اے شیخ	تری طرح وہی طوفِ حرم سے ہے محظوظ
چمن سے اس کو غرض کیا ہے اے نسیمِ سحر	یہ مشتِ خاک تو کوئے صنم سے ہے محظوظ
جو کوئی درد سے ہے آشنا وہی جوشش ——	ہمارے شعر سے خوش اور ہم سے ہے محظوظ

۲۰۳ کر سیرِ باغِ دل جو ہو آہنگ سیر وسیع	ان گلشنوں کی طرح نہیں تنگ ہے وسیع
رکھے ہے مست یادِ خطِ پشتِ لب مدام	کب اتنا عرصۂ نشۂ بنگ ہے وسیع
دیکھا ہے میں نے خوب سا دامانِ کوہ کو	دامانِ دل کا وہ نہیں ہم سنگ ہے وسیع
وحشت سرائے قیس سے دیکھا جو غور کر	دشتِ جنوں مرا کئی فرسنگ ہے وسیع
ظالم تو اپنے گھر سے نکالے ہی کیوں مجھے	ملکِ خدا نہیں ہی میاں تنگ ہے وسیع
جوشش بہارِ وسعتِ ملکِ عدم کہاں ——	ہستی تو ہے وسیع پہ بے رنگ ہے وسیع

۲۰۴ اب عیادت کو مری تو نے جو کی ہے تصدیع	اک ذری بیٹھ کہ بس ایک ذری ہے تصدیع

سرمہ سا چشم کا بیمار ہوا ہیں جب سے — بول سکتا نہیں کچھ آہ یہی ہے تصدیع

لاکھ تدبیر کرو پر وہ ہوا ہی چاہے — جس کی قسمت میں بیاں جس نے لکھی ہے تصدیع

نالہ و آہ و فغاں وصل میں بھی کم نہ ہوئے — تھی جو کچھ ہجر میں تصدیع وہی ہے تصدیع

داغِ دل زخمِ جگر اپنے ترقی پر ہیں — ٹک خبر لے مری ان روز دنوں بڑی ہے تصدیع

دردِ پہلو ہے کبھی اور کبھی سوزشِ دل — بے طرح ان دنوں کچھ ہونے لگی ہے تصدیع

ہوئے آرام طلب راہِ طلب میں جب سے — ہم کو تصدیع جدی دل کو جدی ہے تصدیع

دیکھتا ہوں میں زمانے میں تو اک عالم کو — ق — کبھی آرام بھی ہے اور کبھی ہے تصدیع

لیکن احوال پہ جوشش کے جو کرتا ہوں نظر — کبھی آرام نہیں اس کو نری ہے تصدیع

۲۰۴

کروں نہ دولتِ دنیا کی زینہار طمع — دکھائے گو کہ یہ میرے تئیں ہزار طمع

بہ رنگ شمع ہے اس سوزِ عشق سے مجھ کو — دل برشتہ غرض چشم اشک بار طمع

اگرچہ نزع میں ہوں میں پر ایک بوسے کی — مجھے ترے لبِ جاں بخش سے ہے یار طمع

یہ کون زہد ہے زاہد یہ کون تقویٰ ہے — زباں پہ بے طمعی دل میں بے شمار طمع

وہ چشمِ مست تری خونِ دل کی ہے مشتاق — رکھے ہے جوں مے گلگوں کی مے گسار طمع

وہ کیوں نہ سبزۂ خط چاہے اپنے عارض پر — کہ باغباں کو ہے باغ سے بہار طمع

خدا نہ دیوے کسی چیز کی طمع جوشش — ہمارے دل میں یہ آتی ہے بار بار طمع

۲۰۵

ہوئے میرا مہ تاباں جو تماشائیِ شمع — کھائے برہم ابھی یہ انجمن آرائیِ شمع

ایک پروانے کو گرتے نہ سنبھالا اس نے — آستیں میں ہی رہا پنجۂ گیرائیِ شمع

چشم کس طرح نہ روشن رہے تا مرگ اُس کی خاک پروانہ کی ہی سرمۂ بینائی شمع
سمجھیں ہیں اہل نظر رتبۂ تنہائی کو دیکھے کیا چشم لگن جلوۂ تنہائی شمع
بھول ہی جائے اُسے اپنی تجلّی جوشش —— محفل دل کی اگر طور کو دکھلائے شمع

٢٠٦ ط
ہر شب جو کھیلتی ہے یاں اپنی جان پر شمع عاشق ہوئی ہے شاید اُس بدگمان پر شمع
منصور وار کیوں کر سر سے نہ دار نکلے لاتی ہے راز دل کو اپنی زبان پر شمع
پروانہ بے جگر ہے جو اُس پہ جا گری ہے ورنہ سنانِ خوں ریز ہے شمع دان پر شمع
سوز و گداز اپنا سارا بیاں نہ ہوئے لاکھوں جلیں بجھیں گو ہر داستان پر شمع
سنگِ مزار پر اس سرگشتہ کے جو آتی تیغ زبان آتی تیری نہ سان پہ شمع
ہے باریاب ہر شب تو بزم مہ وشاں میں تو ہی دماغ تیرا ہے آسمان پر شمع
پروانہ تیرے آگے پرواز کر سکے گا آیا مزاج تیرا گر امتحان پہ شمع
سوزِ کلام جوشش برقِ ہر انجمن ہے —— نازاں نہ رہیو ہرگز اپنی زبان پر شمع

٢٠٧ ط
ہوئے ہیں دل خم ابرو میں تیری جاناں جمع کہ جیسے مسجد کعبہ میں ہوں مسلماں جمع
نہ کر خیال کہ مژگاں ہیں اُس کی اے ناداں یہ مے کدے کے ہیں در پہ سیاہ مستاں جمع
کمانِ ابرو و تیرِ نگاہ و تیغ مژہ ہمارے قتل کو اُس نے کیا یہ ساماں جمع
گلوں کو بھرتا ہے دامن میں جس طرح گلچیں کرے ہے اشک کے قطروں کو سیر داماں جمع
ہمارا دل نہ ہو کس طرح رشک مقناطیس کہ اُس کے تیروں کے آکر ہوئی ہیں پیکاں جمع
ہمیشہ دستِ جنوں دھجیاں اُڑاتا ہے کہاں سے اُس کے لیے میں کروں گریباں جمع

گرہ نہ دیوے گا جب تک تو زلفِ ابتر کو — کبھی نہ ہوگی مری خاطرِ پریشاں جمع

یہ چاند ماتھے پر اس کے نہ ہوئے ای جوشش — ہوئے ہیں مہرِ درخشاں و ماہِ تاباں جمع

۲۰۸

رکھتا نہیں ہیں لالہ صفت دل میں چار داغ — طاؤس وار جز و بدن میں ہزار داغ

جوں ماہتاب عشق میں اس آفتاب کے — چھاتی سے میری پھوٹ کے نکلا ہی یار داغ

ہر چند اب وہ سوزِ محبت نہیں مگر — سینے میں رہ گئے ہیں کئی یادگار داغ

سجدے کا یہ نشاں نہ ہو ماتھے پہ شیخ کے — رکھتا ہے وہ بھی تیری غلامی کا یار داغ

نے کوئی لالہ پہنچے ہے اُس کو نہ کوئی گل — جوشش رکھے ہے دل میں عجب کچھ بہار داغ

۲۰۹

خوف کیا ہو گو صبا ہو دستِ اندازِ چراغ — داغِ دل میرا نہیں جلتا بہ اندازِ چراغ

سوختہ جانوں کے لب سے دور ہے آہ و فغاں — کب کسی کے کان تک پہنچے ہے آوازِ چراغ

خالی اسبابِ فنا سے بزمِ ہستی میں نہیں — دیکھیے گر غور سے انجام و آغازِ چراغ

دل سیہ دل کا ہو روشن دل سے روشن کیا عجب — ہوئے گھر تاریک روشن ہے یہ اعجازِ چراغ

اے دلِ افسردہ سازش کر تو سوزِ عشق سے — دیکھ تو ٹک سوز کے ہے ساتھ کیا سازِ چراغ

تا سحر گرد اُس کے تھا آخر کو جل کر رہ گیا — مثلِ پروانہ نہ دیکھا کوئی دم سازِ چراغ

دل سیہ تیرا ہی جوشش قدرِ داغِ عشق کر — خانۂ تاریک میں ہوتا ہے اعزازِ چراغ

۲۱۰

رات بے تابانہ ہو کر صدقۂ فرقِ چراغ — دل جلا پروانہ آخر ہو گیا غرقِ چراغ

لعل کے آویزے ہیں کانوں میں کیا جلوہ گر — رکھتی ہے صبحِ بنا گوشِ بتاں شرقِ چراغ

وصل کی شب داغِ دل جلتا جو تھا سو بجھ گیا — دامنِ زرتار اُس کا ہو گیا برقِ چراغ

دن کو آ کر دیکھ اس کو رات دن جلتا ہے یہ — ہوئے گا معلوم تب اس داغ سے فرقِ چراغ
ماہ رو کو تیرے جوشش انجمن میں دیکھتے — رات پھیکا پڑ گیا سب زرق اور برقِ چراغ

۲۱۱ ۳ کروں میں دیدہ سے قطعِ نظر دروغ دروغ — اُٹھا کے آنکھ نہ دیکھوں اُدھر دروغ دروغ
سوائے راست تو باتیں نہ کر دروغ دروغ — کہ راست راست ہوئے بے خبر دروغ دروغ
کہے ہے کون کہ دیکھی ہے میں کمر اُس کی — نظر پڑی کسے اُس کی کمر دروغ دروغ

۲۱۲ ۴ اس دلِ صد چاک میں یوں جلوہ گر ہے اُس کا داغ — جیسے قندیلِ مشبک میں چمکتا ہو چراغ
یار کے ہم راہ کیوں کر کیجیے سیرِ چمن — اُس سے آزردہ ہو گل اور مجھ سے بلبل بے دماغ
وصل میں بھی شمع رو کے مثلِ پروانہ مجھے — آہ اس بے تابیِ دل سے نہیں ملتا دماغ
ساقیِ گل فام جب غیروں کو پیہم جام دے — لالہ ساں لب ریزِ خوں کیوں کر نہ ہو میرا ایاغ
نے ملے ہے زلف میں نے ٹھہرے ہے کاکل کے بیچ — گم ہوا ہے دل ہمارا لیجیے کیدھر سراغ
گرچہ اے رشکِ چمن تھے دل گرفتہ غنچہ ساں — دیکھتے ہی منہ کو تیرے ہو گئے ہم باغ باغ
کم نگاہی تھی ہی تس پر منہ لگایا غیر کو — وہ مثل ہے اپنی جوشش داغ بر بالائے داغ

۲۱۳ ۵ زخمیِ جگر کے دل میں ہے کیا آرزوئے تیغ — سو ٹکڑے ہو گیا ہے پہ دیکھے ہے سوئے تیغ
قاتل کھڑے ہیں گرد تری لاکھوں تشنہ لب — قسمت میں کس کے دیکھیے ہے آبِ جوئے تیغ
ہر بات میں رقیب نہ کھا تیغ کی قسم — نامرد کو یہ چاہیے ہرگز نہ چھوئے تیغ
قاتل مرے بدن میں تو اک قطرہ خوں نہیں — ہر دم لہو سے کس کے ہے آلودہ روئے تیغ
جوشش وہ مار کر مجھے رویا یہاں تلک — ہوئی اُس کے آبِ چشم ہی سے شست و شوئے تیغ

اُس کے رخسار پر کہاں ہے زلف ۲۱۵/۷ شعلۂ حسن کا دھواں ہے زلف
دامِ خط کا فریب کیا کھائے — طائرِ دل کا آشیاں ہے زلف
مجھ سے مت پوچھ اُس سے پوچھ اے ترک — حال کی میرے ترجماں ہے زلف
وصف اُس کا ہو مختصر کیوں کر — ایک طومار و داستاں ہے زلف
ہم ہی قیدی نہیں ہوئے اے شیخ — دامِ ہر پیر و ہر جواں ہے زلف
گم ہوا جب سے یہ دلِ وحشی — چشمِ دایر دسے بدگماں ہے زلف
اپنے جوشش کو کشمکش میں رکھ ——— حد ضعیف اور ناتواں ہے زلف

شاید گزر ہوا ہے ترا آج سوئے زلف ۲۱۵/۶ آتی ہے اے نسیمِ سحر تجھ سے بوئے زلف
ظاہر ہے پیچ و تاب سے اس درد آہ کے — دل میں بھری ہوئی ہے تری آرزوئے زلف
مجھ پر اسیر ہوتے ہی یہ عقدہ کھل گیا — کہتے ہیں جس کو دامِ بلا ہیں یہ موئے زلف
اے خضر تجھ سے عمر طلب کرتے پھر سیر — دور و دراز ہوتی نہ گر راہ کوئے زلف
کیوں کر گلاب و مشک کی آئے نہ بو کہ ہے — روئے عرق فشاں سے تری شست و شوئے زلف
آشفتہ حال ہم سے تو جوشش ہوئی خجل ——— سنبل کی کیا مجال جو ہو روبروئے زلف

مائل ہوں کب پناہ کی تدبیر کی طرف ۲۱۶/۷ دیکھوں ہوں جوں نشانہ تری تیر کی طرف
گر دیکھنا ہو روئے چمن پھر بھی اے صبا — جانا نہ اُس کی زلف گرہ گیر کی طرف
تیرے ہی در کی خاک کی نت آرزو رہی — آیا کبھی خیال نہ اکسیر کی طرف
جب موسمِ بہار کی سنتا ہوں میں خبر — روتا ہوں دیکھ دیکھ کے زنجیر کی طرف

لاکھوں ہی گھر کو خاک میں لے کر ملا دیا
آیا مزاج دہر نہ تعمیر کی طرف

زخمی پڑے سسکتے ہیں پر چھوڑتے نہیں
حسرت سے دیکھنا تری شمشیر کی طرف

جوشش کو آرزو سے اثر میں کیا تمام —
آخر اسی کی نالۂ شبگیر کی طرف

۲۱۷ کیوں کہوں قامت کو تیری اے بت رعنا الف
اور کچھ خوبی نہیں رکھتا ہو اک سیدھا الف

جیسا ہی اس برہمن زادی کے قشقے کا الف
لکھ نہیں سکتا ہو کوئی خوش نویس ایسا الف

جب سے دی تعلیم گریہ اوستادِ عشق نے
تختۂ سینہ پہ طفلِ اشک نے کھینچا الف

وصف بینی میں یہ کیا مصرع زباں پر آ گیا
اس کی بینی ہے بلند اور اس سی چھوٹا ہی الف

گرد ہی نقش و نگارِ چین ان کے روبرو
ہیں ردائے فقر پر اس طرح کے زیبا الف

قتل کو عاشق کے انگشت اشارت کر بلند
تیری انگشت اشارت ہی شہادت کا الف

سرکشی کرتا ہی یوں ہر آن میرا نفس شوم
جس طرح سے دم بدم ہو جا ہی گھوڑا الف

اتنے پر بھی ذات واحد سے ہیں غافل ناقصاں —
کھنچ رہا ہے دوستو تن سے تن پہ سنرا یا الف

۲۱۸ کرتا ہے کون مجھ سے گنہگار کی طرف
سب بولتے ہیں اس بت خونخوار کی طرف

حسرت بھری نگاہ سے ہر گل چمن کے بیچ
دیکھے ہے تیرے گوشۂ دستار کی طرف

تیری طرح صبا نہیں جانے کے ہم کبھی
اس کی گلی کو چھوڑ کے گلزار کی طرف

کرنا جو قتل ہو تجھے قاتل تو کر گزر
کیا بار بار دیکھے ہے تلوار کی طرف

زاہد نہ پھر کبھی سوے محراب رو کرے
دیکھے جو تیری ابروے خمدار کی طرف

اے یار تیرا طالبِ دیدار مر چلا
ٹک دیکھ اپنے طالبِ دیدار کی طرف

جوشش نکالے فصیح جو اور ہی کے شعر میں ــــ دیکھا نہ اپنی خوبیٔ گفتار کی طرف

۲۱۹ ۵
وہ شگفتہ دل جو تھا یک عمر گلشن کا حریف ۔ ہو گیا داغوں کی دولت آہ گلخن کا حریف
گرد اس رخسار کے زلفِ سیہ ہے حلقہ زن ۔ کیوں نہ حلقہ اس کا ہووے مہ کے خرمن کا حریف
صبحِ محشر دامنِ کہسار دونوں ہیں خجل ۔ کون ہو سکتا ہے میری جیب و دامن کا حریف
جب تری شمعِ تجلی نے منور کر دیا ۔ خانۂ دل ہو گیا وادیٔ ایمن کا حریف
شاعری کا فن بھی جوشش زور فن ہے کچھ نہ پوچھ ــــ ہر کس و ناکس نظر آتا ہے اس فن کا حریف

۲۲۰ ۵
کیا شمع ہے مبتلائے عاشق ۔ روتی ہے کھڑی برائے عاشق
کرتے تو ہو تیغ آزمائی ۔ ایسا نہ ہو مر ہی جائے عاشق
گلزارِ جہاں میں غنچہ آسا ۔ ہے خونِ جگر غذائے عاشق
اس تیغِ نگہ کے سامنے سے ۔ تا مر نہ مٹے نہ جائے عاشق
جوشش وہ یار گوشِ دل سے ــــ سنتا نہیں ماجرائے عاشق

۲۲۱ ۸
ہنگامۂ یک محشر رکھتا ہے سرِ عاشق ۔ خورشید قیامت ہے داغِ جگرِ عاشق
رہتا ہے تصور میں اس آئینہ طلعت کے ۔ کیوں کر نہ ہو آئینہ دیوار و درِ عاشق
خوبانِ جہاں ظالم گھیرے ہیں ترے در کو ۔ ممکن نہیں اب ہووے تجھ تک گزرِ عاشق
جلوے سے ترے چشمِ خورشید جھپکتی ہے ۔ ٹھہرے ترے عارض پر کیوں کر نظرِ عاشق
ہیں دولتِ ہجوری منہ زرد و سپید آنکھیں ۔ قارون بھی نہ رکھتا تھا یہ سیم و زرِ عاشق
یہ دن کسی دشمن کو اللہ نہ دکھلائے ۔ جس طرح گزرتی ہے شام و سحرِ عاشق

گردن زدنی کون اور زلو رپہ چلے کس پر — انصاف یہی ہے اے بے داد گر عاشق
پل مارتے اے جوشش کہسار کے دامن کو — صد تختۂ گل بخشے یہ چشم تر عاشق

۲۲۲ کس طرح کم ہووے یہ سودائے عشق — ہے سر شوریدہ میرا جائے عشق
کیوں نہ ہو ہر موج اس کی شعلہ خیز — سیل اشک چشم ہے دریائے عشق
کام کیا دشت و بیاباں سے مجھے — ہاتھ آیا دامن صحرائے عشق
دین و دنیا کی خبر مجھ کو نہیں — لے گیا ہے نشۂ صہبائے عشق
کیوں نہ دیوانہ ہو جوشش کی طرح — جس کو تیرے سا نہاں ہو جائے عشق

۲۲۳ چمن کی سیر کا کیا خاک ہو شوق — نہ وہ دن ہی رہا ہے اب نہ وہ شوق
کسی کی بات سنتا ہو اگر وہ — فقیروں کا بھی اس سے جا کہو شوق
ترا منہ دیکھیں اور رو یا کریں ہم — رہیں گے مرتے مرتے بھی یہ دو شوق
سنیں گے سب کی اے جوشش ولیکن — کریں گے وہ ہی ہوگا اپنا جو شوق

۲۲۴ نہ ہووے تمہارا تو عالم ہے زیر خاک — مجھ سا ستم رسیدہ کوئی کم ہی زیر خاک
آلودہ ہے وہ رو سے عرق تاک گرد سے — دیکھا نہ ہو تو دیکھ تو شبنم ہی زیر خاک
غمناں ہیں دست بستہ وحدت میں مشکلیں — عاشق ترا سدا خوش و خرم ہے زیر خاک
ٹکڑے ہوا ہے جو کوئی یاں زیر تیغ عشق — تا حشر اس کی لاش مسلم ہے زیر خاک

۲۲۵ رہنے نہ دے گی یہ مژۂ اشک بار خشک — گو ہو گئی دل کی آگ سے جیب و کنار خشک
تیرے قدم جو سوتے ہیں نے چھوڑی بھی ہوں — ہو جائیں میرے ہاتھ ابھی میرے یار خشک

خوں خوار تیرے پنجۂ رنگیں کو دیکھتے
مرجاں کا خون ہو گیا سب ایک بار خشک

ابر و ہوا ہووے ہو چمن ہو دو گل نہ ہو
کافر ہے جس کو بھاتی ہو ایسی بہار خشک

تر دامنی تمہاری نہ جائے گی شیخ جی
گرمیِ زہد خشک سے کیجے ہزار خشک

وہ آتشیں عذار جو گل باغ بیں گیا
منہ دیکھتے ہی ہو گئے گل ایک بار خشک

جوشش دلوں میں بوے محبت نہیں رہی
—— شیشوں میں ہو گئی ہے مے خوش گوار خشک

۲۲۶/۳ اُس کے دیار میں نہیں ملتا نشانِ اشک
بھٹکا پھرے ہے آہ کدھر کاروانِ اشک

دُرِ نجف ہی اُس کو سمجھتے ہیں مردماں
کس آب و تاب سے ہے مژہ درمیانِ اشک

حاصل ہوئی یہ آتشِ غم سے گدازگی
پانی ہو بہ گئے جگر و دل بسانِ اشک

باغِ جہاں سے چوں گلِ عشرت کہاں کھوں
ہے دامن و کنار تو جوشش مکانِ اشک

۲۲۷/۱۰ گو سونپے مجھ کو گردشِ افلاک زیرِ خاک
کچھ غم نہیں ہے ہو گئی اک خاک زیرِ خاک

جیتے ہی جی نہ چاک گریباں رہا مرا
جیبِ کفن بھی دیکھ تو ہے چاک زیرِ خاک

جو خاک میں ملا دو ہوا خاک کیا عجب
ناپاک ہم سے ہوویں اگر پاک زیرِ خاک

آئینہ وار پائے گا کچھ اور ہی جلا
جائے گا جب یہ دیدۂ نمناک زیرِ خاک

خم خانۂ جہاں کو ہم خالی کر چلے
مے سے لگی رہے گی سدا تاک زیرِ خاک

اے شیخ کیا ڈرائے ہے حق ہے عذابِ قبر
لیکن جفاکش اُس کا ہے بے باک زیرِ خاک

یک بار خفتگانِ عدم چونک اٹھیں گے یار
نالہ کرے گا جب ترا غمناک زیرِ خاک

نے جالینوس ہے نہ فلاطوں نہ بوعلی
لیٹے ہیں کیا کیا صاحبِ ادراک زیرِ خاک

تریاک سے تو بہت ہی خوگر ہو شیخ جی — توڑے گی ہاتھ پاؤں کو تریاک زیرِ خاک
جوشش عبث ہے دل میں تری خوف باز پرس — حامی ہے تیرا صاحبِ لولاک زیرِ خاک

۲۲۸
ہم رہے اک عمر مہمانِ فلک — بے نمک آیا نظر خوانِ فلک
یہ زمانہ گر نہ ہو ظالم پرست — ہو نہ اس رفعت پہ ایوانِ فلک
گو نہ لے جاوے جفا جوئی مرے — ظلم کے میدان میں چوگانِ فلک
دی ہمیں سرگشتگی دل بستگی — آہ کیا کیا کچھ ہیں احسانِ فلک
سب اجل کے منہ میں اے جوشش گئے — جا چھپے جو زیرِ دامانِ فلک

۲۲۹
یہ دم بہ دم کا روٹھنا اے یار کب تلک — اس ناز کا رہوں میں خریدار کب تلک
تقصیر کی ہر ایک کے تعزیر ہو چکی — منہ دیکھتا رہے یہ گنہگار کب تلک
اب تو مجھے نہ صبر نہ دل کو قرار ہے — یارب میسر آوے گا دیدار کب تلک
آخر کرم کرے ہی گا احوال پر مرے — اس طرح سے رہے گا وہ بیزار کب تلک
اے صبحِ وصل بارے کہیں ہو بھی جلوہ گر — امید پر رہے کوئی بیدار کب تلک
درپے تو اپنے آٹھ پہر ہوں پہ دیکھیے — اٹھتا ہے دل سے پردۂ پندار کب تلک
جوشش یہ چرخ فتنہ سرانجام دیکھیے — رہتا ہے میرے درپے آزار کب تلک

۲۳۰
تیرے ہی عاشقوں میں ہیں اہلِ جگر ایک سے ایک — میرے جی تیغ کی پوچھے ہی تبر ایک سے ایک
آگ دی عشق نے جس دن سے ہمارے دل میں — آہ کے ساتھ نکلتے ہیں شرر ایک سے ایک
لعل ہیں لب و دنداں سے تمہارے ہر ایک — گرچہ اس دہر میں ہیں لعل و گہر ایک سے ایک

یارِ مقبول اگر ہووے تو ہے عزّ و شرف ق ہے مری عرض تری بزم میں ہر ایک سے ایک
جس گھڑی آئے یہ سودا زدہ محفل میں تری — ماریں چشمک نہ کبھی دیکھ ادھر ایک سے ایک
لاف کیا مارے ہی تو اپنے ہنر کا جوشش — ہیں زمانے میں بڑے اہلِ ہنر ایک سے ایک

ہے آفتاب اور مرے دل کا داغ ایک ۲۳۱ دیکھا تو بزمِ عشق میں ہے یہ چراغ ایک
وحدت ہی سے ظہور ہے کثرت کا دیکھ لے ہیں پھول سو طرح کے ولیکن ہی باغ ایک
جس دن سے وہ خیال میں تیری کمر کے ہے عنقا کا اور دل کا مرے ہے سراغ ایک
انصاف سے بعید ہے ساقیِ روزگار اوروں کو جام سیکڑوں مجھ کو ایاغ ایک
لائیں کہاں سے بہتری سی فکرِ بلند ہم — جوشش نہیں ہر ایک کا دل اور دماغ ایک

یاد کر تیرے لبِ میگوں کا اے جانان نمک ۲۳۲ ڈال دیتے ہیں مے گل زخم میں مستاں نمک
کیوں نہ گل کو دیکھ کر گلزار میں آئے ہنسی مدتوں کھایا ہے تیرا اے لبِ خنداں نمک
اے مرے کانِ ملاحت کر نہ مرہم کی تلاش یہ تو وہ داغِ جگر ہے جس کا ہے درماں نمک
آتشِ دوری میں اُس مے خوار کی اے سوزِ عشق بھن چکا ہے چاہتا ہے یہ دلِ بریاں نمک
یہ تو وہ زخمِ جگر ہے آہ جس کو دیکھ کر مرہمِ زنگار حیراں ہو گیا اور گریاں نمک
تیرا لبِ جاں بخش ہے اور وہ نمکدار حیف تیرے آگے کب رکھے ہے چشمۂ حیواں نمک
ہونٹ اب تک چاٹتا ہے دیکھ جوشش زخمِ دل — آہ کیا رکھتا تھا اُس کے تیر کا پیکاں نمک

یوں ہے عارض پہ خطِ زلفِ پریشاں نزدیک ۲۳۳ جوں کسی باغ میں ہو سنبل و ریحاں نزدیک
کیا گلہ بوسے کا اُس غنچہ دہن سے جو کبھی ہنستے ہنستے بھی نہ لایا لبِ خنداں نزدیک

جتنا ہم چاہتے ہیں چاہتے ہیں سنتے ہو
خواہ تم دور رہو خواہ رہو میاں نزدیک

اشک گل گوں کی بہ دولت تری دیوانوں سے
ہوگیا دور بیاباں و گلستاں نزدیک

دور افتادوں کو دکھلائے اگر کوئے بتاں
تیری شفقت سے ہے اے گردشِ دوراں نزدیک

کیا کمر میں ضعف بہت دور کھنچا ہی اے جنوں
ورنہ ہاتھوں سے مرے تھا یہ گریباں نزدیک

دانۂ اشک ان آنکھوں میں جو دیکھے جوشش
پھر صدف کے نہ پھرے قطرۂ نیساں نزدیک

گر بھڑک اٹھے ہماری جانِ غم پرور نہ آگ
پانی لے دوڑیں بجھانے کو بھی گھر گھر سے آگ

تو ز بس سرگرم قتلِ عاشقاں ہی کیا عجیب
جوں زبانِ شعلہ گر نکلے ترے خنجر سے آگ

کنج گلخن کو مجھے سونپا جلا کر عشق نے
تا ابد نکلے گی میری مشتِ خاکستر سے آگ

سخت جاں تا ہوں نہ باہم ہو نہ آفت کا ظہور
بے ملے چقماق کے نکلے ہے کب پتھر سے آگ

مدعیِ ناتواں کو ناتواں مت کر خیال
نیستاں میں شعلہ ور ہوتی ہے اک اخگر سے آگ

یوں دلِ صد چاک سے ہے ربط سوزِ عشق کو
مختلط جس طرح رہتی ہے سدا مجمر سے آگ

کس طرح جوشش شرر افشاں نہ ہو شکلِ انار
مضطرب ہو کر نکلتی ہے دلِ مضطر سے آگ

وہ بھری ہے مرے جگر میں آگ
لگا دے سمندر کے بال و پر میں آگ

شعلہ رو ہے ترے تصور میں
شمع ساں میری چشمِ تر میں آگ

کیوں جلاتا ہے خانۂ دل کو
کوئی دیتا ہے اپنے گھر میں آگ

جل رہا ہوں میں دیدۂ تر سے
پانی بھی ہے مری نظر میں آگ

حال پر میرے اُس کا دل جلتا
نہیں اس آہِ بے اثر میں آگ

جلا نہ پروانہ اس کی محفل میں — شمع کے لگ رہی ہے سر میں آگ
چشم آتش فشاں سے لے جوشش — ہے بھری سارے رہ گزر میں آگ

چشم تر لب خشک ہیں اور دل پریشاں زرد رنگ ۲۴۳ آہ کیا کیا تجھ کو دکھلائے ہیں تو نے درد رنگ
گرم جولاں جس گھڑی تو ہوئے ہے اے شہسوار — عاشقوں کا پھر سے اڑتا ہے بہ سان گرد رنگ
اس دل سنگیں میں ہو موثر یہ ممکن ہی نہیں — گو شرر کا سا کرے پیدا یہ آہ سرد رنگ
گنجفے کی طرح بر ہم کیوں نہ ہو کار جہاں — اور ہی صورت ہے دکھلائی ہے یاں ہر فرد رنگ

چہرے کا میری کیوں نہ مشابہ ہو زرد سے رنگ ۲۴۴ پیدا کیا ہے میں نے یہ کس درد سے رنگ
جتنے سفر ہیں سیر کریں رنگ کو مگر — ہوئے سفید رنگ فنا کے سفر سے رنگ
بے آب و تاب زلف ہے تا گوش یار سے — جوں درد آہ بگڑے ہے فیض سحر سے رنگ
دکھلا بہار لالہ و گل چشم اشک بار — دامان کوہسار کو خون جگر سے رنگ
کاوش کرے نہ مجھ سے یہ اپنی مژہ سے کہہ — ہوگا جنوں کا اور ہی اس نیشتر سے رنگ
جوشش ہمارے اشک کے قطرے ہیں ایسے گرم — اڑ جائے جس کے سامنے برق شرر سے رنگ

کیوں نہ ہوں ہم تنگ سار اپنے دل تنگ سے تنگ ۲۴۵ ان دنوں اس نے نکالے ہیں عجب ڈھنگ سے ڈھنگ
یہ دل سخت مرا سنگ دلوں سے ٹوٹا — کچھ اچنبھا نہیں ہے ٹوٹے اگر سنگ سے سنگ
چنگ میں لا تو چکا اہل دلوں کے دل کو — چھوڑتا کیوں نہیں مطرب پسر اب چنگ سے چنگ
ہم سے بے رنگوں سے آزردہ ہو کس طرح — صاحب رنگ سدا رکھتے ہیں بے رنگ سے ننگ
سب کی محفل میں بیٹھنا تجھ کو تو خوش آیا ہی — آہ کس رنگ سے ہرگز ہیں مری انگ سے انگ

ضبط کیوں کر نہ کرے شیخ تجھے نشۂ بنگ ‏ ‏ ہوتے دیکھی نہ موافق کسے جب بھنگ سے بنگ

میں اُسے اُٹھنے نہ دیتا تھا وہ اُٹھ چلتا تھا ‏ ‏ میرے اور اُس کے رہی رات غرض جنگ کے ڈھنگ

قابل باغ نہ ہوتی کبھی سنبل جوشش — دام گر بنتی نہ اُس کاکُلِ شب رنگ سے رنگ

۲۳۹ ہر چند میرا دل نہیں اے بددماغ سنگ ‏ ‏ لیکن ہے تیری سختیِ دل سے دماغ سنگ

ہے یاد وہ بہار گلستان دہر میں ‏ ‏ اے محتسب ہے شیشے کا تیرے ایاغ سنگ

داغوں سے پھل گیا ہوں میں اس کو یہی ہے غم ‏ ‏ کھاتا نہیں درخت ثمر بار باغ سنگ

جز آستانِ یار کہاں پائے جائے امن ‏ ‏ ڈھونڈے اگر جہان میں لے کر چراغ سنگ

بازار احتساب ہے کیا گرم ان دنوں ‏ ‏ بستا پھرے ہے شیشۂ مے کا سراغ سنگ

شہرت جنوں کی کوچہ و بازار ہو گئی ‏ ‏ اب مارتے ہیں لڑکے مجھے با فراغ سنگ

کیوں کر لگے رقیب کو یاں سنگ حادثہ — جوشش کسی کے ہاتھ کا کھایا نہ زاغ سنگ

۲۴۰ اشک سے ہوئی نہ افسردہ دل تنگ میں آگ ‏ ‏ گو کہ پانی میں ہے سنگ پہ ہے سنگ میں آگ

زاہد خشک ڈرے ہے کیوں نہ قدح خواری سے ‏ ‏ ہے تو پانی پہ بھری ہووے گی ہر رنگ میں آگ

گر یہی سوز گلو ہے تو لگے گی مطرب — آج تیرے دف و نے ڈھولک و مردنگ میں آگ

۲۴۱ معدوم ہوں پہ بھی تھی سدا آرزوئے دل ‏ ‏ کیا خاک اس گلی میں کروں جستجوئے دل

کرتے تو ہو رفو یہ سنا اے رفوگراں ‏ ‏ مثل رفوئے جیب نہ ہو یہ رفوئے دل

مدت کشی جگر ہوا اب اے چشم خوں فشاں ‏ ‏ خالی ہوا بغل میں ہمارے سبوئے دل

از بس کہ داغ دار ہے داغ فراق سے ‏ ‏ اے اشک چھوڑیو نہ کبھی شست و شوئے دل

جوشش ہم اپنے بخت کو خوب آزما چکے — ممکن نہیں بر آئے کبھی آرزوئے دل

کہتے ہیں سب سن کے آہِ سردِ دل ۲۴۲ درد بے درماں ہے تیرا دردِ دل
تو بھی کچھ لایا عدم سے اے جگر — ہے یہ دردِ غم تو وہ آوردِ دل
زخم کی ہے آرزو اے تیغِ عشق — داغِ دل تو ہے نمک پروردِ دل
مت نشانہ ڈھونڈ تیر افگن مرے — رکھ نشانے کی جگہ یہ فردِ دل
ہوئے رونق چشم فیضِ عشق سے — سرخ جوں خورشید ہے زردِ دل
عشق کے میدان میں چوگانِ زلف — چاہیے باقی نہ چھوڑے گردِ دل
عشق بازی ہم نے کی بازی سمجھ — پڑ گئی ششدر میں جوشش نردِ دل

روشن ہے آفتاب کے مانند داغِ دل ۲۴۳ روزِ جزا تلک نہ بجھے گا چراغِ دل
اپنی خبر تو آپ کو ملتی نہیں وہاں — کوچے میں اس کے لیجیے کیوں کر سراغِ دل
مطلق نہیں ہے اسے ہوسِ گلشنِ ارم — کی جس نے ایک دم بھی یہاں سیرِ باغِ دل
معدوم ہے جہاں میں دستِ کشادِ کار — ممکن نہیں کہ ہاتھ لگے یاں فراغِ دل
پہنچی ہے اس کی زلف کی بو کیا مشام میں — جو ہو گیا ہے ان دنوں برہم دماغِ دل
ساقی شتاب آ کہ مے شوق سے تری — لبریز ہو رہا ہے یہ میرا ایاغِ دل
جوشش رہا نہ پنبہ و مرہم جہان میں — لیکن اسی طرح ہیں تر و تازہ داغِ دل

زلف کا مبتلا ہوا ہے دل ۲۴۴ مبتلائے بلا ہوا ہے دل
گاہ ہنستا ہے گاہ روتا ہے — ان دنوں تجھ کو کیا ہوا ہے دل

کچھ نہ پوچھ آتشِ جدائی کی — دیکھ لے یہ جلا ہوا ہی دل
چاکِ سینہ تو کس شمار میں ہے — سو جگہ سے پھٹا ہوا ہی دل
خاک سمجھے گا سوزِ دل کو مرے — جس کا جوشش بھرا ہوا ہی دل

۲۴۵
لے بھی کہیں شتاب جو لینا ہو یار دل — کب تک اس آرزو میں رہے بے قرار دل
۵
جگنو ہو جس طرح شبِ یلدا میں جلوہ گر — جھمکا کرے ہے زلف میں یہ داغ دار دل
خاطر پہ اُس کی ہو نہ گراں بیٹھنا مرا — تکلیف آہ دے نہ اگر بار بار دل
رونا ادب سے دور تو ہے پیشِ سرو قد — پر چاہتا ہے رونے کو بے اختیار دل

۲۴۶
زلفوں میں اُس کی دانۂ تسبیح کی طرح — جوشش گندھے ہوئے نظر آئے ہزار دل
۷
نہیں معلوم وہ کب سے گیا دل — ابھی میری بغل میں تھا مرا دل
بھرے تھے گل ہی جس دامن میں گل چیں — سو اب لختِ جگر ہی اُس میں یا دل
ابھی کر بیٹھتے ہم ترکِ دنیا — جو دولت پر ہمارا دوڑتا دل
پریشاں رات دن رہتا ہی شاید — کسی کی زلف کا ہے مبتلا دل
چمن میں دیکھتے اس گل بدن کو — شگفتہ مثلِ غنچہ ہو گیا دل
نصیبوں کی کہاں تک کہیے خوبی ق — جو اُس کے پاس جوشش لے گیا دل
تو وہ منہ پھیر کر جھنجھلا کے بولا ـــــ — اُٹھا بھی تحفگی رکھتا ہے کیا دل

۲۴۷
منتِ کشِ چمن نہ ہوں بلبل برائے گل — رکھتا ہوں اپنے ہاتھ میں گل میں بجائے گل
ہے زیبِ فرق یہ گلِ داغِ جنوں مدام — جل جاؤں شمع وار یہ سر سے نہ جائے گل

بلبل کو آرزو ہے کہ ہر صبح جوں نسیم — کھولوں میں اپنے ہاتھ سے بندِ قبائے گل
جنسیت ارتباط کو ہے شرط دیکھ لے — اس قرب پر نہ خار ہوا آشنائے گل
جس گل پہ ماہ و مہر نے گل کھایا باغ باں — اس گل کے آگے کب مری خاطر میں آئے گل
تو نے کیا قبول جو یہ جورِ باغ باں — کیا خوب رو نہ تھا کوئی بلبل سوائے گل
کیوں کر نہ عندلیب کرے نالہ و فغاں — اک جورِ باغ باں ہے تس پر جفائے گل
اپنی خوشی یہی ہے کہ سے نامِ گل رخاں — لائے کوئی مزار پہ گل یا نہ لائے گل
جوشش میں داغ دل کو چھپاتا ہوں اس لیے — ڈرتا ہوں یہ چراغ کہیں ہو نہ جائے گل

۲۴۸/۶
بلبلو کرتی ہو کس واسطے غل بر سرِ گل — کچھ نہیں سنتا بجا دیکھو دہل بر سرِ گل
بحث غیروں سے ہے چمنستان میں ہر تختۂ گل — دود آہ دلِ بلبل کا ہے بل بر سرِ گل
استخواں جلنے لگے پنبہ صفت اے بے رحم — اتنے کھائے ہیں تری واسطے غل بر سرِ گل
حیف صد حیف فلک کھینچے ہوئے تیغ جفا — موسمِ گل میں رہا ہے گا دو دل بر سرِ گل
اپنے دامن سے نہ پونچھا کبھی آنسو افسوس — روتے روتے ہوئی بلبل کی ڈھل بر سرِ گل
نقد و جنس دل و جاں موسمِ گل میں جوشش — جی میں آتا ہے لٹا دیجیے کل بر سرِ گل

۲۲۹/۵
لعل لب سے ترے شراب خجل — خط مشکیں سے مشک ناب خجل
جلوۂ حسن یار چھپ نہ سکا — ہو کے حائل ہوئی نقاب خجل
اپنے اعمال سے کبھی نہ ہوا — یہ دلِ خانماں خراب خجل
مژۂ اشک بار کے آگے — کیا عجب ہے جو ہو سحاب خجل

گردشِ چشمِ یار سے جوشش ـــ ہے زمانے کا انقلاب محل

۲۵۰ دورِ داماں نے ترے نہ لیا خاک کے مول
کون سے یاروں کو پھر گردشِ افلاک کے مول

رہ گزر کی ترے گر خاک پڑے آنکھوں میں
ہو صفاہان کا سرمہ تو نہ لوں خاک کے مول

کیا ہی تردامنوں کا گرم ہوا ہے بازار
زاہدِ خشک کو لیتے نہیں مسواک کے مول

نقدِ جاں دیتے ہیں اور صید گہِ عالم میں
زخم ہی لیتے ہیں طالب تری فتراک کے مول

آشیانِ دل پر داغ جو تھا رشکِ چمن
بلبلو بیچوں ہوں اُس کو خس و خاشاک کے مول

آہ کیا کیجیے جوشش ترے دل کا مجھ سے
جو بچھیں ہیں ناز و کرشمہ بتِ بیباک کے مول

۲۵۱ کبھی اُس چشمِ پُرفن سے جو دل ہوتا نہ تھا غافل
فسونِ غمزۂ پنہاں نے اُس کو کر دیا غافل

پریشاں خاطروں کی بزم میں کب آ رہا تک ہے
وہ سودائی جو ہو زلفِ اُس کی ہو غافل

نہ ذوقِ حسن ہے اُس کو نہ شوقِ عشق ہے جوشش
بغل میں ہے دلِ افسردہ میرا آہ کیا غافل

۲۵۲ دامِ غفلت ہی میں دن رات گرفتار رہیں ہم
سزا کہیے جو کچھ سب کے سزاوار ہیں ہم

دیکھیے ہم ہیں اور ان آنکھوں میں کیا جوش ہے
لہو کی پیاسی ہیں تشنۂ دیدار ہیں ہم

جس کی زلفوں کا بندھا چھوٹتے دیکھا نہ کبھی
اُسی کے دامِ محبت میں گرفتار رہیں ہم

غیر پر لطف و کرم ہم پہ ستم ہائے ستم
اے ستمگار ترے ایسے گنہگار ہیں ہم

کس طرح سے نہ شب و روز کراہیں جوشش
درد دل چین نہیں دیوے ہے ناچار ہیں ہم

۲۵۳ گلزارِ محبت میں نہ پھولے نہ پھلے ہم
مانندِ چنار آگ میں اپنی ہی جلے ہم

عزت پہ جو کل اُس سے ملے ہو گئے بے خود
سمجھا نہ گیا یہ کہ ملے کس کے گلے ہم

لو ہو کی طرح جم گئے تلوار کے منہ پر
ٹکڑے ہوئے پر آگے سے اُس کے نہ ٹلے ہم

آزردہ عبث ہوتے ہو تم نالہ کشی سے
لو خوش رہو اب ہم نفساں ہاں سے چلے ہم

اے وعدہ غلط تو نہیں آنے کا پہ اب پھر
سمجھیں ہیں ترا خوب یہ آرے وسیلے ہم

بے رحم کسی نے نہ خبر لی تہ در پر
جوں نقش قدم دل ہی سے گئے پاؤں تلے ہم

محفوظ رکھا عشق نے ایذائے اجل سے
کنجشک تھے پر چنگل شاہیں میں پلے ہم

جب عشق کی آتش دل افسردہ میں بھڑکی
پتھر تھے پہ شیشے ہی کے مانند گلے ہم

آنکھوں میں خلائق کے بہت ٹھہرے ہیں گو خوش
اس ہستی موہوم میں آئے تھے بھلے ہم

۲۵۴

تری طہارت کو شیخ کہہ تو کہاں تک سے لائیں اک آب جو ہم
طواف دل کا ہے قصد ہم کو کریں ہیں آنسو سے نت وضو ہم

تنگ آئے ہیں زندگی سے رہیں گے خوف و رجا میں کب تک
جو ہو فنا ہو سو شتاب ہوئے کھڑے ہیں قاتل کے روبرو ہم

رکھے تو جب تک جہاں میں یارب ترے کرم سے امید یہ ہے
رہے نہ مطلق تلاش دولت کریں نہ دنیا کی جستجو ہم

خزاں نے سب کی بہار کھو دی رہا نہ سنبل بچی نہ ریحاں
گلوں کو دیکھا ہوئے پریشاں چمن سے نکلے بہ رنگ بو ہم

غم و الم نے تو کر رکھا ہے ہمارے چہرے کو زرد خوش
لہو کے آنسو اگر نہ روئیں نہ ہوں محبت میں سرخ رو ہم

۲۵۵/۱۱

گو کہ محتاج ہیں گدا ہیں ہم
بے نیازی کے بادشا ہیں ہم

چشمِ تحقیر سے ہمیں مت دیکھ
خاک تو ہیں پہ توتیا ہیں ہم

آہ اس عمرِ بے بقا کی طرح
رہ روِ کشورِ فنا ہیں ہم

ایسا بے برگ و بے نوا ہے کون
جیسے بے برگ و بے نوا ہیں ہم

گو ہمیں تو کبھی نہ یاد کرے
پر تری یاد میں سدا ہیں ہم

مار کر بھی ہمیں نہ پچھتایا
بے وفا تو کہ بے وفا ہیں ہم

جبہہ سائی سے دشمنی ہے جسے
اسی کے در پہ جبہہ سا ہیں ہم

کون رہبر ہو عشق کی رہ میں
آپ ہی اپنے رہنما ہیں ہم

ہیں تو صورت پرست آئینہ وار
لیک معنی سے آشنا ہیں ہم

اور دیوانہ کون ہے جوشش
یا دوانا تھا قیس یا ہیں ہم

۲۵۶/۱۲

تجھ سے ہی کیا دکھا کی نہیں خوش نگاہ چشم
جتنے سفید پوست ہیں سب ہیں سیاہ چشم

اُس مہروش کے ہونے نہ دے گریہ روبرو
جب تک سفید ہوئے نہ مانند ماہ چشم

اندھیر ہے دیارِ محبت میں ہمدماں
تقصیر دل کی ٹھہرے کرے جو گناہ چشم

دونوں مکان غیر سے خالی ہیں آکے بیٹھ
تیرے پسند خواہ یہ دل آئے خواہ چشم

اُس کی شبِ فراق میں اتنا تو رو کہ ہو
دریائے اشک میں تری کشتی تباہ چشم

مجھ کو جلا کے خاک کیا اور بہا دیا
تم سے تو یہ نہ تھی مجھے اے اشک و آہ چشم

جوشش وہ کون سا ہے جفاکار جس پر آج
منہ پہ لہو ملے ہوئے ہے داد خواہ چشم

غافل اُس چشم سے نہ رو اے چشم ۲۵۷/۵ سحر ہے اُس کی ہر نگہ اے چشم
آج مارا پڑا ترے سبب جلنے دل بے چارہ بے گنہ اے چشم
جلوۂ حسن یار کے آگے گرد ہے نورِ مہر و مہ اے چشم
ناخنِ یار سے بھی کھل نہ سکی دانۂ اشک کی گرہ اے چشم
دلِ غم گین بغل میں ہے جیب تک ——— ستمِ سیلِ اشک سہ لے اے چشم
ہو گیا ابر دو بدو اے چشم ۲۵۸/۶ رکھے اللہ آبرو اے چشم
آج کیوں آپ ہی آپ ٹپکے ہے ہر مژہ سے تری لہو اے چشم
تیری دو نہر مدام جاری ہے گلشنِ دل کا آب جو اے چشم
رشکِ نافہ ہو تو اگر دیکھے حلقۂ زلفِ مشک بو اے چشم
دلِ پر خوں رہے نہ سینے میں ہے مجھے اتنی آرزو اے چشم
داغِ حسرت سے چھا گیا سینہ کر چکا اشک شست و شو اے چشم
ہو کے آنسوؤں سے جوشش کو ——— کر محبت میں سرخ رو اے چشم
گو کہ تو ملنے لگا اے ماہ کم ۲۵۹/۱۱ پر کوئی ہوتی ہے دل کی چاہ کم
ہے کسی قاتل سے سامنا ہو تو ہو اور کسی سے تو ہے مجھ کو راہ کم
وہ جفا کاری جو اُس کی ہے سوا خواہ اُس سے بہت ملیے خواہ کم
کیجیو اے آہ خوب آگہ اُسے ہے وہ میرے درد سے آگاہ کم
دھوم ڈالی جب سے جلوے نے ترے ہو گئی ہے قدرِ مہر و ماہ کم

کیوں نہ ہو دل اُس کا دشمن مثلِ ماہ — جس کے دل میں ہووے حُبِّ جاہ کم
چاہیے کس کو کسے دل دیجیے — دل ربا ملتے ہیں خاطر خواہ کم
درد نے جب سے کیا ہے دل میں گھر — نے فغاں ہوتی ہے کم نے آہ کم
گر یہی تیور تمھارے ہیں تو خیر — آئے گا یہ بندہ درگاہ کم
نرگس اُس کی آنکھ پہ چڑھتی ہے کب — اوروں کی نظروں میں ہے پرکاہ کم
گو یا جوشش سے کبھی غلط نہ تھا — ایسے تم ملنے لگے اللہ کم

۲۶۰/۸ عرق آلودہ مکھڑے پر نظر گر ٹک کرے شبنم — سبو سے غنچہ کے آگے ترے پانی بھرے شبنم
فراغت سے ہی بیٹھی غنچوں کے تکیے دھرے شبنم — نہیں ہے آتشِ گل شعلہ زن کیوں کر ڈرے شبنم
گلِ داغِ جگر اخگر نسیمِ آہ ہے شعلہ — ہمارے گلشنِ دل سے ٹک اک گزرے تو برسے شبنم
چبھا خارِ محبت اُس کے بھی دل میں کسی گل کا — جو گلشن میں پڑی ہے آنکھوں میں آنسو بھرے شبنم
گلوں کے ساتھ ہر شب گرمیِ صحبت نہیں لازم — خدارا دل ہے آہِ سرد بلبل سے اٹے شبنم
چڑھایا سر پہ گل نے تجھ کو ہے جائے ادب ورنہ — اگر پائے تجھے بلبل ترے ٹکڑے کرے شبنم
جو ہووے صاف طینت کیوں نہ چاہے سبز رنگوں کو — گرے داماں بیشتر دیکھیے جہاں پتے ہرے شبنم
صفائے دُرِّ گوشِ یار لے جوشش اگر دیکھے — تو اپنے رشک کی آتش میں آپ ہی جل مرے شبنم

۲۶۱ گرے ہیں اشک مرے دیدۂ پُرآب سے کم — پر اتنے پر بھی نہیں بارشِ سحاب سے کم
اِدھر وہ آئے ہے کیوں ان دنوں حجاب سے کم — نہیں تو دید کی فرصت ہے اضطراب سے کم
تصور اُس کے لبوں کا ہے اور رقت ہے — یہ اشکِ سرخ ہمارا نہیں شراب سے کم

جس آب و تاب سے آنسو ہیں میری آنکھوں میں　　صدف میں ہوئے گا موتی اس آب و تاب سے کم
تمہاری زلف کے مارے ہزار ہیں لیکن　　خراب ہوئیں گے اس خانماں خراب سے کم
دلِ برشتہ کو کھا خونِ دل کو پی سے خوار　　نہ یہ شراب سے کم ہے نہ وہ کباب سے کم
جو اس کے روئے درخشاں کو غور کر دیکھا　　نہ ماہِ ناب سے کم ہے نہ آفتاب سے کم
ضیائے شمع میں فانوس سے کمی آئی　　ہوا نہ جلوہ ترے حسن کا نقاب سے کم
بھا پھرے ہے سدا سیلِ اشک میں جوشش ــــ　　نہیں یہ کاسۂ سر کاسۂ حباب سے کم

۲۶۲/۸
اس کمر کے خیال میں ہیں ہم　　بیٹھے کرتے ہیں سیرِ ملکِ عدم
بے خودی ہم پہ رکھیو لطف و کرم　　اپنے تئیں بھول جائیں جب تک ہم
کیوں گنہگار ہو نہ نوعِ بشر　　پہلے ہی چوکے حضرتِ آدم
آہ اس بحر میں حباب کی طرح　　اپنی بھی زندگی ہے کوئی دم
دی ہے دھونی درِ توکل پر　　چھوڑ دی ہم نے منتِ عالم
دیکھنے بھی نہ پائے قاتل کو　　زخم اتنے ہی لگ گئے پیہم
نیل گوں کیوں نہ ہو حصارِ فلک　　ہے سیہ پوش خانۂ ماتم
لطف ہوتا جو عیش میں جوشش ــــ　　چھوڑ دیتا نہ سلطنت ادہم

۲۶۳/۵
مونسِ دل ہوئے ہے ایک ہی دم شادی و غم　　سیکڑوں کوس لگے کرنے کو رم شادی و غم
خندۂ جام سے گریۂ مینا کو دیکھ　　گر نہ دیکھا ہو کبھی تو نے بہم شادی و غم
شادی و غم سے مبرّا ہی رکھ اس کو یا رب　　دلِ وارستہ پہ میرے ہے ستم شادی و غم

نہ مجھے شادی کی شادی ہے نہ غم کا غم ہے
مجھ پہ کس واسطے کرتے ہیں کرم شادی و غم

شادی سے غم ہے اہیں غم سے ہے شادی جوشش
اور ہی وضع سے بیاں کرتے ہیں ہم شادی و غم

۲۶۴ آئے سو سو طرح کا گر اس دل پر غم میں غم
دم نہ ماروں عشق میں جب تک ہے میرے دم میں دم

خشک ہونے کا نہیں ہرگز مرا کشتِ امید
جب تلک باقی رہے گا میری چشم تر میں نم

لطف دکھلاتا ہے مستوں کو جو کچھ جام شراب
یہ کبھی دکھلا نہ ہوگا تو نے جام جم میں جم

سبزہ ہے یا کوہ و بیاباں اور ہیں زنداں میں ہم
جی میں آتا ہے کہ کیا بیٹھوں میں اس موسم میں ہم

زخم تیغ یار جوشش تا نہ پاوے التیام
نت نمک ملواتے ہیں جراح سے مرہم میں ہم

۲۶۵ یوں غنچہ لب سبھی ہیں کرتے ہیں سب تبسم
لیکن غضب ہے تیرا اے غنچہ لب تبسم

نے کوئی گل ہنسے ہے یا رو نہ کوئی غنچہ
اُن کی عجب ہنسی ہے اُس کا عجب تبسم

اعجاز عیسوی ہے اس لب کا مسکرانا
ہوتے ہیں مردے زندہ کرتا ہے جب تبسم

حال تب میرا وہ دیکھ مسکرایا
ور کرے ہے کوئی کب بے سبب تبسم

بن تیرے گل نے دیکھا کب منہ شگفتگی کا
تجھ بن کیا چمن میں غنچے نے کب تبسم

کب شگفتہ رو ہے غنچہ دہن ہمارا
ہر بات میں ہنسی ہے اور جب تب تبسم

آگے تو لے گیا تھا آرام و تاب و طاقت
کیا جانے کیا کرے گا اب کیا غضب تبسم

۲۶۶ مجھ پر بتاں کرم نہ کریں یا کرم کریں
یہ جور یہ جفا یہ تعدی نہ کم کریں

و دستِ سنگ دل کبھی نہیں ہوتے کا مہرباں
کیا فائدہ جو نالہ و فریاد ہم کریں

دیکھا ہے جب سے اس کے دہان کو کرتے تئیں
جی یہ ہی چاہتا ہے کہ سیر عدم کریں

وسعت کہاں ہے صفحۂ ہستی میں اس قدر — جو داستانِ عشق کو اس پر رقم کریں
جوشش ہمارے کلبۂ احزاں میں خوب ہے — ایسے کہاں نصیب کہ آپ ہی کرم کریں

۲۶۷/۵ سوزِ دل سے تری محفل میں جلا جاتا ہوں — شمع کی طرح کھڑا ہوں پہ گھلا جاتا ہوں
دود کی طرح میں دل سوختہ جاتا ہوں جدھر — اپنے احوال پہ عالم کو رلا جاتا ہوں
زندگی ہے تو رقیبوں سے میں کل سمجھوں گا — آج تو کوچے سے تیرے میں چلا جاتا ہوں
گھر ترا تجھ کو مبارک ہے تنک سن لیجے — کیوں نکالے ہے مجھے آپ ہی چلا جاتا ہوں
اُس طلبگارِ دل اور دشمنِ جاں سے جوشش — کوئی ملے یا نہ ملے میں تو ملا جاتا ہوں

۲۶۸/۶ بتاں ہزار نہ بولیں ہزار ناز کریں — ہمیں یہ چاہیے ہر طرح دل نیاز کریں
یہ نوخطاں کبھی عاشق نہیں کہانے کے — ہمارے ملنے سے ہر چند احتراز کریں
یہی ہے آرزو اپنی کہ ترکِ چشم اُس کے — دیارِ دل پہ ہمارے ہی ترک تاز کریں
نہ ہوتے فتنۂ خوابیدہ ہر طرف پیدا — بتاں اگر گرہِ زلف کو نہ باز کریں
ہماری آنکھوں میں یکساں ہے زشتی و خوبی — کہاں وہ چشمِ بصیرت کہ امتیاز کریں
ز کیمیائے سعادت حصول ہو جوشش — مسِ وجود کو جب تک نہ ہم گداز کریں

۲۶۹/۶ ہر چند ہم پہ جور و جفا روز و شب کریں — ہم وہ نہیں کہ داد بتاں سے طلب کریں
اس کم نگاہی پر بھی تو اک خلق ہے خراب — آنکھیں اگر ملائیں تو کافر غضب کریں
تلوار مارتا ہو جو کوئی اک نگاہِ بد — ہم تو بلا ہی چھوڑیں اُسے قصد جب کریں
ق اے شیخ جی جو مانو تو از راہِ دوستی — ہم خدمتِ شریف میں اک عرض اب کریں

اُٹھیے شتاب محفلِ رنداں سے جائیے — بس خلق ہے تنگ کہاں تک ادب کریں
جوشش ہے کیوں تُوں کو پس و پیشِ امتحاں — حاضر ہوں مجھ کو قتل وہ جب چاہیں تب کریں

۲۷۱
یار کے تیر کا نشانہ ہوں — اپنے طالع کا میں دِوانہ ہوں
ناتوانی بھی دیکھ کر مجھ کو — لگی رونے میں وہ توانا ہوں
دیکھ دیکھ اُس کی زلفِ ابتر کو — دل یہی چاہتا ہے شانہ ہوں
مو پریشاں ہی چشم نار و ترا — شجرِ بید ہی سے مانا ہوں
اُس سے چشمِ وفا رکھوں جوشش — میں بھی تیری طرح دِوانا ہوں

۲۷۲
یارب نہ بگولا ہوں نہ میں ریگِ رواں ہوں — کیوں دشت و بیاباں میں میں ہر طرف دواں ہوں
ترغیب نہ دے مجھ کو عبث طوفِ حرم کی — محفوظ ہوں اے شیخ میں جیدھر ہوں جہاں ہوں
حوال کو مجنوں کے سُننا چاہیے مجھ سے — سرتا بہ قدم بید کے مانند زباں ہوں
ہوتی ہے اجل مجھ سے عبث دست و گریباں — بیمار رہوں اُس چشم کا بے تاب و تواں ہوں
ہو خاک ہوا میں پہ یہی خوف ہے جوشش — اب بھی نہ ہوا ایسا کسی خاطر پہ گراں ہوں

۲۷۳
خرابِ بادۂ شوقِ لبانِ مے گوں ہوں — مثال تری لطبوں سے کا میں تشنۂ خوں ہوں
بہ رنگِ بختِ سیہ ہوئے ردی شامِ فراق — سحر کے وقت خدا سے دعا بہ مانگوں ہوں
کہوں تو کیا کہوں برگشتگی نصیبوں کی — بہ زیرِ سایۂ دامانِ بخت واژوں ہوں
تک دکھا نہ مجھے اپنی فتنہ انگیزی — کسی کی نرگسِ فتّان ہی کا مفتوں ہوں
نہ بند رہ سکوں تری زنجیرِ فکر سے ناصح — کہ بیتِ عشق میں وحشی بہ سانِ مضموں ہوں

کہا جو اس سے یہ خاموشی جائے گی کبھی — تو مسکرا کے وہ کہتا ہے مجھ سے کیا ہوں ہوں
کنارہ عقل نے جوشش کیا ہی عشق میں لیک —— خم سپہر میں خجلت دہ فلاطوں ہوں
ہر چند ظالموں کا اے چرخ آشنا ہوں سنہ ۲۷۳ — پر تیری شکل سے تو بیزار ہو رہا ہوں
بازار عشق میں چار سوائے قلق کیا ہوں — کوئی مفت بھی نہ لیوے وہ جنس نا روا ہوں
ہوش و حواس اپنے حیرت نے کھو دیے ہیں — آئینہ دار اس کا منہ دیکھ رہ گیا ہوں
جو یہ رقیب مجھ پر کیوں کر نہ ہو گوارا — جو اس سے آشنا ہے میں اس کا آشنا ہوں
ہر خار دشت رشک گل اب کے سال ہوگا — پاؤں میں آبلے ہیں اور میں برہنہ پا ہوں
کس طرح سرخ رو ہوں خنجر سے تیری قاتل — آزار عشق سے تو میں زرد ہو رہا ہوں
کب سوز شمع اپنی خاطر میں آئے جوشش —— تا دم ہے یاں سمندر میں وہ جلا بنا ہوں
کافر ہوں گر کسی کو دیوانہ جانتا ہوں سنہ ۲۷۴ — احوال قیس کا بھی افسانہ جانتا ہوں
اے شعلہ رو زباں ہے تیری گرم جوشی — میں خوب ربط شمع و پروانہ جانتا ہوں
جام شراب کا میں کاسے کو ملتجی ہوں — آنکھوں کو تیری ساقی پیمانہ جانتا ہوں
کنج قفس کو سونپا روز ازل قضا نے — نے دام جانتا ہوں نے دانہ جانتا ہوں
رہتا ہوں مست ہر دم یاد نگہ میں اس کی — کافر ہوں گر میں بادہ خانہ جانتا ہوں
تیرے کنشت سے میں واقف نہیں برہمن — اپنے حریم دل کو بت خانہ جانتا ہوں
سودائے عشق جب سے مجھ کو ہوا ہے جوشش —— آبادی جہاں کو ویرانہ جانتا ہوں
میاں یہ یاد رکھیو کہ چلا ہوں سنہ ۲۷۵ — تمہارا ہوں بھلا ہوں یا برا ہوں

مجھے پامال کر جتنا تو چاہے — عوض میں کشتۂ رنگِ حنا ہوں
مجھے کب خواہشِ جاہ و حشم ہے — کہ ملکِ فقر کا میں بادشا ہوں
نہ دولت ہے نہ دنیا ہی کی پروا — کہ جس کی فکر ہو میں بے نوا ہوں
مرا کیا ہے کوئی جو شمس ابھی میں — چلا جاؤں جدھر کو اٹھ کھڑا ہوں

۲۷
کہوں کیا کون ہوں میں اور کیا ہوں — حباب آسا ہوں اک دم میں فنا ہوں
نہ آئینہ ہوں نے ہوں شکلِ گوہر — ولیکن میں پرستارِ صفا ہوں
مجھے کیا کام ہے نام و نشاں سے — فنا ہوں گو کہ آثارِ بقا ہوں
مجھے کیا چاہیے سنجاب و قاقم — ردائے فقر سے میں آشنا ہوں
سدا ہاتھوں سے اپنے زمانے کے — بہ سانِ شمع بکوشش جل رہا ہوں

۲۸
یاد جب تجھ کو یار کرتا ہوں — آہ بے اختیار کرتا ہوں
اس تغافل شعار کی باتیں — میں کوئی اعتبار کرتا ہوں
وہ ستمگر پسیجتا ہی نہیں — میں تو منت ہزار کرتا ہوں
مر گیا ہوں پر اس کے آنے کا — اب تلک انتظار کرتا ہوں
زہر کے گھونٹ کر تجھ بن — صبح دفعِ خمار کرتا ہوں
دلِ سوزاں کی بے قراری سے — زندگی جوں شرار کرتا ہوں
کہیں ملتا نہیں سراغ اس کا — جستجو تو ہزار کرتا ہوں
جان دینے پہ مستعد ہوں میں — زخمِ دل کب شمار کرتا ہوں

کیوں نہ مجھ پر کرم کرے جوشش ——— جسان اس پر نثار کرتا ہوں

تم نے تو چھیڑ نہ یاد دل میں لیے جاتا ہوں ٢٢٨/٥ بہت تو پوچھتا ڈر کے یہ عرض کیے جاتا ہوں
شمع ساں روئیے دل کھول کر آتی ہے نہ تنگ پر ترے خوف سے آنسو ہیں پیے جاتا ہوں
کیا خوشی ہے کہ مرے زخم جگر کے ٹانکے ٹوٹے ہی جاتے ہیں ہر چند سیے جاتا ہوں
دیکھیے ان میں سے کرتا ہے وہ کس کس کو پسند دین و ایمان و دل و جان لیے جاتا ہوں
دل تو کیا ہے جو نہ دوں ایک نگہ پر جوشش ——— جان سی چیز تمہیں مفت دیے جاتا ہوں

جلا بلا ہوں گرفتار حال اپنا ہوں ٢٢٩/٧ بہ رنگ شمع سراپا وبال اپنا ہوں
اس اشک سرخ و رخ زرد سے سمجھ لے تو بیان کیا کروں خود عرض حال اپنا ہوں
قرار پکڑے مرے دل میں کب کسی کی شکل بہ رنگ آئینہ محو جمال اپنا ہوں
نہ ماہتاب ہوں نے آفتاب ہوں یارب یہ کیا سبب ہے کہ آپ ہی زوال اپنا ہوں
جہان خواب تماشا جہان کا سب خواب خیال خوب کیا تو خیال اپنا ہوں
بہ رنگ نقش قدم میں پڑا ہوں در پہ ترے نہ پائمال کرے تو نہال اپنا ہوں
رہ سلوک میں جوشش کسی کا مزرع دل ——— جو پائمال کروں پائمال اپنا ہوں

تجھے سے اے شعلہ رو کب چھوڑتا ہوں ٢٣٠/٤ جیسے دل کے پھپھولے پھوڑتا ہوں
ذرا چل دیکھ مجھ پر تیغ ابرو مڑے ہے تو کہ میں منہ موڑتا ہوں
رفو جب تک نہ ہوئے جیب صد چاک یہ رشتہ اشک کا کوئی توڑتا ہوں
سر رشتہ دم کا جب تک ہاتھ میں ہے ——— اسی کو توڑتا ہوں جوڑتا ہوں

نالۂ دل کی تو کوتاہی نہیں ۲۸۱ پر اثر کچھ اس کو ہوتا ہی نہیں
کستنا دہ قاتل ہے بے خوف و خطر تیغ خوں آلودہ دھوتا ہی نہیں
اس گلی میں جس طرح روتا ہوں میں اس طرح تو کوئی روتا ہی نہیں
خار زارِ عشق کو کیا ہو گیا پاؤں میں کانٹے چبھوتا ہی نہیں
ترک کی لذت سے واقف کون ہے گر نہ ہوتا جان کھوتا ہی نہیں
جانتا گر دل ہے مزرعِ یاس کا تخمِ امید اس میں بوتا ہی نہیں
جوں سخن آتا ہے سلکِ نظم میں یوں کوئی موتی پروتا ہی نہیں
خواب میں جوشش وہ آئے کس طرح — عاشقِ بے تاب سوتا ہی نہیں
تجھ سوا اور سمت دیکھا ہی نہیں ۲۸۲ دیکھنے کا مجھ کو چسکا ہی نہیں
مت قدم رنجہ کرا بھرے ہوئے سینہ پر داغ بس جا ہی نہیں
اور کیا جا ہوں گا تجھ سے اے فلک پادشاہی کی تو پروا ہی نہیں
تیرے کوچہ میں بہ رنگِ نقشِ پا جو کوئی بیٹھا سو اٹھا ہی نہیں
کوئی اس سے کیا کہے احوالِ دل وہ کسی کی بات سنتا ہی نہیں
کس سے اے ظالم تجھے تشبیہ دوں تجھ سا کوئی اور دیکھا ہی نہیں
مت تڑپ ہر چند سمجھاتا ہوں میں — پر یہ دل جوشش سمجھتا ہی نہیں
سیر ہے اس کی کوئی محرم نہیں ۲۸۳ ورنہ یہ دل جامِ جم سے کم نہیں
حال دیوانوں سے اپنا کم نہیں تم نے جو دیکھا تھا جو سو اب ہم نہیں

جب تلک تو ہے تبھی تک زیست ہے
جان تو جاتا ہے تو پھر ہم نہیں

داغِ دل پر بس کرم کر اے طبیب
احتیاجِ پنبہ و مرہم نہیں

محتسب بیٹھا یہ کیا موقوف ہے
مے کدے میں کس کی گردن خم نہیں

خوب اس جینے نے ہم کو خوش کیا
اپنے مرنے کا ہمیں کچھ غم نہیں

کیا بھروسا ہستیِ موہوم کا
جوں حباب اس کو قیام اک دم نہیں

کون سا دن ہے کہ دامان و کنار
دیدۂ گریاں کی دولت نم نہیں

بے گنہ کہتا پھرے ہے آپ کو
شیخ نسلِ حضرتِ آدم نہیں

کیا ہوا جوشش ترا جوش و خروش ——
ان دنوں وحشت کا وہ عالم نہیں

۲۸

ہے کون سی جگہ یہ ستم کش جہاں نہیں
مذکور تیری جور و جفا کا کہاں نہیں

آئینہ وار دہر میں جتنے ہیں صاف دل
یہ خاکسار دل پہ کسی کے گراں نہیں

عاشق تو اک اشارۂ ابرو پہ ہے تمام
اے ترکِ چشم حاجتِ تیر و کماں نہیں

جوشش رواں ہے اشک ان آنکھوں سے رات دن ——
ڈرتا ہوں راہ زن سے یہ وہ کارواں نہیں

۲۹

یہ حسن و خلق تو کسی انسان میں نہیں
تیرا نظیر عالمِ امکان میں نہیں

ہو جائے حرفِ شکوہ و لب زخمِ دل سے دو
اتنا نمک بھی تیرے نمکدان میں نہیں

لختِ جگر میں اپنے جو کچھ دیکھتا ہوں تب
یہ آب و رنگ لعلِ بدخشان میں نہیں

ابرِ مژہ کے فیض سے اے موسمِ بہار
کیا تجھ میں ہے کہ گوشۂ داماں میں نہیں

دیوانو اب سے خانۂ زنداں سے خو کرو
سنتے ہیں وہ بہار بیاباں میں نہیں

کس کو رفو کروگے بھلا اے رفوگراں — ثابت تو ایک تار گریبان میں نہیں
جوشش ہمارے شعلۂ دل کو فرو کرے — یہ آب اُس کے تیر کے پیکان میں نہیں

جس کے دل میں خواہشِ دنیا نہیں ۲۸۶ ہ اُس کو اے جوشش میسر کیا نہیں
ہے تصرف میں مرے اقلیمِ دل — پادشاہی کی مجھے پروا نہیں
جوں نظر اُس کا جمالِ بے مثال — آنکھ سے اک دم جدا ہوتا نہیں
گفتگو ہوتی ہے اُس کی بے نمک — جس کے سر میں عشق کا سودا نہیں
کثرتِ داغ اس قدر سینے میں ہے — دل کے رہنے کی بھی جوشش جا نہیں

جب بجز جور و جفا کچھ اُسے منظور نہیں ۲۸۷ مار ہی ڈالے اگر ہم کو تو کچھ دور نہیں
کس طرح پہنچے اُسے ہم سے ضعیفوں کی خبر — طاقتِ نالہ نہیں آہ کا مقدور نہیں
اے طبیبو نہ معالج ہو نہ تدبیر کرو — دیکھے آرام کی صورت یہ دلِ رنجور نہیں
قصۂ درد ہمارا ہی چھپا ہے ورنہ — کوئی قصہ نہیں ایسا کہ جو مشہور نہیں
جی نکلتا ہے مرا بس نہ نکالو آنکھیں — دل ربائی کا مری جان یہ دستور نہیں
چشمِ مخمور تری دوست جو رکھتے ہیں سب — دلِ پُر آبلہ کچھ خوشۂ انگور نہیں
کھا گئی ساری خدائی کو ولیکن جوشش — خون سے ایک کے آلودہ لبِ گور نہیں

کب میں اُس کی بزم میں جاتا نہیں ۲۸۸ کب وہ ظالم مجھ پہ جھنجھلاتا نہیں
جس کو آنکھیں دیکھتی تھیں دم بدم — خواب میں بھی وہ نظر آتا نہیں
کوہ کن سے کام شیریں نے لیا — مجھ کو تو کچھ کام فرماتا نہیں

اپنے دل بولنے سے بولا چپ ہے — اُس کے جی میں یہ کبھی آتا نہیں
آہ سوزاں سے زباں تک جل گئی — کیوں یہ دل کم بخت جل جاتا نہیں
مجھ ہی کو کہتے ہیں سب آشنا رو — اس کو کوئی جا کے سمجھاتا نہیں
اس ہی کو جو شش کہے ہے سنگ دل — تا لڑ دل آپ شرماتا نہیں

۲۸۹ کون سی جا ہے کہ وہ جلوہ گہ یار نہیں — آہ کس سے کہوں کوئی واقفِ اسرار نہیں
مثلِ آئینہ نہ دے دیدۂ حیراں یارب — چشمِ حیرت زدہ کو لذتِ دیدار نہیں
ہر کسی کو نظر آتا نہیں کیوں اُس کا جمال — حایلِ یار اگر پردۂ پندار نہیں
دلِ حق بیں کو بیں یا زار دکھاؤں تا حق — یہ تو وہ جنس ہے جو قابلِ بازار نہیں
کہتے ہیں فاعلِ مختار ہے بندہ لیکن — خوب دیکھا تو یہ مجبور ہے مختار نہیں
آمد و رفتِ نفس جب سے ہوئی صیقل گر — دل کے آئینے پہ دیکھا کہیں زنگار نہیں
عالمِ بے خبری میں تو خبرداری ہے — لطف ہے بے خبری کے تو خبردار نہیں
عالمِ خواب میں بھی مجھ کو نہ سمجھو غافل — دل تو بیدار ہے گو دیدہ بیدار نہیں
دو جہاں سے وہ ہی آزاد ہے یہاں اے جوشش — جو کوئی دامِ تعلق میں گرفتار نہیں

۲۹۰ کون زلفوں میں تری یار گرفتار نہیں — کس دوانے کو یہ زنجیر سزاوار نہیں
بن کہے شمع کے مانند زباں کٹتی ہے — رازِ دل سوختگاں قابلِ اظہار نہیں
کس طرح دیکھیے اے مہرِ درخشاں تجھ کو — تابِ نظارہ نہیں طاقتِ دیدار نہیں
مجھ کو رونے ہی سے فرصت نہیں ملتی ورنہ — ناصحو توڑنا زنجیر کا دشوار نہیں

دانۂ اشک مسلسل ہی چلے آتے ہیں — زور تسبیح ہے یہ جس میں کہ زنار نہیں

کون سا دن ہی کہ ایذا نہیں دیتا تجھ بن — کون سی رات ہے جو درپے آزار نہیں

دشت میں کیوں نہ پھروں خاک بسر اے جوشش — سر شوریدہ مرا قابل دستار نہیں

خوشی سے گرچہ ہیں اک دم انقصال نہیں — ۲۹۱/۶ پر اپنے جی میں کسی نوع کا ملال نہیں

کھلی نہ ایک گرہ دل کی تیرے ابرو سے — یہ سچ ہے عقدہ کشا ناخن ہلال نہیں

دو جہان مانگتے ہے ہم دل نیاز کرتے ہیں — ہمارے اس کے تو اب تک کچھ انفصال نہیں

عبث خفا نہ ہو مجھ کو سمجھ کے بوسہ طلب — خدا علیم ہے اپنا تو یہ خیال نہیں

سبب نجات کا یاں انفعال ہے لیکن — مجھے تو اپنے کیے پر کچھ انفعال نہیں

گریز اہل دلوں کو ہے کس لیے جوشش — تعلقات زمانہ اگر زوال نہیں

بات کوئی دم کی ہے جینے کی مجھے آس نہیں — ۲۹۲/۵ حیف صد حیف کہ وہ یار مرے پاس نہیں

کیوں لیے نکلے ہے ہم راہ جگر کے ٹکڑے — قطرۂ اشک اگر ریزۂ الماس نہیں

خون دل پی کے جو خوں خوار مرا کہتا ہے — کیا بری مے ہے کہ اس میں زری بو باس نہیں

اپنے کوچے ہی میں رہنے دے کہ ہو جاؤں خاک — تیرے مجنوں کو بیاباں کی ہوا راس نہیں

کیا کوئی بیٹھے ترے پاس کرے صحبت گرم — آشنائی کا تو اے یار تجھے پاس نہیں

دیا دین و دل تک رکھا کچھ نہیں — ۲۹۳/۹ تری بھا دیں لے بے وفا کچھ نہیں

ہے اک خلق گریاں مرے حال پر — تجھے رحم آتا ہے یا کچھ نہیں

ملاقات ہی کا طلب گار ہوں — میسر مجھے ورنہ کیا کچھ نہیں

کسی پر تلطف کسی پر کرم غریبوں پہ لطف بے وفا کچھ نہیں
طبیبو بہ جز شربتِ وصلِ یار مرے دردِ دل کی دوا کچھ نہیں
نکل میرے سینے سے اے آہِ سرد اثر تجھ میں تو دیکھتا کچھ نہیں
لٹا دین و ایمان و جاں عشق میں خدا جانتا ہے رہا کچھ نہیں
کرے تھا رقیبوں سے شکوہ مرا جو پوچھا یہ کیا تھا کہا کچھ نہیں
نہ بولا اگر مجھ سے وہ شرم سے —— مجھے اس کا جوشش گلہ کچھ نہیں

۲۹۴ / ۵

کر قتل شوق سے مجھے خوف و خطر نہیں مر جاؤں گا تو کیا ہوا مرنے کا ڈر نہیں
اے حرص قصدِ خانۂ دل کا نہ کیجیو یہ گھر تو وہ ہے جس میں ہوا کا گزر نہیں
وہ کون سا ہے دن کہ نہیں چشم خوں فشاں وہ رات کون سی ہے کہ دامان تر نہیں
دزدیدہ کیوں نگاہِ بتاں ہے ہر ایک سے منظور پاسِ خاطرِ عاشق گر نہیں
منت کرے ہے غیر کی جوشش تو کس لیے —— اے بے شعور تیری خدا پر نظر نہیں

۲۹۵ / ۷

رہتا ہے نت خیال ترا دیکھتے نہیں مدت ہوئی جمال ترا دیکھتے نہیں
کیا وصل سے حصول اگر وصل بھی ہوا حیرت سے خط و خال ترا دیکھتے نہیں
دیوانے کس ملال نے گھیرا ہے اب تجھے چہرہ کبھی بحال ترا دیکھتے نہیں
اے آفتابِ داغ یہ کیا ہو گیا تجھے وہ جاہ وہ جلال ترا دیکھتے نہیں
ایذا نہ پانے ہاتھ سے دوری کے اس قدر گر عالمِ وصال ترا دیکھتے نہیں
خوباں کے در کی تو نے گدائی تو کی ہے لیک مقبول ہو سوال ترا دیکھتے نہیں

جوشش نہ ہو ملول جو پوچھے نہ سرگزشت — کیا پوچھیں تجھ سے حال ترا دیکھتے نہیں

۲۹/۹ جیب و داماں نہیں دیدہ گریاں نہیں — اے جنوں مجھ سا کوئی بے سر و ساماں نہیں
ہے گلستاں میں کیوں چاک گلوں کا سینہ — نالۂ زار یہ بلبل کے اگر کاں نہیں
عذر کیا کیجیے وہ ترک اگر آجائے — دل نہیں جان نہیں دین و ایماں نہیں
دُرّ و مرجاں گو نہیں ہیں لب و دنداں کے بیر — کون کہتا ہے کہ رشکِ دُر و مرجاں نہیں
کون سینہ کہ نہیں چاک تری خنجر سے — کون سے دل میں ترے تیر کا پیکاں نہیں
کون ٹھہرے گا تری تیغ نگہ کے آگے — ایک میں تھا سو مری جان میں اب جاں نہیں
اے بتاں کرتے ہو کیوں یوں کنار آپس میں — ایسی باتوں کا مرے دل میں تو ارماں نہیں
جو کوئی چاہے سو آ بیٹھے ہمارے دل میں — خانۂ عشق ہے یہ یاں در و درباں نہیں
سبزۂ خط کا نکلنا ہے تعجب جوشش — ہے نمک زار رخِ یار گلستاں نہیں

۲۹ تجھ سے جو تشنۂ دیدار ملا چاہتے ہیں — آبِ شمشیر کوئی قطرہ پیا چاہتے ہیں
مسی آغاز ہوئی منہ نہ لگائیں کیونکر — اب دغل سے یہ بتاں زہر دیا چاہے ہیں
سنگِ سرمہ ہی پہ بد کھینے لگے ہیں تیغِ نگاہ — ترکِ چشم اس کے غرض قہر کیا چاہے ہیں
قیس کے چاہنے نے لیلےٰ کو بدنام کیا — چاہنے والے اسی طرح سے کیا چاہتے ہیں
یاں بُرے اور بھلے یک سے ہیں نظروں میں — جو بُرا چاہتے ہیں اُن کا بھلا چاہتے ہیں
رد بہ رد اس کے اے غماز نہ غمازی کر — تجھ کو کیا اس سے نہیں چاہتے یا چاہتے ہیں
خوب رد کرنے لگے عشوۂ پنہاں جوشش — دل کو تو لے چکے اب جان لیا چاہتے ہیں

جفا و جور کرتے ہیں بتاں آزار دیتے ہیں ۲۹۸/۵ عجب ناداں ہیں جو عشق میں جی ہار جاتے ہیں

نہ آپ آزردہ ہوتا ہے گلہ آمیز باتوں سے   ہماری بات کو اغیار ناحق مار دیتے ہیں

نگاہِ تند بھی ہم پر نہ کی ان خوش نگاہوں نے   نصیب ان کے ہیں جن کو گالیاں دو چار دیتے ہیں

ہمیں خود کچھ تو وہ کہتے نہیں مارے مروت کے   شرارت سے بتاں غیروں کے تئیں ہنکار دیتے ہیں

جہاں میں شور سنتا ہوں تری شیریں کلامی کا — حلاوت سب کو اے جوشش ترے اشعار دیتے ہیں

چشمِ خوں خوار ابروئے خم دار دونوں ایک ہیں ۲۹۹/۹ ہیں جدا لیکن بہ وقتِ کار دونوں ایک ہیں

باعثِ آرام یہ نے موجبِ آزار وہ   چشمِ وحدت بیں میں گل او خار دونوں ایک ہیں

التیامِ زخمِ دل کے حق میں گر کیجے نگاہ   سبزۂ خط مرہمِ زنگار دونوں ایک ہیں

حالتِ استغنا کی جس کے ہاتھ آئی ہے یہاں   اس کے نزدیک اندک و بسیار دونوں ایک ہیں

میرے اس کے گو جدائی آ گئی ہے درمیاں   جس گھڑی باہم ہوئے دوچار دونوں ایک ہیں

جو نہ مانے اس کو عاشق ہو کے اس پہ دیکھ لے   ابروئے خم دار اور تلوار دونوں ایک ہیں

کیا کہوں میں اس کو آنکھوں نے دیے ہیں جو فریب   فنِ مکاری میں یہ مکار دونوں ایک ہیں

جو ہے کعبہ وہی بت خانہ ہے شیخ و برہمن   اس کی ناحق کرتے ہو تکرار دونوں ایک ہیں

یہ نہیں کہنے کا جوشش ہو گا جو صاحب دماغ — زلفِ یار و نافۂ تاتار دونوں ایک ہیں

اگرچہ خنجرِ تر کا نہ خوں آشام ہوتے ہیں ۳۰۰/۳ پہ کب تیری مژہ کے سے انھوں سے کام ہوتے ہیں

اگر چاہیں نہ بولیں اس سے ہم یہ ہو نہیں سکتا   وگر کچھ بولتے ہیں تو ابھی بدنام ہوتے ہیں

جو کچھ دن ہم نے دیکھے ہیں ترے ہاتھوں زمانے میں   فلک اس سے کسی کے کب برے ایام ہوتے ہیں

دل و دیں سے اُٹھایا ہاتھ عقل و ہوش سے گزرے — ترے دیوانے کوئی پابندِ ننگ و نام ہوتے ہیں
جب اُٹھ جاتا ہے اپنے پاس سے آرامِ جاں اپنا — دلِ مضطر کے ہاتھوں سخت بے آرام ہوتے ہیں
بتاں احوال میرا پوچھتے رہتے ہیں غیروں سے — تسلّی بخشِ دل کے نامہ و پیغام ہوتے ہیں
نہ دوں کس طرح جوشش قاصدوں کو نقدِ جاں اپنا — کہ خط لاتے ہیں اُس کا قابلِ انعام ہوتے ہیں

۳۰۱ جفا و جور کے مشتاق ہیں ہم تجھ پہ مرتے ہیں — ڈراتا کیا ہے ہم کو ہم کوئی مرنے سے ڈرتے ہیں
جب اُس کی زلف کو بیٹھ دیکھتا ہوں دستِ شانہ میں — خیالاتِ پریشاں جی میں کیا کیا کچھ گزرتے ہیں
عقوبت کے فرشتے بھاگتے ہیں یہ ستم کیشاں — سزا اہلِ عصیاں پر قدم جس وقت دھرتے ہیں
ہمارے درد سے عالم کو آگاہی ہوئی کیونکر — نہ ہم فریاد کرتے ہیں نہ آہِ سرد بھرتے ہیں
جو کوئی سرگشتۂ دشتِ جنوں ہو تو ہماری جوشش — بگولے کی طرح وہ ایک جا کب ٹھہرتے ہیں

۳۰۲ جو ترے سامنے آئے ہیں سو کم ٹھہرے ہیں — یہ ہمارا ہی کلیجہ ہے کہ ہم ٹھہرے ہیں
عشق میں کس سے رفاقت کی توقع رکھیے — اپنے تو دوست یہی درد و الم ٹھہرے ہیں
موردِ لطف و کرم ہیں سبھی تیرے نزدیک — لیکن اک ہم ہی سزاوارِ ستم ٹھہرے ہیں
دل و جگر دونوں بہے اشک کے سیلاب میں آج — کچھ تو منظور ہے جو دیدۂ نم ٹھہرے ہیں
آہ اس بحر میں ہم خلق ہیں مانندِ حباب — ہے دمِ بازپسیں جو کوئی دم ٹھہرے ہیں
کوچۂ عشق میں تم ٹھہروگے لے بوالہوس — واں تو سر جس نے دیا اُس کے قدم ٹھہرے ہیں
جوشش اس ابرِ مژہ کی گہرافشانی سے — ہم بھی حاتم کی طرح اہلِ کرم ٹھہرے ہیں

۳۰۳ مبتلا جو ہیں اس آزار کے کم جیتے ہیں — کیا ہوا گر کوئی دم عشق میں ہم جیتے ہیں

آج ہے عزمِ شکار اُس کو پہ معلوم نہیں — خوف سے مر گئے یا صیدِ حرم جیتے ہیں
شیخ کی طرح نہ کعبے کو کریں گے سجدہ — جب تلک تیرے پرستارِ صنم جیتے ہیں
مر گئے ہیں پہ دمِ تیغ میں جی بستا ہے — اے مسیحا ترے دم سے کوئی ہم جیتے ہیں
جیتے رہنے سے تری یاد کریں ہیں سمجھا — جیتے ہیں ساکنِ اقلیمِ عدم جیتے ہیں
جاں بہ لب ہیں شبِ فرقت میں ولیکن جوشش — یار آ جائے تو بارے کوئی دم جیتے ہیں

۳۰۳/۴
کشورِ زلف میں جو بستے ہیں — دے خطا و ختن کو ہنستے ہیں
خالِ خوباں نے کیا نکالی ہے — جب مجھے دیکھتے ہیں ہنستے ہیں
مجھ کو تو چاہتا ہے کب پیارے — تیرے دل میں تو غیر بستے ہیں
ہم بھی کیا بے نصیب ہیں جوشش — اُس کے دیدار کو ترستے ہیں

۳۰۶/۲
لذتِ وصل تصور میں اُٹھا رہتے ہیں — گو کہ ظاہر میں سدا اُس سے جدا رہتے ہیں
کیا گنہ ہم نے کیا کون سی تقصیر ہوئی — اس قدر آپ جو اب ہم سے خفا رہتے ہیں
خاکِ ذلت میں بھی جوں آئینہ گرد آلودہ — نت پرستارِ صفا اہلِ صفا رہتے ہیں
ق
ان جفاکاروں کی ہیں کس سے فریاد کریں — بھولے بھٹکے جو مری قبر پہ آ رہتے ہیں
غیر ہم راہ ہیں مے نوشی ہے بدمستی ہے — مر گیا ہوں پہ مجھے اب بھی ستا رہتے ہیں
گاہ گریاں دہے نالہ کناں اے جوشش — ہم کو جس طرح سے رکھتا ہے خدا رہتے ہیں

۳۰۷/۵
لے چکے ہیں دل و دیں دے چکے جاں رہتے ہیں — آہ کس ملک میں یہ سنگ دلاں رہتے ہیں
بے وفا تو ہی ہمیں بھول گیا ہے ورنہ — ہم تری یاد میں رہتے ہیں جہاں رہتے ہیں

دن میں اک بار بھی جب تک نہ دیکھیں تجھ کو — دیدۂ عاشق بے دل نگراں رہتے ہیں

راہ کوچے کی تو مسدود نہ کر اے ظالم — گاہ گاہے جو ہم آتے ہیں تو یاں رہتے ہیں

کیا تماشا ہے کہ دل شدگاں ای جوشش — سامنے ہیں پہ خدا جانے کہاں رہتے ہیں

نوخطاں منہ سے مرے منہ جو ملا دیتے ہیں — ش ۳۰ ۴ — آب حیواں ہی عوض مجھ کو پلا دیتے ہیں

ان مسیحا نفسوں کی جو تعدی سے کوئی — مر بھی جاتا ہے تو یہ اس کو جلا دیتے ہیں

کیوں نہ وحشت ہو مجھے نالۂ مرغان چمن — فصل گل میں مری زنجیر ہلا دیتے ہیں

دور ہونا ہی نہیں زنگ تعلق ہیہات — دل کے آئینے کو ہر چند جلا دیتے ہیں

جس کی محفل میں فرشتوں کے بھی پر جلتے ہیں — ش ۳۰ ۹ — ہم کھڑے شمع صفت تا بہ سحر جلتے ہیں

کیا عجب گر شرر عشق دلوں کو دے آگ — ایک چنگاری سے تو لاکھوں ہی گھر جلتے ہیں

جب سے خوبان جہاں میں کیا ہیں تجھ کو پسند — دیکھ کر تجھ کو سبھی اہل نظر جلتے ہیں

یاد میں اس کی انھی جیسے کہ دل کی حسرات — آتش عشق میں بے خوف و خطر جلتے ہیں

کچھ علاج اس کا بھی آتا ہے طبیبو تم کو — رات دن سینے میں دل اور جگر جلتے ہیں

اشک حسرت کی بدولت تری دوری میں ہم — پانی میں ڈوبے ہی رہتے ہیں مگر جلتے ہیں

عاشق سوختہ جاں آتش دوری میں تری — ن — یار لینی ہے تو لے جلد خبر جلتے ہیں

جو کوئی اس سے یہ کہتا ہے تو سن کر بے رحم — یوں اٹھاتا ہے کہ جلنے دے اگر جلتے ہیں

آگ پانی سے کبھی لگتی نہ دیکھی جوشش — آہ کیوں اشک سے یہ دیدۂ تر جلتے ہیں

دنیا میں زندگی سے بیزار ہیں تو ہم ہیں — ۹ ۳۰ — مرنے کو سب سے پہلے تیار ہیں تو ہم ہیں

تیری گلی میں ظالم پوچھے ہے کون کس کو — اپنے دل حزیں کے غم خوار ہیں تو ہم ہیں
جور و جفا سے اُس کی کیا کام بوالہوس کو — محظوظ ہیں تو ہم ہیں بیزار ہیں تو ہم ہیں
جوں غنچہ و صبا ہے عالم سے ربط تجھ کو — آنکھوں میں تیری گل رو اک خار ہیں تو ہم ہیں
اپنی خودی ہی جوشش مانع ہوئی صفا کی — اس دل کے آئینے کے زنگار ہیں تو ہم ہیں

۳۱۱ ف
کہاں وضع لطف و کرم جانتے ہیں — بتاں ایک طرزِ ستم جانتے ہیں
عبث تو یہ باتیں بناتا ہے ظالم — جو کچھ ہے تو جی میں ہم جانتے ہیں
قسم کھا کے تو چاہتا ہے کہ جاؤں — سو ہم خوب تیری قسم جانتے ہیں
بیاں کیا کریں حال اپنا کسی سے — جو گزرے ہے ہم پہ سو ہم جانتے ہیں
ہمیں کام کیا عیش و عشرت سے جوشش — غم و درد کو مغتنم جانتے ہیں

۳۱۲ ے
جو تری تیغ ستم کھائے ہوئے بیٹھے ہیں — گور میں پاؤں کو لٹکائے ہوئے بیٹھے ہیں
جی الجھتا ہے مرا دل تو نہیں پہلو میں — آپ کیوں زلف کو سلجھائے ہوئے بیٹھے ہیں
اب کسی دشت و بیاباں میں شتاب اے وحشت — لے بھی چل ہم کو ہم اکتائے ہوئے بیٹھے ہیں
کیا ہوا ابر و ترشح ہے بھلا اے ساقی — شیخ جی بزم میں کیوں چھائے ہوئے بیٹھے ہیں
بار تو پاتے نہیں درگہِ عالی میں تری — آہ کس واسطے ہم آئے ہوئے بیٹھے ہیں
سر تلک دیں گے پہ سرِ فاش نہیں کرنے کے — سر جو اس راہ پہ منڈوائے ہوئے بیٹھے ہیں
کہیں اٹھتے نہیں اس در کے گدا اے جوشش — شوق سے پاؤں کو پھیلائے ہوئے بیٹھے ہیں

۳۱۲ ف
چمن میں آئی ہے فصلِ بہار سنتے ہیں — قفس سے اڑ نہیں سکتے ہزار سنتے ہیں

فراقِ یار میں آتے کبھی نہیں دیکھا   تمھارا نام ہی صبر و قرار سنتے ہیں
دو چند ہوئے ہی یہ اضطرابِ دل جو کبھی   خبر ترے ادھر آنے کی یار سنتے ہیں
وہ کام تیشۂ غم نے کیا ہے ای فرہاد   کہ سرگزشت تری قصّہ وار سنتے ہیں
بچے گا جیتا کوئی کوئے زلف میں جوشش   — وہاں تو چاروں طرف مار مار سنتے ہیں

٣١٣ / ٥ ہم نہ کچھ بہرِ نام روتے ہیں   رونا ہے اپنا کام روتے ہیں
اُس بنا گوش و زلف کی خاطر   صبح روتے ہیں شام روتے ہیں
تنگ دل دیکھ اس پریشاں کو   غنچہ و گل مدام روتے ہیں
پھر گئی ہے ہوائے مے خانہ   شیشے ہنستے ہیں جام روتے ہیں
ہم سے آفت نصیب اے جوشش   — وصل میں بھی مدام روتے ہیں

٣١٤ / ٦ عمرِ عزیز گزرے ہے رنج و ملال میں   عاشق کہاں ہوئے کہ پڑے اک زوال میں
دم مارے کیا صفا سے تری منہ پر آئینہ   ہے غرق آپ ہی عرقِ انفعال میں
نے ڈر عسس کا ہے نہ ہمیں خوف محتسب   رہتے ہیں مست شام و سحر اپنے حال میں
جس کو خیال بر وہ ہم سے باہر کہیں ہے خلق   رہتا ہوں رات دن میں اُسی کے خیال میں
تشبیہ جس سے دوں خمِ ابروئے یار کو   ایسی تو خوش خمی نہیں تیغِ ہلال میں
ممکن نہیں سمجھے کمر اُس کی نظر پڑے   — جوشش عبث پڑا ہے تو فکرِ محال میں

٣١٥ / ٥ جلوہ گر دل ہے دیدۂ نم میں   عکس گل جس طرح ہو شبنم میں
ہم رہاں اتنی کیا شتابی ہے   ہم بھی چلتے ہیں اب کوئی دم میں

گر نہ ہوتا ترا ظہور عیاں — کیا بزرگی تھی خاک آدم میں
یہی ہوگا عذاب دنیا کا — اور کیا ہووے گا جہنم میں
جان اس کی نیاز کر جوشش — بات رہ جائے گی یہ عالم میں

۲۱۶
کریں ہیں جور کا تیری ہی شکوہ یار آپس میں — جہاں مل بیٹھتے ہیں آشنا دو چار آپس میں
کیا ہنگامہ برپا ایک عالم نے ترے در پر — مجھے چلتی نظر آتی ہے اب تلوار آپس میں
جفا سے تو نہ باز آئے وفا سے ہم نہ در گزریں — ہوئے تھے روز اول کیا یہی اقرار آپس میں
پرستاروں میں اس لب کے نہ ہو گی گفتگو کیونکر — نہیں ممکن کہ بن بولے رہیں بیمار آپس میں
بتاں ہیں بے مروت اور تو آزردہ جا جوشش — یہ کیا معنی کہ آ جائے نہ کچھ تکرار آپس میں

۲۱۷
ہوا ہے گھر بتاں کا یہ دل دیوانہ پہلو میں — لیے پھرتا ہوں میں اے برہمن بتخانہ پہلو میں
ارادہ ہم نشینی کا نہ رکھو شعلہ رویوں سے — نہیں ممکن کہ بیٹھے شمع کے پروانہ پہلو میں
دل پرخوں ہے شیشہ داغ ہے پیمانہ اے ناصح — سدا رکھتے ہیں مستاں شیشہ و پیمانہ پہلو میں

۲۱۸
ملنے پائے نہ تجھ سے دنیا میں — مر گئے ہم اسی تمنا میں
ہے کدھر وہ غزال رم خوردہ — جس کی ہے دھوم کوہ و صحرا میں
نالۂ دل ہے تیشۂ فرہاد — کام کرتا ہے سنگ خارا میں
خوف سرگشتگی سے اے وحشت — خار چبھتے نہیں کف پا میں
آرزو کم نہ ہوگی اے ساقی — جب تلک مے رہے گی مینا میں
کفر و اسلام کی نہ کر تکرار — دونوں یکساں ہیں چشم بینا میں

جامِ جم میں نہ ہوگا اے جوشش — ہے جو کچھ لطف جامِ صہبا میں

۱۹۲ مصوّر ڈال دیوے گر تری تصویر پانی میں — کرے وہ مردمِ آبی کو بھی تسخیر پانی میں
ترے چہرے پہ اے آئینہ رو یوں زلف بکھری ہے — ہی پھرتی ہے جیسے موج کی زنجیر پانی میں
گدازِ عشق ہوں کب حرف ہرگز دلنشیں ہووے — ابھرتا ہی نہیں کچھ کیجیے تحریر پانی میں
تری تیغِ نگہ کی آب داری کو کہاں پائے — سراپا غرق ہے گو صورتِ شمشیر پانی میں
جلا ڈالا ہے آنسو نے ہماری جیبِ داماں کو — کہاں سے آئی جوشش آگ کی تاثیر پانی میں

۱۹۳ آتا ہے مجھے لطفِ چمن یادِ قفس میں — کیوں کر نہ کروں نالہ و فریادِ قفس میں
دیوے گا وہی طاقتِ پرواز بھی ہم کو — ہے بال و پری جس نے کی امدادِ قفس میں
اب طاقتِ پرواز نہیں صحنِ چمن تک — آزاد نہ کر رہنے دے صیاد قفس میں
صیاد تو فریاد ہی کرنے نہیں دیتا — کیا شاد رہے یہ دلِ ناشاد قفس میں
جوشش نہ گیا دل سے مرے شوقِ رہائی — گو بال و پر اپنے ہوئے برباد قفس میں

۱۹۴ ہوا رخصت طلب جب بیٹھتے ہی یار پہلو میں — چلے آنکھوں سے آنسو درد اٹھا اک بار پہلو میں
سدا رہتا ہے یہ دل درپئے آزار پہلو میں — عوض اس کے تو بہتر تھا جو ہوتا خار پہلو میں
نہ شوقِ طور ہے مجھ کو نہ ذوقِ وادیِ ایمن — ہوا ہے خانۂ دل جلوہ گاہِ یار پہلو میں
کسی کے خون کا پیاسا کسی کی جان کا دشمن — لیے پھرتا ہے ہر دم خنجرِ خونخوار پہلو میں
دلِ صد چاک کو اور سینہ پر داغ کو دیکھو — نہ دیکھا ہو اگر گلزار کے گلزار پہلو میں
نہ ہو برباد صبر و تاب و طاقت کی طرح دل بھی — ابھی رہ گیا ہے اک یہی غمخوار پہلو میں

مبرا حرص دنیا سے کسی کا دل نہیں جو شش — جسے دیکھا یہاں ہے اس کے پہ مردا پہلو میں
تو دے لگے ہیں سنگ ملامت کے دنوں میں ۲۳۲ ایسے ترے لیے ہوئے بدنام خلق میں
اب تو یہ تشنۂ دم شمشیر مر چلا — کیا فائدہ جو پانی چواتے ہیں حلق میں
نظر آتا ہے ساقی جلوۂ نیرنگ شیشے میں ۲۳۳ پری ہے شیشے میں یا ہوئے گل رنگ شیشے میں
تری جلوہ گری کے سامنے کوئی آئے کیا قدرت اگر دیکھے ترا جلوہ پری ہو تنگ شیشے میں
ہمارا دل صنم میں اور صنم دل میں ہمارے ہے تماشا ہے کہ شیشہ سنگ میں ہے سنگ شیشے میں
منہ اپنا دیکھ دیکھ آئینے میں حیران ہوتا ہوں بہا ہے خون دل آنکھوں سے ہے یا ہے رنگ شیشے میں
خدا کے واسطے اے محتسب در پے نہ رہ اس کے تری ہاتھوں ہوئی ہے دختر رز تنگ شیشے میں
تامل کی نظر سے دیکھ رنگ ان مستر رنگوں کا بھرا ہے بادۂ گلگوں خدا کے رنگ شیشے میں
خیال اس سنگ دل کا اس دل نازک میں ہے ہنستا آثار زور ہی حکمت سے ہے یہ سنگ شیشے میں
جو سنگیں دل ہی اس کا کام نازک دل سے کب نکلو — نہ دیکھا ہم نے جوشش سنگ کا سا ڈھنگ شیشے میں
کبھی اک لاگ ہے جس سے لگی ہے آگ پانی میں ۲۳۴ لگا دی آگ جلوے نے تری لے لاگ پانی میں
مرے رونے کے ڈر سے ابر تو مت بھاگ پانی میں لگا دے گا ابھی آنسو ہمارا آگ پانی میں
ہجوم گریہ میں یوں آہ سوزاں دل سے نکلے ہے کوئی جس طرح سے گاتا ہو دیپک راگ پانی میں
مرے ابر مژہ سے رات دن آنسو ٹپکتے ہیں دل خوابیدہ کیا ہوتا ہے تو اٹھ جاگ پانی میں
نہیں جنبش میں زلف آئینہ رو کے منہ پہ اے جوشش — نظر کر دیکھ لہراتا ہے کالا ناگ پانی میں
تڑپتے ہیں ہم سیکڑوں ہی پڑے کوئے یار میں ۲۳۵ پھر ایک میں غریب تو ہوں کس شمار میں

مانند جامِ جم کے خدائی کا دیدہ ہے — اہلِ نظر کے بیچ اسی چشمِ غبار میں

۲۳۶ مانندِ جامِ جم ہے سب کچھ مری نظر میں — کرتا ہوں سیرِ عالم بیٹھا ہوا اس گھر میں

آں اشک و آہ سے تھی جوں شمع زیست کے اب — نے اشک چشم میں ہے نہ آہ ہے جگر میں

ہستی تو ہے ولیکن راہِ فنا ہی ہے — جائے ہی گا جو آیا دنیا کے رہگزر میں

دیوانے حال دل کا دیوار و در سے مت کہہ — طاقت رہے گی باقی دیوار میں نہ در میں

آتا ہے مجھ کو رونا اس چاک چاک دل پر — دیکھوں ہوں جب کناری ظالم تری کمر میں

فریاد کرتے کرتے تھک گئی زبان لیکن — کوئی داد رس نہ دیکھا اس عشق کے نگر میں

اہلِ صفا سے کاوش رکھتا ہے یہ زمانہ — دیکھا نہیں گہر کے سوراخ ہی جگر میں

کنجِ عدم میں کیا ہی آرام سے تھے جوشش — آکر یہاں پڑے ہیں ہم ایک دردِ سر میں

۲۳۷ آگے اُس کے ٹھنڈا دیدۂ تر پانی میں — سنتے ہیں کچھ نہیں آتا ہے نظر پانی میں

اتنا بے تاب جو ہے عکسِ قمر پانی میں — کس کی صورت اسے آئی ہے نظر پانی میں

اُس رخِ صاف پہ قطروں کو عرق کے دیکھے — بے صدف جس نے نہ دیکھے ہوں گہر پانی میں

مردمک اشک کے سیلاب سے کس طرح ڈرے — مردمِ آبی ہے یہ اس کا ہے گھر پانی میں

کس کو آتا ہے یہ جز دیدۂ تر اے جوشش — پانی سے آگ لگانے کا ہنر پانی میں

۲۳۸ سخت رنجور ہوں اور تجھ سے بہت دور پڑا ہوں — یار ملنے کا تو مشتاق ہے مجبور ہوں میں

بود و باش اپنی تو ہے گوشۂ گمنامی میں — جس سے پوچھو گے بتا دیوے گا مشہور ہوں میں

مثلِ یعقوب گئیں رو کے ہی روتے آنکھیں — کس طرح دیکھوں تجھے آنکھوں سے معذور ہوں میں

اس کے ہاتھوں سے مرے دل نے اٹھائے ہیں زخم
چاہتا ہی یہی ہر زخم کہ ناسور ہوں میں

روح کو خاک سے اس در ہی کی ہے نسبت ای جسم
تیرے ہم راہ یہاں تا بہ لب گور ہوں میں

تم سے کس طرح ملاقات ہو اے سیم تناں
نہ مجھے زر ہی نہ صاحب مقدور ہوں میں

جس قدر واں ہے غرور اس سے زیادہ یاں عجز
کیا تعجب ہے اگر عجز پہ مغرور ہوں میں

دور ساغر سے ترے کیا ہے غرض ای ساقی
گردش چشم سیہ مست سے مسرور ہوں میں

حالت نزع میں بکتا ہوں یہی ای جوشش
آ عیادت کو مری یار کہ رنجور ہوں میں

۲۹/۹ ۲
رہے کیوں کر نہ ساقی دختِ رز دل گیر شیشے میں
یہاں تک شیشے میں رکھا کہ ہو گئی پیر شیشے میں

نگہ کے تیر و ناوک دیکھ کر میں دل میں حیراں ہوں
ترازو ہو گیا ہے کس طرح یہ تیر شیشے میں

منقش دل میں جو ہوتا ہے وہ سمجھا نہیں جاتا
نظر آتا ہے جو کچھ ہے تحریر شیشے میں

ہمارے دل کو مے پینے سے ای ساقی لحاظ آیا
مے قاتل تری کر لی جو تجھ تاثیر شیشے میں

عبث کہتی ہے خلقت مے کو ساقی دیو شیشے کا
پری کی سی نظر آتی ہے تصویر شیشے میں

یہ کہ ساقی جیسے پینا ہو پی لیوے مے باقی
یہی ہے قلقل مے کی صدا تقریر شیشے میں

ہوا ہے کون سا مے خوار دیوانہ جو ای ساقی
پھرے ہے موج مے کی تو نئے زنجیر شیشے میں

طلا کی طرح چہرہ سرخ کر دے میرا تب جانوں
نہیں تو مجھ کو کیا ساقی جو ہے اکسیر شیشے میں

ہجوم غم سے صورت ہو گئی تبدیل ای جوشش
نہایت ہم ہوئے منہ دیکھ کر دل گیر شیشے میں

۳۳/۴
صفا ذاتی ہے ای شیشہ گراں ہر چند شیشے میں
پہ کیا معنی کہ ہو اس سینے کے مانند شیشے میں

سکھے کیوں کر نہ خلقت مے کو ساقی دیو شیشے کا
زمیں میں گاڑ دیتے ہیں اسے کر بند شیشے میں

شکستِ دل کی بھی تدبیر ممکن تھی زمانے میں — کسی سے یار و لگ سکتا اگر پیوند شیشے میں
ذرا انگور دے کو دیکھ جوشش کیا زمانہ ہے — پدر پتھر پہ لوٹے اور رہے فرزند شیشے میں

۱۴۱ / ۵

مقدور کیا جو تجھ سے میں ردّ و بدل کروں — جو کچھ تری رضا ہو اسی پر عمل کروں
موقوف رکھ نہ وعدۂ فردا پہ دید کو — جو کام آج کا ہو اسے کیوں میں کل کروں
بھاگا پھروں ہوں صحبتِ اہلِ جہان سے — کیا فائدہ جو کام میں اپنے خلل کروں
سر دے چکا ہوں راہِ محبت میں یار کی — ممکن نہیں کہ منتِ تیغِ اجل کروں
جوشش کبھی جو نارِ حسد ہو شعلہ زن — اپنے ہی نفس شوم سے جنگ و جدل کروں

۲۴۲ / ۵

یہ تمنا ہے کہ قربِ آئینہ سا پیدا کروں — وہ مجھے دیکھا کرے اور میں اسی دیکھا کروں
کھولتے ہیں خدا کے صد تکلیف ہووے گی اسے — آگے تو تیرے بال و پر پہ کچھ نثار کروں
ذکر کیا پرواز کا اے ہم صفیرانِ چمن — مغتنم ہے گر قفس میں بال و پر پیدا کروں
عشق کے بازار میں اب تو خریداری نہیں — چاہتا ہوں آپ اپنی جان کا سودا کروں
آرزو ہے مجھ کو اے جوشش کہ میں گردش زدہ — اس کے دامن کی طرح پاؤں پہ نت لوٹا کروں

۲۴۳ / ۵

ہم صفیرو کیا کروں جس وقت گھبراتا ہوں میں — اس قفس کے در تلک جا جا کے پھر آتا ہوں میں
ایک دم فرصت نہ اپنے دیکھنے کی دی تجھے — رو بہ رو سے تیرے اب مائل کہاں جاتا ہوں میں
دو گھڑی روتا ہوں اور دو اک گھڑی پڑھتا ہوں شعر — اس دلِ ناشاد کو اس طرح بہلاتا ہوں میں
داد بھی تو دی کبھی اس کی بھلا اے نکتہ چیں — شعر کے کہنے میں کیا خونِ جگر کھاتا ہوں میں
غیر سے ہے گرم جوشی اس کو اے جوشش مدام — پر یہ کیا باعث خفا ہوتا ہے جب جاتا ہوں میں

ہم راہِ سیلِ اشک بھرے ہیں جہاں پھروں ۲۴۴/۳ چشم تر لیے ہوئے یارب کہاں پھروں
اے چرخ تیرے دستِ تعدی سے کب تلک آشفتہ حال و خاک بسر میں یہاں پھروں
تو نے تو سارے کوہ و بیاباں بسا دیے — [illegible] رشک بیٹھوں کہاں میں کہاں پھروں
تیری ڈر سے کب میں جاتا ہوں کہیں ۲۴۵/۴ جب تلک میری اجل آتی نہیں
مجھ پہ غصہ غیر پر لطف و کرم چاہیے یوں ہیں تجھے صد آفریں
ایسی اپنی جان سب کو ہے عزیز کون ہو سکتا ہے تیرا ہم نشیں
اشک سوزاں بیت تلک آنکھوں میں تھے شمع ساں جلتی رہے گی آستیں
لے گئے دل ہم سے ہیں پر بتا نہیں کون سا یہ ناز ہے لے نازنیں
موجبِ آزردگی فرمائیے اس قدر رہتے ہو کیوں چیں بر جبیں
جی میں ہے اک اور بھی کہیے غزل — مجھ کو خواہش آتی ہے جوشش زہے
کیا کروں کچھ فکر ہو سکتی نہیں ۲۴۶/۹ رو بہ رو ہے دوست دشمن در کمیں
لب پہ تو خط کے نہ جی در ڈرا ہو نیش سے خالی نہیں یہ انگبیں
ہم تو مل سکتے نہیں عجب تو ہے تو اگر چاہے تو کچھ مشکل نہیں
سینۂ سوزاں سے اب بھی ہاتھ کھینچ کیا جلا ہی دے گی آہِ آتشیں
سیکڑوں دل ہیں بندھے فتراک میں کیوں نہ گل گوں ہو ترا دامانِ زیں
ان دنوں جوشش ترا کیا حال ہے — دم بہ دم رہتا ہے تو اندوہگیں
اُن نے پہلے ہی پہل پی ہے شراب آج کے دن ۲۴۷/۹ بولو دل کھول کر اے چنگ و رباب آج کے دن

اے اجل جا ترحم ہی کہ یہ عاشق زار — کوچۂ یار میں ہی پائی تراب آج کے دن
یار بدمست ہوا سب پہ چھڑکتا ہی شراب — نہ کرے واعظ شہر اپنی کتاب آج کے دن
روز نوروز ہی ملتے ہیں سبھی آپس میں — کوئی کرتا ہی کسی پر بھی عتاب آج کے دن
عید قربان ہی بتاں کیوں نہیں سرگرم جفا — قتل عشاق سمجھتے ہیں ثواب آج کے دن
دورِ دورِ لبِ جاناں ہی عجب کیا جو شمس — مے کدے شہر کے ہوئیں جو خراب آج کے دن

۳۴۸/۶
کیوں نہ خوش آئی تری عشق میں دیوانہ جان — خلق کرنے لگی نفرت مجھے دیوانہ جان
بندگی سے تری ہم ہاتھ اٹھانے کے نہیں — اپنے بندوں میں سمجھ یا ہمیں بیگانہ جان
عاشق زار نہ کر منت ساقی زنہار — دیدہ و دل ہی کو تو شیشہ و پیمانہ جان
شیخ آزردہ نہ ہو دیکھ کے مسجد میں ہمیں — سہو سے آگئے تھے ہم اسے مے خانہ جان
کوئی ان جلوہ فروشوں سے نہ لے سودا — ایک ہی جلوے کا جو مانگیں ہیں بیعانہ جان
جلوہ گر تو ہی اس دل میں اسی کا جو شمس — خواہ کعبہ تو سمجھ خواہ تو بت خانہ جان

۳۴۹/۷
جب سدوں یاد تری کوچے کی سر زمیں — ہو جائے موج اشک سے زیر و زبر زمیں
اگتا ہی داغ دل لیے لالہ جو باغ میں — مدفون تجھ میں ہے کوئی تفتہ جگر زمیں
اس قد کو دیکھ رہ گئے ہولے سرو یاں تلک — آجائے نرم ہو کے ترے تا کمر زمیں
بے خود خیال یار میں ہوں کچھ خبر نہیں — کس طرف آسمان ہے اور ہے کدھر زمیں
ابر مژہ کے فیض سے اب کے بہار میں — سبزے سوا کچھ نہیں آتی نظر زمیں
وعدہ غلط جواب لکھا اب یا جواب دے — تا چند ناپے آہ مرا نامہ بر زمیں

جوشش کا حال دیکھ جو کوئی روئے اس قدر — داماں و آستیں تو کیا ہوئے تر زمیں
۳۵۰ موتی دامانِ قطرہ سے کیوں نہ رولے آستیں — اشک کے کیا کیا اُٹھاتی ہے جھکولے آستیں
آستینیں کھینچ کر ہاتھوں سے اس نے باندھ دیں — یار کی باندھی ہوئی ہیں کون کھولے آستیں
تو ہی اب پونچھے تو پونچھے اشکِ آتش ناک کو — اپنے ہاتھوں میں تو پڑ گئے ہیں پھپھولے آستیں
موتیوں کے دانے فیضِ چشم سے داماں میں — سب طرح کے ہیں بڑے چھوٹے مجھولے آستیں
جس گھڑی تو پونچھتی ہے اشکِ چشمِ یار سے — جیب و داماں کے کوئی دل کو ٹٹولے آستیں

۳۵۱ بے یار اس چمن میں کہو دو نہ آئے باراں — بھڑکے گی آگ دل کی لگتے ہوائے باراں
آنسو کا ہے یہ عالم اس شمع رو کے آگے — جھمکیں ہیں روشنی میں جوں قطرہائے باراں
ساون کی رات تجھ بن گزری ہے اس طرح سے — ادھر صدائے گریہ ادھر صدائے باراں
کشتِ امید سیراب اپنا ہے آنسوؤں سے — ہم تو دعا نہ مانگیں ہرگز برائے باراں
اے برقِ نالہ تجھ سے ہے طرح صاعقے کی — ابرِ قطرہ سے اپنے قائم بنائے باراں
ماتم مطرب اور ساقی بے یار کل چمن میں — سر پیٹ پیٹ روئی کہہ کہہ کے ہائے باراں
کل وصل کا ہے وعدہ کھل جائے تو بھلا ہے — ورنہ یہ آہ ہے اور دولت سرائے باراں
ابر و ہوا و مے ہے چنگ و رباب دف ہے — جوشش ہے سب مہیا خالی ہے جائے باراں

۳۵۲ تجھ سے ہم بزم ہوں نصیب کہاں — تو کہاں اور میں غریب کہاں
بے قراری نے مار ڈالا ہے — صبر کیسا دھر ہے اور شکیب کہاں
دل میں اس بت کے ہے جگہ میری — میں جہاں ہوں وہاں رقیب کہاں

۳۵۳ / ۵۶
بھاتا ہے تیرے آگے کب مجھ کو یار گلشن — صدقے کیے ہیں تجھ پر ایسے ہزار گلشن
شبنم نہیں ٹپکتی بادِ صبا گلوں سے — روتا ہے اس کی خاطر یہ زار زار گلشن
گل ہائے صبح دیکھتے ہی رشکِ چمن کو میرے — کیا پڑ گئی تھی پھیکی تیری بہار گلشن
گلشن میں جا کے جب ہو گل رو مرا غزل خواں — سب بلبلیں ہوں صدقے اور ہوشیار گلشن
سینے کو دل جگر کو دامن کو میرے دیکھے — دیکھے نہ ہو بس جس نے اکٹھے دو چار گلشن
— دیکھیں بہار جس دم ہیں داغ دارِ دل کی — آنکھوں میں بلبلوں کی ہو خار خار گلشن

۳۵۴ / ۷
یا جان کی ہیں گاہک یا دل کی چور آنکھیں — اے یار چشمِ بد دور ہیں تیری زور آنکھیں
وہ انتظار کش ہوں مانندِ نرگسستاں — میرے مزار سے ہوں پیدا کرور آنکھیں
خوش چشم کیسے کیسے دیکھے ہر ایک کی بھی — دیکھیں ہوں ایسی آنکھیں تو ہوں میں کور آنکھیں
جس سے دوچار ہو گئیں دل اس کا لے ہی چھوڑا — ہوتی کہاں ہیں پیاری ایسی نگور آنکھیں
تیغِ نگاہ تیری غیر دل پہ چلتے دیکھی — کیوں کر نہ ہوں لہو میں پھر شور بور آنکھیں
جامِ شراب جس دم پہنچا ترے لبوں تک — میخانہ جہاں میں ماریں گی شور آنکھیں
— آئی شبِ جدائی مانندِ شمع جوشش — رونے ہی روتے اس شب کر دیں گی بھور آنکھیں

۳۵۵ / ۵
باتیں جو کچھ تھیں ننگ و ناموس کی ڈبوئیں — رو رو کے تو نے آخر آنکھیں بھی اپنی کھوئیں
دل میں جگر میں اپنی مژگاں دکھا دکھا کر — اس چشمِ پر فسوں نے کیا سو سناں چبھوئیں
کب گل نے دیکھ تجھ کو پھاڑا نہیں گریباں — کب دھاڑ مار تجھ بن یاں بلبلیں نہ روئیں
تیرے خیال میں تا شب خواب آ نہ جائے — لوہو کے آنسوؤں سے تا صبح آنکھیں دھوئیں

مت رحم سے نہ دیکھا لے رحم تے ادھر کو — جوشش ہماری آنکھیں بہتیرا رو ئیں ہوئیں

۳۵۶
ہے ان دنوں شاید نظرِ یار پریشاں — دیکھے ہے سدا خواب یہ بیمار پریشاں
ہے دشمنِ جمعیتِ دل لے مری بدمست — یہ لٹ ہی دستار یہ گفتار پریشاں
کس طرح پریشاں نہ رہے خاطرِ عشاق — رہتا ہی ترا طرۂ طرار پریشاں
کچھ خوبیِ گل میں ہی خلل بلبلو ورنہ — دیکھا نہیں کوئی ہو طرحدار پریشاں
دیکھا ہی تری زلف پریشان کو جب سے — جو آ و نکلتی ہے مری یار پریشاں
جمعیتِ کونین ہی اس قت میں جوشش — جس بزم میں آ جمع ہوں دو چار پریشاں

۳۵۷
کیا بات ہے تیرے حسن کی اے افتخارِ حسن — رشکِ بہار لالہ و گل ہے بہارِ حسن
میری طرف سے حسن کے دل میں غبار تھا — یہ خط نہ ہو نمود ہوا ہے غبارِ حسن
محروم دیدِ یار رہوں میں سیاہ بخت — زلفِ سیہ ہمیشہ رہی ہم کنارِ حسن
جوں گل بہارِ حسن کو بھی عارضی سمجھ — مغرور حسن پہ نہ ہو کیا اعتبارِ حسن
اختر نہ ہوئیں چرخ پہ گردش میں تجھ کو دیکھ — کرتے ہیں مہر و ماہ یہ گوہر نثارِ حسن
یہ دھوم اس کے حسن کی آفاق میں نہ ہو — جوشش کا دل نہ ہو اگر آئینہ دارِ حسن

۳۵۸
عشقِ ہستی سوز آ جا بھی کہیں — آگ اس دل میں لگا جا بھی کہیں
مجھ کو اے ساقی خودی کا ہی خمار — بے خودی کی مے پلا جا بھی کہیں
سرگزشت اپنی جو ہم کہنے لگے — وہ جھڑک کر یوں اٹھا جا بھی کہیں
دل کو بے تابی ہے جی کو بے کلی — یار ٹک مکھڑا دکھا جا بھی کہیں

اس گھڑی ناصح خفا بیٹھا ہوں میں　　کیوں بکاتا ہے بھلا جا بھی کہیں
جوشش حیرت زدہ ہے حد ملول　—　اشک اس کا منہ دھلا جا بھی کہیں
میرے پہلو میں تڑپتا ہی پڑا ان روزوں　٥٩ ٢٥/٢　دل نے اک شغل نکالا ہے نیا ان روزوں
آ بھی اے عہد شکن راہ ترے آنے کی　　دل جدا دیکھے ہے اور دیدہ جدا ان روزوں
دوستی تیری مری یار نبھے گی کیوں کر　　تو تو ہر بات میں مانے ہے برا ان روزوں
جاں بری اپنی کسی طرح نظر آتی نہیں　　ہم سے پھرتا ہی وہ خوں خوار خفا ان روزوں
صید دل دام میں زلفوں کے گرفتار ہوا　　کیوں نہ ہو حال پریشان مرا ان روزوں
خوں مرا تو نے جو پامال کیا تو خوب کیا　　تیرے پاؤں میں نہ تھا رنگ حنا ان روزوں
گلشن دہر میں جوں غنچۂ گل اے جوشش　—　ٹھہری ہے خون جگر اپنی غذا ان روزوں
سنے ہے کون کریں تجھ سے ہم بیاں تجھ بن　٢٦/٣　جو کچھ کہ ہم پہ گزرتی ہے مہرباں تجھ بن
کسی کی آنکھوں میں ہوئی بہشت ہم کو کیا　　ہماری چھاؤں میں تو جلتا ہے یہ جہاں تجھ بن
ہوا ہے آہ ہی سوز فغاں ترشح اشک　—　غرض میں کیا کہوں ہے کچھ عجب سماں تجھ بن
ہیں دل جگر ہمارے یہ ہمرہان دونوں　١٦/٥　پہنچے ہیں آسماں پر ہمراہ آہ دونوں
ہے بزم بے وفائی رونق پذیر ان سے　　روشن رہیں یہ تیری چشم سیاہ دونوں
اے ترک چشم تیری خوں ریزی مژہ سے　　بیٹھیں ہیں سرگنہگار اور بے گناہ دونوں
بیمار دل کے ہمدم اک درد و غم تھے سو بھی　　بہر عیادت آتے ہیں گاہ گاہ دونوں
کوئی زلف کو کہے زلف کاکل کو سمجھے کاکل　　اپنی نظر میں تو ہیں مار سیاہ دونوں

غارت گر دل و جاں جب ہو سیاہ مژگاں — کیا گبر کیا مسلماں مانگیں پناہ دونوں

تنہا کٹے گی کیوں کر لے سیل اشک کہتے تو — ہم دم دل و جگر تھے ہو گئے تباہ دونوں

کیا شیخ کیا برہمن ہیں پھیر میں دوئی کے — گم راہ ہو گئے ہیں بھولے ہیں راہ دونوں

گردش میں مہر و مہ نہیں اس شعلہ رو کے ڈر سے — یہ ڈھونڈتے پھرتے ہیں جوشش پناہ دونوں

جب تک اس میں غم دنیا ہو یہ دل شاد نہ ہو — ۲/۳/۶ — چور جس گھر میں ہو وہ گھر کبھی آباد نہ ہو

کور وہ چشم نہ ہو جس کو تصور تیرا — مردہ وہ دل کہ سدا جس میں تری یاد نہ ہو

معرفت تجھ ہی سے وابستہ ہے اے جذبۂ عشق — ہم کہیں کے نہ رہیں گر تری امداد نہ ہو

گلشن دہر میں سرسبز نہ ہوئے ہرگز — سرو کی طرح یہ دل جب تئیں آزاد نہ ہو

برہمن اس کو نہ سن وجد میں آ جائے گا — نالۂ دل ہے یہ ناقوس کی فریاد نہ ہو

جان تک اس کی ہوا خواہی میں دوں اے جوشش — پر یہی ڈر ہے کہ محنت مری برباد نہ ہو

اے رفوگر تو رفو کر کے پشیماں نہ ہو — ۳/۴/۶ — یہ تو ہے چاک جگر چاک گریباں نہ ہو

لطف سمجھے نہ کبھی میری پریشانی کا — جو تری زلف کے مانند پریشاں نہ ہو

نہ گریباں ہے نہ داماں ہے اے دست جنوں — عشق میں مجھ سا کوئی بے سر و ساماں نہ ہو

عید قرباں کی میسر نہ ہو اس کو شادی — تیغ ابرو پہ تری جو کوئی قرباں نہ ہو

ہم نے ٹھہرایا ہے وہ مذہب مشرب اپنا — جس سے آزردہ کوئی گبر و مسلماں نہ ہو

جلوۂ حق نہ نمایاں ہو کبھی اے جوشش — جلوہ فرما جو یہاں حضرت انساں نہ ہو

تیری محفل کی ہوا اے یار میسر نہ ہو — ۴/۵/۶ — شعلۂ شمع سحر کی طرح دل مضطر نہ ہو

ناقصوں کو صحبتِ کامل جو کامل کر نہ دے
قطرۂ نیساں صدف کے منہ میں جا گوہر نہ ہو

شک سمجھا اور بوجھ کر دل آ گئے اس کے جا ہو
ہے نگاہِ تند تیز اس ترک کی خنجر نہ ہو

قاصد اس سے اتنا ہی کہیو ہی قصہ مختصر
گر لکھوں لکھنے کو حالِ دل دوات و فقر نہ ہو

اس کو ہی عزمِ سفر بار شش شگون اچھا نہیں
چشمِ ناانصاف رہ جا بھی کہیں ٹک تر نہ ہو

یار غیروں نے کیا مشہور عاشق گر مجھے
میری کیا تقصیر ناحق غصہ تو مجھ پر نہ ہو

بے کسی اک دن نہ اک دن گر ہی گئی ہے ہزاں —
مہرباں نامہرباں ہم پر بھلا بہتر نہ ہو

۳۰۵ / ۱۱

پریشان لٹ زلف ہر دم نہ ہو
سنانِ مژہ کی تہ پر چشم نہ ہو

طبیبو یہی آرزو ہے مجھے
مرے داغ پر پھائے مرہم نہ ہو

مرا حال درہم نہ ہو اس قدر
جو زلفِ سیہ اس کی برہم نہ ہو

جفا کار ہو دیتری دولت زیاد
مرا آہ و نالہ کبھی کم نہ ہو

جلوں شمع ساں گرمیِ عشق سے
دمِ سرد میرا جو بے دم نہ ہو

وہی دم دمِ آخری ہو مرا
تری یاد بس صرف جو دم نہ ہو

صفا پر دراں شعلہ رو دل جلا
کبھی آگ اور پانی باہم نہ ہو

لبوں پہ ترے دانت تو ہے مگر
ڈروں ہوں کہیں پہ شکر سم نہ ہو

سدا رو بہ رو ہی نہ خورشید رو
کبھی خشک یہ دیدۂ نم نہ ہو

نہ سجدہ کرے کوئی محراب کو
قد اس کا تواضع سے گر خم نہ ہو

غم اس کا جو ہو فانہ بہ مرد از دل —
تو جوشش کسی چیز کا غم نہ ہو

اگر بیتابی دل سے لکھوں کچھ بس کو مضطر ہو — ٣٥٦/۵ — تو آپ ہی اُڑ چلے نامہ نہ محتاج کبوتر ہو
ملال دہر کب روشن دلاں خاطر میں لاتے ہیں — نہیں ممکن کہ خاکستر سے آئینہ مکدر ہو
جدائی میں اگر ہوں طالب جمعیت خاطر — تری زلفوں ہی کے مانند میرا حال ابتر ہو
ہزاروں کو وہ اک ہی بات میں یار جلاتا ہے — لب معجز بیاں کا اُس کے جو منکر ہو کافر ہو
وہی ہو مختلط اُس شعلہ رو کے ساتھ اے جوشش — جو کوئی آتش کا پرکالہ ہو یا مثل سمندر ہو

اگر ایک دم تو ہم آغوش ہو — ٣٥٧/۶ — تو عیش دو عالم فراموش ہو
کرے دل بھی اے اشک عزم سفر — اگر بار غم سے سبک دوش ہو
ترے آہ و نالے پہ اے عندلیب — قیامت ہو گل کو اگر گوش ہو
جو ہو چار چشم اُس سیہ مست سے — تو اے شیخ تو بھی قدح نوش ہو
ترے آہ و نالہ سے نالاں ہے خلق — کہیں اب بھی جوشش تو خاموش ہو

یہ زیست طوف دل ہی میں یارب تمام ہو — ٣٥٨/۵ — کافر ہوں گر ارادہ بیت الحرام ہو
وہ دن کہاں نصیب کہ دکھلائے یہ فلک — تو مست ناز ہو مرے ہاتھوں میں جام ہو
اُس لب پہ فوج خط نے کیا اس طرح ہجوم — شہد و شکر پہ مور کا جوں ازدحام ہو
بوسے کی آرزو میں ابھی جان دیجئے — دینے سے جان کے بھی اگر اپنا کام ہو
اپنا تو اس زمین میں مقدور ہی نہیں — جوشش تجھی سے ایسی غزل انصرام ہو

اس تشنہ کے جو قتل کا اُس کو ارادہ ہو — ٣٥٩/٧ — تو آب اُس کی تیغ کی یارب زیادہ ہو
ہے خط کا اُس کے چہرۂ گل رنگ پر یہ رنگ — لیلیٰ کا خیمہ باغ میں جوں ایستادہ ہو

کیفیت اُس کے ساغر لب کی ملی جسے — ساقی سے پھیر دہ نہ طلب گار بادہ ہو
اے شیخ کوزہ پشت تو یہی ہیں تو جل کہاں — مت چلئے کھینچ کھینچ کے مثل کبادہ ہو
اُس سادہ رو کے آگے یہ امکان ہی نہیں — سرسبز ماہ و آئینہ کا روے سادہ ہو
ہر چند صرف کیجیے اس پر دم مسیح — یہ درد دل تو وہ ہے کہ ہر دم زیادہ ہو
جوشش گر آرزوے قدم بوس یار ہے — پامال راہ عشق میں تو مثل جادہ ہو

۳٦
بہ جاے خار تمام اس میں غنچہ و گل ہو — جو شاخ گل کی نہ آرام گاہ بلبل ہو
رہیں سسکتے ہی تیغ نگاہ کے زخمی — اگر نہ یاد اُسے شیوۂ تغافل ہو
اگر زوال نہ ہوئے کمال اہل کمال — تو کیوں ترقی یہ موجب تنزل ہو
حوادثات زمانہ کی تاب لائے وہی — مری طرح جو کوئی صاحب تحمل ہو
یہی مرے دل آزاد کی ہے استدعا — کہ سر سے دور نہ یہ سایہ توکل ہو
ہمارے شعر کو جوشش کر سکوت خوب نہیں — بیان کیجیے اس میں جو کچھ تامل ہو
اسیر دام قفس چھوٹتے ہیں اے جوشش — نہ چھٹ سکے جو گرفتار زلف و کاکل ہو

۳۸/۵
گو کہ عیش ابد میسر ہو — کب خوش آئے جو دل مکدر ہو
اے فلک کب تلک یہ جور و جفا — ہو چکے بھی جو کچھ مقدر ہو
اسے مل کھائے پھرے جو کوئی — ق — اپنا ہم چشم اور ہمسر ہو
ہم سے بندوں کو صاف کہہ بیٹھے — جی میں جو کچھ غریب پرور ہو
اور کچھ چاہتا نہیں جوشش — جبہہ سائی ہو اور ترا در ہو

راغب نہ ہو طبیعت گر جور رو بہ رو ہو   ۳۴۲/۷   اپنی یہ آرزو ہے دنیا ہو اور تو ہو
گر آرزو ہے دل میں اتنی ہی آرزو ہو   تاراج بے نیازی اقلیم آرزو ہو
راہ طلب میں اس کی واماندگی کہاں تک   اے پائے سعی کاہل سرگرم جستجو ہو
بے رشتۂ نگہ ہے بے سوزن مژہ ہے   چاک جگر ہمارا کس طرح سے رفو ہو
شمع حرم کا طالب اے بت میں کس طرح ہوں   میرے کنشت دل میں جب جلوہ ساز تو ہو
عریانی پر ہماری مت طعنہ زن ہو زاہد   یہ دلق وہ نہیں جو محتاج شست و شو ہو
جوشش بہار ہستی اک آن میں خزاں ہے   —   جوں گل نہ اس چمن میں پابند رنگ و بو ہو

جبہہ سائی سے ترے در کی نہ یہ دل سیر ہو   ۳۴۳/۵   محو پیشانی سے اس کی گو خط تقدیر ہو
وہ صفا چہرے میں تیری ہے کہ اے آئینہ رو   دیکھتے ہی تجھ کو گویا طوطی تصویر ہو
کس طرح اس کی جگہ ہو دل میں تیرے سنگدل   جس کا نالہ بے اثر ہو آہ بے تاثیر ہو
پوچھنا اس ناتواں سے حال کیا حاصل جسے   قدرت تقریر ہو نے طاقت تحریر ہو
وہ تو آتا ہی نہیں گور غریباں کی طرف   —   ورنہ اے جوشش ہماری خاک دامن گیر ہو

آئے ہے یار دیکھیے کیا ہو   ۳۴۴/۵   ہے ستمگار دیکھیے کیا ہو
اول عشق میں تو ہے یہ حال   آخر کار دیکھیے کیا ہو
دل جگر جان لے چلا تو ہوں   اس کو درکار دیکھیے کیا ہو
بڑھتا جاتا ہے عشق کا آزار   اے دل آزار دیکھیے کیا ہو
اس کے بیمار چشم کا جوشش   غم ہے غم خوار دیکھیے کیا ہو

۳۶۵ ہے آرزو بغل میں دو دست شراب ہو ساقی ہوا در بہار ہو چنگ و رباب ہو
جس وقت بے حجاب وہ پی کر شراب ہو بیتاب دیکھتے ہی اُسے آفتاب ہو
سیراب خضر آبِ بقا سے ہوا تو کیا ممکن نہیں کہ لب سے ترے کامیاب ہو
حاصل ہوئی ہے عشق میں اپنے گدازگی دل یہ چلا ہے عشق کے ہمراہ آب ہو
آتا ہے آج یار مرا برسرِ غضب آجائے اُس کے سامنے اب جس کو تاب ہو
آئے ہے یاد روئے عرقناک گل رخاں ابر مژہ سے کیوں نہ ترشح گلاب ہو
جوشش بہار بام پری دیوار و در فلک — اس چشم اشکبار کا خانہ خراب ہو

۳۶۶ میں نے پوچھا خوش مرے آنے سے ہو بول اُٹھا میاں تم دیوانے سے ہو
کام جو کرتی ہے تیری چشم مست نے دو شیشے سے نہ پیمانے سے ہو
عشق مرنے کو ابھی مرجائیے تجھ سے چھٹکارا جو مرجانے سے ہو
کیوں پڑی ہے زلف کے دل میں گرہ کھولے اس عقدے کو یہ شانے سے ہو
یاد زلفوں کی تصور چشم کا مجھ ہی سے دیوانے مستانے سے ہو
قمری و بلبل بھی عاشق ہیں مگر آگ میں کودے نہ پروانے سے ہو
آشنائی آشنا تجھ سے کرے یہ نہ اپنے سے نہ بیگانے سے ہو
مے کدے میں تم کو دیکھا ہے کبھی شیخ صاحب جانے پہچانے سے ہو
جلوہ گر اس میں پری رخسار ہیں کس طرح دل کم پری خانے سے ہو
دل نے حاصل کی ہے پژمردگی گل کا جو احوال مرجھانے سے ہو

دل کی دولت منزلِ جاناں ملی — کعبے کو ہم پہونچے بت خانے سے ہو
رات دن سرگشتہ ہوں جوں گرد باد — کیوں نہ الفت مجھ کو ویرانے سے ہو
خال یا خط دیوے اے جوشش فریب — صید دل نے دام نے دانے سے ہو

۳۴۷
اور کچھ ہو یا نہ ہو یہ کام ہو — وہ بغل میں میری صبح و شام ہو
قاصد اشک اپنی سرگرمی تو کر — میرے اس کے نامہ و پیغام ہو
پھونک اے چشم فسوں گر وہ فسوں — جس سے اس بیمار کو آرام ہو
زلف اور رخ کی پرستش شرط ہے — کفر ہووے شیخ یا اسلام ہو
وحشیِ دشت جنوں اے زلف یار — کیوں نہ ہو پابند جب یہ دام ہو
دم نہ مارے برق اس کے روبرو — گر علم وہ تیغ خون آشام ہو
گر لبیں جوشش سے یہ شیریں لبان — شہد و شکر تلخی دشنام ہو

۳۴۸
چاہیے بہتیرا کوئی پر کیا ہو — ہو وہی جو رضائے مولیٰ ہو
مہر و مہ اس کی آنکھ پر نہ چڑھے — اک نظر جس نے تجھ کو دیکھا ہو
... غیر کی سامنے کر دی — یا الٰہی کہیں بھی ایسا ہو
کیا تماشا ہو اے نسیم سحر — غنچۂ دل مرا اگر وا ہو
عشق میں جب سے ہم ہوئے رسوا — اس طرح سے نہ کوئی رسوا ہو
اس کی زنجیر زلف کو جوشش — جو کوئی دیکھے اس کو سودا ہو

۳۴۹
مسکرانے پر تری دیکھے جو حیران غنچے کو — گل دکھائے چاک چاک اپنا گریبان غنچے کو

کب رہے گا دامن گل میں زر گل بلبلو — دیکھتا ہوں صورت دست و گریباں غنچے کو
شمع کی لو جان کر مارے ہے نت دامن صبا — کیوں چھپا لیتا نہیں گل زیر داماں غنچے کو
جب چمن میں بیٹھکر وہ غنچہ لب ہنسنے لگا — تاب دل ہر گل کو دیکھا اور خنداں غنچے کو
باغ میں لائے یار گوش و گوشوارہ کو دکھا — کیوں خجل کرتا ہے گل کو اور پشیماں غنچے کو
ہے تجھے جمعیت خاطر شاید دشمنی — جو کیا تو نے صبا جوں گل پریشاں غنچے کو
حسرت آجائے گا جوشش تجھ پہ مت تشبیہ دے — گل رخوں کے منہ سے کیا نسبت ہے ناداں غنچے کو

۲

آگ دے دو جہاں کے حاصل کو — پاک کر عشق خرمن دل کو
چل نہیں سکتے مثل نقش قدم — دور سے دیکھتے ہیں منزل کو
تا نہ ہووے گزار حرص و ہوا — بند کر چھوڑیے در دل کو
جذبۂ عشق کھینچ لاتا ہے — دور تلک بستر سے ہم بے کاہل کو
گر تجھے دیکھنا ہو صورت حق — دل سے دھو ڈال نقش باطل کو
بے کسی سے یہی گلہ ہے مجھے — تھام لیتی ہے دست قاتل کو
فکر دنیا کہاں تلک جوشش — دور کر اس خیال باطل کو

۳

لے جائیے جو ساقی تو دل بے قرار کو — جنبش میں لائیے رگ سنگ مزار کو
ساقی ترے لبوں پہ نظر پڑ گئی مری — کس طرح منہ لگاؤں مے خوش گوار کو
رہنے دے کوئے یار میں تا پائمال ہو — اے اشک مت بہا مری مشت غبار کو
داماں ترا ہوئے گا آلودہ گرد سے — پامال کیوں کرے ہے تو اس خاکسار کو

جوشش شب فراق میں دُرِّ سرشک سے — معمور دیکھتا ہوں میں جیب و کنار کو

چھوڑ دے مار لات دنیا کو ۳:۲/۶ کچھ نہیں ہے ثبات دنیا کو

ہاتھ آئی ہے جس کے دولتِ فقر — اُن نے ماری ہے لات دنیا کو

زالِ دنیا ہی سا وہ ہے بدذات — جو کہے نیک ذات دنیا کو

دامِ الفت میں سب کو کھینچے ہے — آگئی ہے یہ گھات دنیا کو

پشتِ پا مارے مسندِ جم پر — جو لگائے نہ ہاتھ دنیا کو

ہے پسِ مردم بہ دم دیدارِ یار آئینے کو ۴:۳/۷ جی میں آتا ہے کروں میں سنگسار آئینے کو

اپنی صورت پر نہ عاشق آپ ہو جائے کہیں — بے طرح وہ دیکھتا ہے بار بار آئینے کو

خاکساری ہی جلا دے خاطرِ روشن دلاں — جس طرح سے صاف کرتا ہے غبار آئینے کو

کون سی خوبی تھی اس میں یا بغیر از سادگی — عکس نے تیرے دیا زیبِ بہار آئینے کو

ننگ آرایش سے تجھ کو کیوں نہ ہو ای سادہ رو — زیب دیتا ہے کوئی نقش و نگار آئینے کو

بوالہوس کا ہو گیا منہ زرد خوفِ جان سے — جس گھڑی وہ ترک نکلا سج کے چار آئینے کو

ذکر کیا اُس سے ہم آغوشی کا جوشش جو کبھی — عکس سے اپنے نہ دیکھے ہم کنار آئینے کو

یوں پاس بٹھانے کو بٹھا یار کسی کو ۲:۳/۵ پر دل میں جگہ دیجو نہ زنہار کسی کو

خنجر ہے مژہ تیر نگہ تیغ ہے ابرو — جیتا کوئی چھوڑیں ہیں یہ ہتھیار کسی کو

حیرانی یہ آئینے کے آئے ہے مجھے رحم — اللہ نہ دے حسرتِ دیدار کسی کو

سو طرح کے محبوب ہیں اس دہر میں لیکن — دیکھا نہیں میں تجھ سا طرحدار کسی کو

نکلا جو ہے دل پیچھے گھبرا کے اے جوشش — ٹھہرا ابھی ہے اس کا خریدار کسی کو
کیا سرسبز رونے نے میرے دشت بیاباں کو ۵ب۳ بنایا آبلہ پائی نے گل خار مغیلاں کو
گریباں چاک کرنے کا ہمیں جوں ہی خیال آیا نکالا ڈھونڈ کر دامن ہی سے اپنے گریباں کو
ابھی ہو جائے اس دوران کو دوران سر پیدا اگر ٹک دیکھے جامہ زیب تیری دور داماں کو
پریشانوں کو تیرے ہو گئی جمعیت خاطر نظر بھر جس گھڑی دیکھا تری زلف پریشاں کو
لگا لوں کس طرح سینے سے ہوگا جان کا سودا میں اپنے دل سے بہتر جانتا ہوں اس کے پیکاں کو
بت بے رحم ہوگا مہرباں یہ جان کر ہم نے نیاز اس کی کیا تھا جان و دل کو دین و ایماں کو
نہ لائے تاب اے جوشش ابھی بے تاب ہو جائے — اگر خورشید بھی دیکھے ہماری ماہ تاباں کو

ادھر زنداں کی الفت کھینچتی ہے اس دوانے کو ۳۶/۵
ادھر وحشت کھڑی رہتی ہے نت سر پر بلانے کو
جدھر دیکھوں ہوں میں یارب ادھر ہی اپنی ہی صورت
نگہ سنگ حوادث سے رکھ اس آئینہ خانے کو
مے گلرنگ غنچوں کی صراحی میں بھرے بلبل
بہار آئی ہے گلشن میں بھلا کس کے پلانے کو
جگر دل سینہ و سر ان میں سے جس کو مقرر کر
یہی چو رنگ بہتر ہیں تری تیغ آزمانے کو
سخن کو اپنے دل میں کیوں نہاں رکھتا ہے اے جوشش

صدف میں رہنے دیتا ہے کوئی موتی کے دانے کو

پیری میں بھلا ڈھونڈے ہے کیا بخت جواں کو ۔ ۱۳ اب قطع محبت ہی ہوئی جسم سے جاں کو

موقوف کر اس بزم میں یہ چرب زبانی — اے شمع تو کیوں کٹوائے ہے اپنی زباں کو

بے نام و نشانی ہی بڑا نام و نشاں ہے — کیا نام و نشاں چاہیے بے نام و نشاں کو

اس منزل ہستی میں ٹھہرتا نہیں کوئی — کیا جانے کہ یہ قافلہ جاتا ہے کہاں کو

انسان تو ہے صورت حق کعبے میں کیا ہے — اے شیخ بھلا کیوں نہ کروں سجدے بتاں کو

جوشش گل مضموں چمن طبع کا تیرے — دیکھے نہ کبھی تا بہ ابد روئے خزاں کو

قاتل ذرا تو کہہ دے بہ تیغ نگاہ کو ۳ — پہنچا دے اپنی داد کو اس دادخواہ کو

روشن دلوں کے گر نہیں درپے سیہ دلاں — گردش میں کیوں رکھے ہے فلک مہر و ماہ کو

آنکھیں پر اشک آہ بہ لب رنگ زرد ہے — کس طرح سے چھپایئے اس دل کی چاہ کو

زاہد نہ رہنے پائیں گے آباد دیکھے — جب تک نہ ڈھایئے گا تری خانقاہ کو

یارب جو دی ہے الفت گل بلبلوں کے تئیں — رنگ اثر سے دور نہ رکھ ان کی آہ کو

زاہد سبب تجھے غرور مجھے خوف باز پرس — پہنچے نہ بندگی تری میری گناہ کو

جوشش ملے ہے دست تاسف کرے ہے غم — دیکھے ہے جو کوئی میرے حال تباہ کو

دیکھتے ہی اس رخ پر نور کو ۲۰۹ — بھول گئی اپنی تجلی طور کو

میرے داغ دل پہ رکھ کر اے طبیب — کیوں جلایا مرہم کافور کو

جب کہوں احوال دل کہتا ہے یار — دور کر اس قصۂ مشہور کو

جب سے دیکھی ہے تری زلف سیاہ   دوست رکھتا ہوں شب دیجور کو
دیدۂ گریاں نے جوشش ہجر میں — دی خجالت دیدۂ ناسور کو

٣٨٠ پ ناصح نہ نصیحت کر شیدائے محبت کو   رسوائی سے کیا ڈر ہے رسوائے محبت کو
ساقی یہی ڈھڑکا ہے پتھر سی تری باتیں   آسیب نہ پہنچا دیں مینائے محبت کو
لازم ہے کنارہ تو ہر بحر کو یاں لیکن   ساحل نہ دیا حق نے دریائے محبت کو
پھرتا ہی رہا جب تک تھا قیس میں دم باقی   طے کر نہ سکا لیکن صحرائے محبت کو
حاضر ہے دل سوزاں میرا اسے آ دیکھے   دیکھا ہی کوئی چاہے گر جائے محبت کو
جوشش نہ خرید کچھ اس عشق کی دکاں سے — سر دے کے لیا ہم نے سودائے محبت کو

٣٨١ روتے ہیں اس کی یاد میں ہم اپنے بخت کو   داماں میں لیے جگر لخت لخت کو
نالاں ہے خلق سختی دوراں سے دیکھیو   مت اختیار کیجیو وضع کرخت کو
میں جل رہا ہوں داغوں سے مت قتل کر مجھے   میاں کاٹتا نہیں کوئی پھلتے درخت کو
آہن کو آہ گرم ہماری کرے گداز   نالہ ہمارا نرم کرے سنگ سخت کو
یہ تخت و تاج تیرا مبارک تجھے شہا   بس کیا کروں گا لے کے ترے تاج و تخت کو
دکھا ہے جلوہ کون سے رنگیں لباس کا   گلشن میں گل نے آگ جو دی اپنی رخت کو
جوشش کبھی نہ ہوئے گا بیدار خواب سے — یہ خوب آزما چکے ہیں اپنے بخت کو

٣٨٢ ٥ جا کر کوئی سمجھا دے ٹک اس عہد شکن کو   تازہ نہ کرے از سر نو داغ کہن کو
نادان ہیں جو غنچہ دہن کہتے ہیں اس کو   غنچے سے تو نسبت ہی نہیں اس کے دہن کو

میرے دل پر داغ کا آ دیکھ تماشا | جی چاہتا ہو یار اگر سیر چمن کو
لو مشک کی اس زلف سے کس طرح نہ آئے | وہ دام میں رکھتے ہیں صد آہوئے ختن کو
اس بزم میں خاموش ہی رہ بول نہ چوں شمع — | آوازۂ ہر گوش نہ کر درد سخن کو

۳۸۳ بنا ہی چھوڑیں ہیں آخر وہ جام جم دل کو | مسلتے رہتے ہیں جو لوگ دم بہ دم دل کو
وہی خیال میں ہر دم رہا کرے لیکن | تعلقات سے فرصت ملے ہے کم دل کو
کرم کیا ہے تو اے بیخودی یہ لازم ہے | دکھا ہی چھوڑ تو ہستی سے تا عدم دل کو
بہت کٹھن ہے رہ عشق جی دھڑکتا ہے | الٰہی چھوڑ نہ جائیں یہ درد و غم دل کو
چلا ہی جائے ہے اس کی طرف نہیں تھمتا — | ہزار رکھتے ہیں اپ تھام تھام ہم دل کو

۳۸۴ بس خجل کر تو چکی بارش نیسانی کو | چشم موقوف ہی کر اس گہر افشانی کو
عارض یار پہ خط یوں ہے کہ جس طرح کوئی | ورق گل پہ لکھے آیت قرآنی کو
دل سوزاں سے کنارہ ہی کر اے طفل سرشک | آگ سے ربط کسی طرح نہ ہو پانی کو
میر سامان ازل سخت خجل ہوتا ہے | عشق میں دیکھ مری بے سر و سامانی کو
پھرے روتے ہوئے حیران و پریشاں تب تک | اشک دھو ڈال بھی میرے خط پیشانی کو
لب پہ اس کے نہ ہو یہ خال سیاہی چشمش — | حبشی گنج گہر پر ہے نگہبانی کو

۳۸۵ تکلیف کا نہ نیک نہ دو مجھ خراب کو | یک ساں سمجھ چکا ہوں عذاب و ثواب کو
خوان فلک پہ کون رہے چشم دوختہ | یک کاسۂ شیر گو کہ ملا ماہتاب کو
کشتِ امید اہل ہوس خاک سبز ہو | یہ تشنہ لب سمجھتے ہیں دریا سراب کو

میرے دل و جگر کو تو نے کر جلا دیا
اس طرح بھونتا ہے کوئی بھی کباب کو

آگاہ جو ہیں زیست سوز و گداز سے
ہم چشم داغ دل نہ کہیں آفتاب کو

کل بزم میں خط لب جاناں نے مے کشاں
منسوخ ہی کیا خط جام شراب کو

سرجوش ہیں اپنے نالہ و آہ و فغاں سے ہم
مطرب نہ چھیڑ بربط و چنگ و رباب کو

بحثوں میں اس سے یہ لب و لہجہ کہاں مجھے
کافی ہے خامشی ہی سوال و جواب کو

ساقی کدھر مزاج ہے تیرا شراب دے
مت کر خیال پنبۂ مینا سحاب کو

جوشش یہاں تو طاقت دیدار طاق ہے
ـــ گو آگ دیوے حسن کا شعلہ نقاب کو

۳ ۶
۱۱

چمن میں مکدر نہ رکھ باغباں کو
جلا آتش گل مری آشیاں کو

رہے کیوں نہ سایے میں ابرو کی قرباں
اسی تیر سے ربط ہے اس کماں کو

لیا جی ہی فرہاد کا تو نے شیریں
غرض آفریں ہے تری امتحاں کو

اٹھا کر کے آنکھ اس کی آنکھوں کو دیکھے
کہاں طاقت اتنی ہے اس ناتواں کو

تری تیغ آدمی لہو سے بھری ہے
کیا قتل تو نے کسی نیم جاں کو

تپش دل کی چہرے سے اسکے عیاں ہے
دکھاؤں جسے اپنے داغ نہاں کو

بھری ہے تری آگ ہر استخواں میں
ہما چھیڑ تو مت مرے استخواں کو

بیاں کتنے بے صرفہ ہوتے ہیں عاشق
ترا سود سمجھے ہیں اپنے زیاں کو

ستاتا ہے بے دست و پاؤں کو ناحق
ترا سر پھرا ہے کہو آسماں کو

نہ مجنوں نہ فرہاد ہوں میں و لیکن
سنو دوستاں ٹک مری داستاں کو

چلے جاتے ہیں چھوڑ کر جوشش کو تنہا — خدا جانے کیا ہو گیا ہمرہاں کو

کیا عشق نے نیست نابود ہم کو ۳۷۷ کوئی سمجھے کیا خاک موجود ہم کو

نہ مرنے کا ڈر ہے نہ جینے کی خواہش — مساوات ہے بود و نابود ہم کو

سفیرِ دل دردپرور کے آگے — خوش آتی ہے کب لحنِ داؤد ہم کو

نہ بندے کہائیں گے اس بندگی سے — مگر عبد سمجھے وہ معبود ہم کو

کہاں تک کریں شکر احسان اس کا — رکھے ہے وہ ہر حال خوشنود ہم کو

جلو میں چلی فوج درد و الم کی — ہوئی عاشقی میں یہ بہبود ہم کو

جہاں مل گیا کوئی ہمدرد جوشش — ہوا اور بھی درد افزود ہم کو

ہے جب سے شوقِ آئینہ اس خوش نگاہ کو ۳۷۸ دیکھوں ہوں ہم کنار سدا مہر و ماہ کو

اے آفتاب تو نے منور کیا جہاں — بخشی نہ روشنی مرے روزِ سیاہ کو

غنچوں نے پھینکی اپنی کلہ برسر ہوا — گلشن میں دیکھتے ہی مرے کج کلاہ کو

مانگے ہے داد سب سے جو تیغِ نگہ تری — مارا ہے شاید آج کسی دادخواہ کو

جوشش امیدِ عفو ہمیں کس طرح نہ ہو — رحمت کی یاد نے تو بھلایا گناہ کو

نہ دشت ہی میں رکھے ہے نہ کوہ پر مجھ کو ۳۷۹ لیے پھرے ہے یہ وحشت کدھر کدھر مجھ کو

کہیں نکل گئے گھبرا کے کثرتِ غم سے — دل و جگر کی تو ملتی نہیں خبر مجھ کو

نہ ہوگی صبح قیامت کو جیب سے اپنے — جو دشمنی ہے گریباں سے ہر سحر مجھ کو

اگرچہ خاک ہوا ہیں پہ گردشِ طالع — لیے ہی پھرتی ہے ہر آن دربدر مجھ کو

نہ تڑپے لاش مری بعد قتل اے قاتل — جو دیکھنے دے منہ اپنا تو پھر نظر مجھ کو
کسی کے آگے مرا سر جھکا جھکا نہ جھکا — جہاں میں جوشش نہیں آتا یہ درد سر مجھ کو
تمام عمر پھرا ہی کیا میں اے جوشش — بٹھائے پھری مری قسمت جدھر جدھر مجھ کو

۲۰۹ سمجھائے کوئی ہزار مجھ کو — بے یار نہیں قرار مجھ کو
جب تک نہ ہو سامنے وہ گل رو — بھاتی نہ کوئی بہار مجھ کو
کب تک میں رہوں پڑا تڑپتا — اے تیغ نگاہ مار مجھ کو
اس سبزۂ خط کو کیوں منڈایا — ہے تجھ سے یہی غبار مجھ کو
بے تاب یہ دل جو ہے بغل میں — نت رکھے ہے بے قرار مجھ کو
بس اس سے تو بے شمار عاشق — گنتا ہے وہ کب شمار مجھ کو
دیتی ہے پلا شراب جوشش — یہ توبہ شکن بہار مجھ کو

۲۱۰ کیوں نہ ہو بار تری بزم میں جاناں مجھ کو — اشک سوزاں نے کیا سرو چراغاں مجھ کو
شیخ کیا روز قیامت سے ڈراتا ہے مجھے — صبح محشر ہے مرا چاک گریباں مجھ کو
دشمنی ہے جو اٹھے آبلہ پائی سے مری — دوست رکھتا ہے مگر خار بیاباں مجھ کو
یار کی گردش داماں کا دیوانہ ہوں — تجھ سے کیا خوف ہے اے گردش دوراں مجھ کو
سایۂ سرو جنوں سر پہ سلامت ہی رہے — تجھ سے الفت ہوئی ہر گوشۂ زنداں مجھ کو
مار ڈالے ہی جھڑک بولنا ظالم لیکن — جان دیتا ہے ترا عشوۂ پنہاں مجھ کو

۲۱۱ قتل کرتا ہے تو اگر مجھ کو — دیکھ لینے دے اک نظر مجھ کو

بیکسی تو بھی ٹل گئی آخر — اُس کے کوچے میں چھوڑ کر مجھ کو
کیا بلا ہے یہ حرص خانہ خراب — لیے پھرتی ہے در بہ در مجھ کو
بے ہنر جانتا ہوں اپنے تئیں — ایک آتا ہے یہ ہنر مجھ کو
عشق میں عمرِ جلد رو کے سوا — نہ ملا کوئی ہمسفر مجھ کو
جب سے اُس شعلہ رو کو دیکھا ہے — بے قراری ہے جوں شرر مجھ کو
کام رونے ہی سے ہے اے جوشش — شام سے ہے گئے تا سحر مجھ کو

۴۳
توانائی تو کرتی ہے جدا آغوشش سے مجھ کو — مگر امن دیجیو اے ناتوانی دوش سے مجھ کو
رقیبو کیا کہوں اس کو سخن سمجھے نہیں ورنہ — سخن کی طرح ہو نہ ربط اس کے گوش سے مجھ کو
کبھی پہنچا نہ حرفِ مدعا کانوں تلک اُس کے — شکایت ہے تو یہ ہے اس لبِ خاموش سے مجھ کو
میں اپنے نالہ و آہ و فغاں سے آپ ناخوش ہوں — رکھا محرم اس کی بزم نا دنوش سے مجھ کو
ترا تو دین و ایماں ہے گلہ مستوں کا اے زاہد — ارادت کس طرح ہو تجھ سے خرقہ پوش سے مجھ کو
نہیں رندانہ جو ظاہر میں وہ باطن میں گریاں ہے — یہ عقدہ کھل گیا ہے دیگ کے سرپوش سے مجھ کو
دل و دیں مفت اُس غارت گرِ ایماں کو دیوے گا — توقع یہ نہ تھی جوشش کے عقل و ہوش سے مجھ کو

۴۴
۱۰
نہ اٹھا تا اپنے در سے وہ سمجھ کے زشت مجھ کو — جو بجھاتی جبہہ سا کر مری سرنوشت مجھ کو
ابھی ہفت دہشت کبھی جو بہشت رو بہ رو ہو — ترے کوچے میں پڑا ہوں یہی ہے بہشت مجھ کو
اُسے کہہ سناؤں زور و جو ہے سرگزشت ہجراں — یہی سوچ ہے و لیکن کہے اُٹھے نہ ہشت مجھ کو
رخِ لالہ گوں کا مجنوں خطِ سبز کا ہوں مفتوں — نہ بہار باغ بھائے نہ کنار کشت مجھ کو

مجھے پیر مے کدہ نے دیا جام بے خودی کا — نہ خبر حرم کی ہے نہ خبر کنشت مجھ کو
نہ ہے حور سے مناسبت نہ مناسبت پری سے — نظر آئی سب سے بالا ہے تری تو سرشت مجھ کو
جو خیال و خواب میں بھی نہ وہ ہم کنار ہووے — تو سرھانے بالش پر ہو بجائے خشت مجھ کو
ترے کوچے میں ملے ہے مری دل کو چین جیسا — نہ ملے گی ایسی جا گہہ کہیں اک بہشت مجھ کو
لب گور تک رہے گی مری ساتھ زال دنیا — نہیں چھوڑنے کی جوشش کبھی یہ پلشت مجھ کو

اٹھ گئے یاں سے اپنے ہم دم تو — ۵۰ — ہاتھ ملتے ہی رہ گئے ہم تو
یار آیا ہے دیکھ لوں اس کو — اے اجل دم لے تو کوئی دم تو
مونس تازہ ہیں یہ درد و الم — مدتوں کا رفیق ہے غم تو
اپنا عاشق نہ جان تو مجھ کو — اس کو جانے ہے ایک عالم تو
ہے حلاوت نہیں خط لب یار — فی الحقیقت شکر ہے یہ سم تو
دل بھی بہہ جائے گا ترے ہم راہ — کاروان سرشک ٹک تھم تو
کیوں رکھوں داغ دل پہ اے جوشش — داغ کو یہ کرے ہے مرہم تو

زرا میرے دل کو جلا دیکھیے تو — ۶۰ — یہ جلتا ہے کیوں کر بجھا دیکھیے تو
ارم کی تو کیا بات ہے شیخ صاحب — مرا اس کی گلی کو بھی جا دیکھیے تو
رہ عشق میں تو بہت آفتیں ہیں — دکھائے ہے کیا کیا خدا دیکھیے تو
یہ پھوڑا سا ہے یک ہوا مدتوں کا — تنک ہاتھ دل کو لگا دیکھیے تو
میں ہوں یار شاطر کہ ہوں بار خاطر — مجھے پاس اپنے بٹھا دیکھیے تو

مہ و مہر کی بھی جھپکتی ہیں آنکھیں | نقاب اپنے منہ سے اُٹھا دیکھیے تو
جدائی نے کیا حال اس کا کیا ہے — | ٹک اک اپنے جوشش کو آ دیکھیے تو

یہ ۵
مت تصور شمع کو ای مہ وشاں حسن کرد | یہ بھی عاشق ہے اسے مت داخلِ مجلس کرد
کہتے ہو گر وصف میں اُس کے مخمس شاعرو | مصرعِ قد کو اسی کے مصرعِ خامس کرد
مر گیا ہوں میں تصور میں کسی خوش چشم کے | نصب تربت پر مری یارو نے نرگس کرد
تم کو اے اکسیر ساز دکیا گدازِ دل سے کام | یا کرد سیماب کشتہ یا گدازِ مس کرد
شیخ صاحب ہے اگر مستی و شوخی کا خیال — | سیر ٹک تم مثنوی کا دفتر سادس کرد

یہ ۵
کیسے کیسے خوب رو آتے ہیں میری رو بہ رو | دیکھتا ہوں کب میں ان کی طرف تیری رو بہ رو
کیا تماشا ہو کہ ای لیلیٰ وشاں گلزار میں | بید مجنوں بیٹھے بالوں کو بکھیرے رو بہ رو
لو ہو آنکھوں میں اُتری کس طرح یہ بوالہوس | تیرے کوچے میں کریں جب سو سو پھیری رو بہ رو
مہر تابندہ کو دکھلائی فلک روزِ سیاہ | گر نہ آئے تیرے مجرے کو سویری رو بہ رو
مجھ کو آتے ہیں نظر کتنے ہوئے دو چار یہ — | پھرتے ہیں اغیار جوشش اُس کو گھیرے رو بہ رو

یہ ۵
کہاں صورت کمان کی اور کہاں تیری میاں ابرو | عجب کج فہم ہیں جو تجھ کو سمجھے ہیں کماں ابرو
بغیر از مرگ چھٹکارا نظر آتا نہیں مجھ کو | لیے جاتی ہیں دل آنکھیں طلب کرتی ہیں جاں ابرو
ہلال ابر سیہ میں جس طرح چھپ جائے گر دیکھو | ہوئی ہے آج اس کے بکھرے بالوں میں نہاں ابرو
فلک یہ دشمنی رکھتا نہ اس کے دست دار دل سے | جو رشکِ کہکشاں ہوتی نہ تیری زرفشاں ابرو
نہ رکھتے دوست اپنا ترک چشم مہ وشاں اس کو | اگر ہوتی نہ جوشش رشکِ تیغِ دو زباں ابرو

۲۱۰ اس تند خو سے دوستی پیدا نہ کیجیو
دیوانے اپنی جان کا سودا نہ کیجیو

آزردہ ہو کے ہم سے وہ ملنا بھی چھوڑ دے
اے نالے دیکھیو کہیں ایسا نہ کیجیو

قاصد کسی کے نام سے خط دیجیو اُسے
مذکور اُس کے سامنے میرا نہ کیجیو

اے سادہ لوح آئینے جا اس کے روبرو
اس منہ پہ اپنے حسن کا دعویٰ نہ کیجیو

بے تابیوں کے ہاتھ سے گھبرا کے عشق میں
اے درد میرے دل سے کنارہ نہ کیجیو

کہنے سے تیرے غیر سے کچھ بولتا نہیں
پر ساری عمر بولیاں مارا نہ کیجیو

جوشش گلی میں یار کی لایا تو ہی ولے
اپنی طرح کہیں مجھے رسوا نہ کیجیو

۲۱۱ بلبل کی طرح یاں نہ گلوں کی ہوس میں بیٹھ
سیر چمن محال ہے کنج قفس میں بیٹھ

اُس کے لبوں پہ بوالہوسوں میں نہ جی چلا
کھانے نہیں ہیں شہد ہجوم مگس میں بیٹھ

ہستی بے ثبات ہے تو مطمئن نہ رہ
جائے گا جوں حباب یہ گھر اک نفس میں بیٹھ

غافل نہ سرسری گزر اس رہ گزار سے
سُن گوش دل سے کس کی صدا ہے جرس میں بیٹھ

لڑنے کو اُٹھ کھڑا ہوا تو اک ہی بات میں
زاہد غضب کہاں دل صاحب نفس میں بیٹھ

خوبان دہر جمع ہیں اُٹھ بزم غیر سے
اے نرگس کج کلاہ تو اپنی پتس میں بیٹھ

تسخیر کا بتوں کی نہ دم مار بوالہوس
ہوتے ہیں سرکش ایسے کسی کے بھی بس میں بیٹھ

ہے اہل امتیاز کی آنکھوں میں دو بیل
جوشش جو کوئی فخر کرے اپنا دس میں بیٹھ

۲۱۳ جوں آئینہ یہ ستم رسیدہ
رہتا ہے مدام آب دیدہ

ماتم کدہ جہاں ہیں جوں ابر
رونے کے لئے ہوں آفریدہ

کیوں کر نہ ہوں رائیگاں دُرِ اشک — ہے دامن و جیب تو دریدہ
کوچے سے ترے اُٹھوں نہ ہرگز — جوں نقشِ قدم ہوں آرمیدہ
ظالم تری گردشِ نگہ کو — کب پہنچے ہے آہوئے رمیدہ
اُس شوخ کو جب سے میں دیا دل — اک حلق ہے مجھ سے یاں کشیدہ
تو نے تو کہی ہے اس زمیں میں — جوشش یہ غزل بہ از قصیدہ

۱۴۳

جن نے لوٹا یار کے دستِ حنائی کا مزہ — ہاتھ آیا اُس کے تئیں ساری خدائی کا مزہ
آزما لے دل پہ گر تیغ آزمائی ہو تجھے — ہے اسی چورنگ پر تیغ آزمائی کا مزہ
مر مٹوں گا در سے تیرے پر اُٹھنے کا نہیں — مثلِ نقشِ پا ملا ہے جبہہ سائی کا مزہ
لذتِ عیشِ ابد گو ہو میسر وصل میں — پر نہ بھولے گا مرے دل سے جدائی کا مزہ
اے ہوس کیوں کر نہ مستغنی ہوں سب سے خاکسار — ہے کہاں شاہی میں اس در کی گدائی کا مزہ
ٹوٹتے ہیں ہاتھ سے بے تابیوں کے بال و پر — جب قفس میں یاد آتا ہے رہائی کا مزہ
آپ ہی ہوں ہر طرف آئینہ خانے کی طرح — ہے اسی عالم میں جوشش خودنمائی کا مزہ

۱۴۴

گل ریزِ مژہ کا سر و ساماں ہے شعلہ — لے سر سے مرے تا بہ داماں ہے شعلہ
اُس ترک کے ٹک روئے عرقناک کو دیکھو — سیماب کے قطروں کا نگہباں ہے شعلہ
گر در پے آزارِ ضعیفاں نہیں سرکش — کیوں خس سے بھلا دست و گریباں ہے شعلہ
کب بار ملے خار و خس و حرص و ہوا کو — اس بارگہِ دل کا تو درباں ہے شعلہ
مشہور ہے آتش کدۂ دہر میں سرکش — پر آہ کے آگے تو پشیماں ہے شعلہ

کمخواب میں کب ایسی جھلک ہوتی ہے سچ کہہ — پاجامہ ہے یہ یا تہ دامان ہے شعلہ
جوشش سے جگر سوختہ کا حال نہ پوچھو — پرکالۂ آتش ہے دل اور جان ہے شعلہ

شیخ مست وجد میں آ صوت محراب کو دیکھ ۴۱۵/۵ چشم رکھتا ہی تو ٹک موج مے ناب کو دیکھ
نہ وہ ساقی ہے نہ مطرب ہے نہ ہی چنگ و رباب — جی نکلتا ہی مرا جلوۂ مہتاب کو دیکھ
کام پایا اس لب شیریں سے ہوا میں جب سے — نفرت آتی ہی مجھے شربت عناب کو دیکھ
تجھ سوا اور تو کوئی نہیں ایسا بے درد — کہ نہ افسوس کرے اس تری بے تاب کو دیکھ
کس کا مقدور جو ہو سد رہ آگر جوشش — کوہ ہٹ جائے مری اشک کے سیلاب کو دیکھ

یا ترا جلوۂ سبز رنگ دیکھ ۴۱۶/۹ ہو گیا ہے شمع کا کیا رنگ دیکھ
کوئی سر زانو سے اٹھ سکتا نہیں — اس نہ مانے کے ہیں کیا سر چنگ دیکھ
بے وفائی تجھ سے کی دل نے مرے — بہ نکالے ڈھنگ تیرے ڈھنگ دیکھ
محتسب کو مے کشی سے ہے گریز — شیشۂ مے سے ڈری ہی سنگ دیکھ
دیکھتے ابرو کے دل ٹکڑے ہوا — کٹ گیا تلوار کو چو رنگ دیکھ
پاؤں میں مہندی لگا کہتا ہے یار — کس طرح آؤں یہ عذر لنگ دیکھ
اپنی تو دریا دلی ساقی نہ چھوڑ — تنگ دل مت ہو مجھی دل تنگ دیکھ
نام سے جز ننگ کے رکھتے ہیں ننگ — اپنے دیوانوں کا نام و ننگ دیکھ
کیا کہوں جوشش شکوہ حسن یار — جس نے دیکھا ہو گیا وہ دنگ دیکھ

دم بدم کیوں نہ ہی شغل دم شکے ساتھ ۴۱۷/۵ آپڑا کام مجھے اس دل پر درد کے ساتھ

شہ سوار ایک نظر کیا تو نہ پھر دیکھے گا — دل پر آرزو اُڑتا ہی پھرے گرد کے ساتھ

عاشقِ پاک ملے بوالہوسوں سے کیوں کر — ربط ہوتا ہی نہیں مرد کو نامرد کے ساتھ

اے مہوّس نہ ہو زنگت پہ طلا کی نازاں — کیا ہے نسبت اُسے عاشق کی رخِ زرد کے ساتھ

سیر کر دفترِ قدرت کو جو دیکھا جوشش — جلوۂ حق نظر آیا مجھے ہر فرد کے ساتھ

۴۱۸/۸ بخت بد ہونے نہ دی خون مرا اُس کے ہاتھ — گر کر آ جائے ہے جوں دزدِ حنا اُس کے ہاتھ

مر گیا ہوں پہ مری خاک ہے سرگشتۂ دید — لگ گیا تھا کہیں دامن کو ذرا اُس کے ہاتھ

جب کرے شانہ صفت سُست درازی کوئی — باندھے دو ہیں تری زلفِ رسا اُس کے ہاتھ

مفت فرسودہ ہوئے ناخنِ تدبیر یہاں — نہ کھلے آہ ترے بندِ قبا اُس کے ہاتھ

برگِ گل پنجۂ خورشید حجابات کش ہیں — دیکھنا کیا کفِ پا اُس کے ہیں کیا اُس کے ہاتھ

ق صبحِ گل گشتِ چمن میں کہیں اک دستۂ گل — کر کے ہیں ترکِ ادب جا ہی بپا اُس کے ہاتھ

دیکھ کر ہو متبسم مرے منہ پر مارا — الغرض رکھے سلامت ہی خدا اُس کے ہاتھ

گوئے میدانِ وفا ہے علمِ جوشش — جب سے دی حسن نے چوگانِ جفا اُس کے ہاتھ

۴۱۹/۴ لطف و اشفاق و کرم اُن نے کیا کیا کچھ — ورنہ میرے دلِ مایوس میں تھا کیا کیا کچھ

نہ رہا تختِ سلیماں نہ رہی مسندِ جم — ہو گیا دم میں زمانے سے فنا کیا کیا کچھ

ہاتھ ڈالا ہے سرِ شام ہی زلفوں پہ تری — صبح تک دیکھیے آتی ہے بلا کیا کیا کچھ

نہ وہ سامانِ طرب ہے نہ وہ اسبابِ نشاط — آہ تاراجِ غمِ عشق ہوا کیا کیا کچھ

یہ ہماری ہی وفا ہے کہ سہے جاتے ہیں — ورنہ کرتے ہیں بتاں جور و جفا کیا کیا کچھ

درد و اندوہ و غم و رنج و محن ای جوشش — ہم کو اس چرخ ستمگر نے دیا کیا کیا کچھ

۲۲۰ / ۸ ہے زلف پہ اس کی دست شانہ — ٹک دیکھیو گردش زمانہ

تا خاک مری نہ خشت خم ہو — چھوڑوں نہ در شراب خانہ

عاشق وہ جی سے چاہتا ہے — سنتے ہیں یہ بات غائبانہ

کیوں ہو نہ تباہ کشتی دل — یہ عشق ہے بحر بے کرانہ

بلبل بھڑکی ہو آتش گل — جل جائے نہ خار آشیانہ

ہم مرگ طلب ہیں کیا کریں گے — اے خضر یہ عمر جاودانہ

مرتا ہوں خمار سے ہوئی صبح — ساقی مجھے دے مئے شبانہ

لکھیے اس کو بیاض دل پر — جوشش یہ غزل ہے عاشقانہ

۲۲۱ مر رہتے ہیں در پہ ترے دو چار ہمیشہ — ہے جور و جفا تجھ کو سزاوار ہمیشہ

عاشق تو زا مرنے کو ہے تیار ہمیشہ — دکھلا نہ مژہ خنجر خونخوار ہمیشہ

اک چھیڑ نکالے ہے نئی یار ہمیشہ — رہتا ہے مرے درپئے آزار ہمیشہ

اللہ سلامت رکھے تیرے لب شیریں — سنوایا کرے باتیں مزے دار ہمیشہ

ہے ڈر سے ترے عالم بالا تہ و بالا — لٹکے ہے تری عرش پہ تلوار ہمیشہ

جوں حلقۂ در در پہ ترے صبح سے تا صبح — رہتا ہے ترا طالب دیدار ہمیشہ

اظہار کروں جس سے میں احوال کو اپنے — احوال تباہ اس کا ہے یار ہمیشہ

۲۲۲ جل گئے شمع سے ملتے ہی پر پروانہ — آہ کیا پوچھتے ہو اب خبر پروانہ

خود بخود بزم میں کاہیدہ ہوئی جاتی ہے — لگ گئی شمع کو شاید نظر پروانہ
کوئی غمخوار نہیں ایک مگر بیتابی — کہ پڑی پھرتی ہے نت گرد سر پروانہ
مار ڈالا تپش دل نے مقابل ہوتے — شمع تک ہونے نہ پایا گزر پروانہ
بے دھڑک آگ میں کودی ہے سمندر کی طرح — دیکھنا دیکھنا یارو جگر پروانہ
تا بسر شمع وہ پہنچے نہ کبھی اے جوشش — گر نہ ہو پائے طلب بال و پر پروانہ

۴۲۳ ف

مار رہیے سر پہ عشق کا تیشہ — نیک و بد کا نہ کیجیے اندیشہ
اے صنم تجھ سے کیوں نہ دل ٹوٹے — سنگ سے ٹوٹتا ہی ہے شیشہ
اٹھ گیا شیر بیشہ مجنوں سا — کیوں نہ خالی ہو عشق کا بیشہ
آتش عشق ہی سے ہے معمور — شمع کہ نخل کا رگ و ریشہ
متوکل ہی رہیے اے جوشش — کیوں گدائی کا کیجیے پیشہ

۴۲۴ ف

لاتے ہیے مانگوں ہوں اپنا دل افسردہ — بھاتا نہیں ہاتھوں میں تیرے گل پژمردہ
اب دیکھیے کیا ہوئے اس دل ہی سے بگڑی ہے — سرکار محبت میں جس دل کے ہیں آزردہ
ہے کون یہاں مانع ملنے کا رقیبوں سے — بے وجہ کسی سے تم کیوں ہوتے ہو آزردہ
ہر چند میں روتا ہوں پر خشکی طالع سے — ہے دامن تر میرا جوں دامن افسردہ
اس باغ میں اے جوشش مانند صنوبر کے — کیا زیست ہے کہ ہوئے پہلو میں دل مردہ

۴۲۵ ن

دیکھیں ہیں مغاں کب ہم سوئے در میخانہ — یاں اور ہی مستی ہے بے شیشہ و پیمانہ
کرتے ہیں پرستش ہم آتش کدہ دل کی — نے قابل مسجد ہیں نے لائق بت خانہ

پابند خود آرائی مانند زناں تا کے   امداد طلب ہوں میں ای ہمت مردانہ
عشرت کی ہوس مطلق پائیگی نہ گنجایش   یہ درد و الم دل میں ہیں جب تئیں ہم خانہ
سینے کو مرے روشن رکھتا ہی یہ داغ دل   جوں شمع شبستاں سے ہے رونق کاشانہ
گھر جب سے کیا دل میں سودای محبت نے   ۔   یکساں ہی سمجھتا ہوں آبادی و ویرانہ

دیکھیے دست یار میں پیالہ   ۴۲۸/۳   ہوا اس انتظار میں پیالہ
مست و مدہوش کیوں نہ ہوں بلبل   لائی نرگس بہار میں پیالہ

چشم گر رونے کا تلاش ہے یہ   ۴۲۸/۷   ایک ہی پل میں راز فاش ہی یہ
روئیے تا ہو سبز کشت امید   اب تردد ہے یہ تلاش ہی یہ
دیکھ قاتل نے مجھ کو مقتل میں   یہ نہ پوچھا کہ کس کی لاش ہی یہ
غم و غصہ ہی کھاتے گزری ہے   عاشقوں کا ترے معاش ہی یہ
درد پہلو تہی کرے کیوں کر   اپنے یاروں میں یار باش ہی یہ
پردۂ چشم فرش رہ کرتا   کیا کروں یار بد تماش ہی یہ
دیدۂ تر کو دوست رکھ چشم   ۔   بہت تحفہ گلاب پاش ہی یہ

اگر چاہوں ترا ہم بزم ہوں ظالم ہوس ہی یہ   ۴۲۷/۷   کوئی دم بیٹھنے بھی پاؤں کوچے میں تو بس ہی یہ
غم و اندوہ سے یک دم مجھے فرصت نہیں ملتی   یہ مہینے کیسے ہیں کیسا برس ہی یہ
سر شک چشم سے آسیب پہنچے کیوں کہ مژگاں کو   کہ وہ سیلاب کے مانند ہی اور مثل خس ہی یہ
نہ ہو مغرور اتنا ہستی موہوم پر اے دل   حباب آسا قیام اس کو نہیں کچھ یک نفس ہی یہ

نمرے جاں سوختہ جس طرح سے یاں بسر کرتے ہیں اسی کو زیست کہتے ہیں تو کیا ہی خاک بس ہو
تمھارے زلف و خط کا قیدی اک عالم نظر آیا خدا قائم رکھے اس کو عجب دام و قفس ہے
کبھی اس کی زباں لگتی نہیں باتوں سے ای جوشش — مجھے رہ رہ یہی آتی ہے دل ہی یا جرس ہے

بڑھتی جاتی ہی بہری اس کی چاہ ۴۲۸ / پ سچ ہے ہوتی ہے دل کو دل سے راہ
اس دہاں و کمر کی مت پوچھو کام کرتی نہیں کسی کی نگاہ
مرتے ہیں انتظار میں اس کے آ بھی جائے کہیں وہ یا اللہ
اس کی زلف سیہ ہی ایک بلا اس بلا سے خدا ہی دیوے پناہ
کھینچ کر مجھ پہ تیغ کو ماری آفریں آفریں جزاک اللہ
ہے شب زلف کا تماشائی — کیوں نہ جوشش کا ہوئے روز سیاہ

اور تو میں کیا کہوں تاثیر آہ ۴۲۹ / پ پھوٹ جائے سنگ میں یہ تیر آہ
طالع خوابیدہ شاید جاگ اٹھے ٹک ہلا اے درد دل زنجیر آہ
لٹ دھوئیں کی شمع پر ہی دیکھ لے گر نہ دیکھی ہو کبھی تصویر آہ
میرے تئیں رسوا کیا بدنام سے آہ میں کیا کیا کہوں تقصیر آہ
سنگ دل اس سا نہ ہوئے گا کوئی لگ کے جس کے دل سے اچٹا تیر آہ
آسماں جلنے لگے جوشش اگر — ناتوانی ہو نہ دامن گیر آہ

مر گیا اک پل میں ہمساز نگاہ ۴۳۰ / پ دیکھنا ٹک دیکھنا کا ناز نگاہ
تیر کے تلوار کے ہیں دل پہ زخم آہ کیا کیا کچھ ہیں آزار نگاہ

اس قدر نازک ہے وہ نازک بدن — خوش نہیں آتا اُسے بارِ نگاہ
رشتۂ مریم سے کب ہووے رفو — چاک دل کو چاہیے تارِ نگاہ
یار کی ابرو کو تو ابرو نہ جان — ہے یہی شمشیرِ خم دارِ نگاہ
زخم یاں ہر جنس کے ہیں دل لو — مردماں ہے گرم بازارِ نگاہ
کی نگہ کل تو نے سب کے حال پر — کیا نہ تھا جوشش سزاوارِ نگاہ

۴۳۱/۷
اس شرمگیں کے منہ پہ نہ ہر دم نگاہ رکھ — سر رشتۂ نگاہ کو اپنے نگاہ رکھ
کس لطف سے ہے آئینہ دیکھا اس کے روبرو — گردوں نہ دل میں آرزوئے مہر و ماہ رکھ
دیوانے چاہتا ہے اگر وصلِ یار ہو — تیرا بڑا رقیب ہے دل اُس سے راہ رکھ
دل دار ہو تو یا کہ دل آزار تیرا شوق — دل دے چکا ہیں خواہ نہ رکھ اس کو خواہ رکھ
دعوائے قتل کر مجھے منظور ہے جو دل — داماں و تیغِ یار ہی کو تو گواہ رکھ
میں چاہتا ہوں تجھ کو تو چاہے ہی غیر کو — یہ کیا غضب ہے چاہنے والے کی چاہ رکھ
جوشش جدا ہے یار سے تو جانتا ہوں میں — اتنا بھی اضطراب خدا پر نگاہ رکھ

۴۳۲/۸
شیخ کو کعبے سے جو مقصود ہے — وہ کنشتِ دل ہی میں موجود ہے
میرے جلنے کی کسی کو کیا خبر — سوزشِ دل آتشِ بے دود ہے
نے حرم سے کام ہے نے دیر سے — خانۂ دل ہی مرا مسجود ہے
فرق مت کر عاشق و معشوق میں — خود ایاز اور آپ ہی محمود ہے
کیا پری کیا حور کیا جن و بشر — سب میں وہ شاہد مرا مشہود ہے

مشرب عشاق میں اے زاہدو — اُس کا جو مخلوق ہے معبود ہے
سنگ و آہن کو یہ کرتی ہے گداز — آہ ہے یا نغمۂ داؤد ہے
کس سے اے جوشش کہوں بس دردِ دل — میرے اس کے بولنا مفقود ہے

۴۳۳/۶
اپنی وہ بے ثبات ہستی ہے — کہ سدا نیستی کو ترستی ہے
نام سنتے ہو جس کا ویرانہ — وہی سودائیوں کی بستی ہے
شمع سے ہاتھ کھینچ اے گل گیر — اپنی بھی کیا درازدستی ہے
چشمِ وحدت سے گر کوئی دیکھے — بت پرستی بھی حق پرستی ہے
ایک بوسے پہ جنس دل کو نہ چھوڑ — یاراِن مولوں بہت سستی ہے
اپنے ابر قرہ سے اے جوشش — جائے آب آگ ہی برستی ہے

۴۳۴/۸
لب پر جو مرے آہ غم آلود نہیں ہے — اظہار محبت مجھے مقصود نہیں ہے
ہم جیسے فقیروں کو تو یوں بھی نہ کہے وہ — پھر آئیو کچھ اس گھڑی موجود نہیں ہے
کہتے ہوں ہیں یہ گبر و مسلمان کے منہ پر — وہ عبد نہیں جس کا تو معبود نہیں ہے
نرمائیے کس طرح سے اُس آہنِ دل کو — یہ آہ اگر نغمۂ داؤد نہیں ہے
پھرتے ہیں کئی قیس سے حیران و پریشاں — اس عشق کی سرکار میں بہبود نہیں ہے
تاثیر مدد کیجیو اب سینے میں اپنے — اس نالے سے اک آہ بھی افزود نہیں ہے
خوبیٔ ایاز آپ ہی نظر آگئی ہوتی — افسوس ترے عہد میں محمود نہیں ہے
اس آتش فرقت کے سوا دہر میں جوشش — دیکھا تو کہیں آتشِ بے دود نہیں ہے

۴۳۵ جی ہیں جس وقت کہ مضمون کمر آتا ہے
بس کہ نازک ہے میاں باندھتے ڈر آتا ہے

یاد آتی ہے حلاوت تری لب کی مجھ کو
اے شکر لب جو کہیں ذکر شکر آتا ہے

اس قدر رکھ گیا صورت نے تری آنکھوں میں
جس طرف دیکھتے ہیں تو ہی نظر آتا ہے

چوب داروں سے مجھے دست و گریباں دیکھا
پر نہ بولا اسے آنے دو اگر آتا ہے

کس طرح یار تجھے کہیے نہ خورشید لقا
دیکھتے ہی تجھے اشک آنکھوں میں بھر آتا ہے

کچھ بھی موجود ہے سامان ضیافت ای دل
آج سنتے ہیں وہ خوں خوار ادھر آتا ہے

چشم تر آہ بہ لب خستہ جگر ہوں جوشش
حال اپنا مجھے بے طرح نظر آتا ہے

۴۳۶ ہوا نہ یاد منزل بحر و بر تو کیا غم ہے
تجھے محیط جو سمجھا محیط عالم ہے

محققوں سے یہ نکتہ مجھے ہوا معلوم
خلاف طبع جو ہووے وہی جہنم ہے

لگا ہے جب سے مرے ہاتھ کنج تنہائی
سوائے دل نہ کوئی یار ہے نہ ہمدم ہے

کسی کا سایۂ تیغ نگاہ اے جراح
ہمارے زخم جگر پر بہ جائے مرہم ہے

مدام ہو نہیں سکتی ہے صیقل ای جوشش
وگرنہ دل بھی مرا آئینے سے کیا کم ہے

۴۳۷ تو عبث بوسہ طلب اس سے بہ سالوسی ہے
آخر الامر پشیمانی و مایوسی ہے

ہم سخن یار سے ہوں ہیچ کہاں فرصت وقت
مدعی آٹھ پہر در پے جاسوسی ہے

سامنے ہوتے ہی اس کے نہ رہی اپنی خبر
نگہ ہوش ربا یار کی جادو سی ہے

بوریا و کلہ فقر ہمارے نزدیک
تخت اسکندری و افسر کاؤسی ہے

یار کچھ کام نہیں طوف حرم سے مجھ کو
آستاں بوسی کعبہ ترے ابرو سی ہے

مغربی اور جنوبی حلبی اور ہندی — اتنی تلواریں ہیں کوئی بھی نری برسی ہے
کیا نظر آئے کمر زلف کمر تک پہنچی — زلف کے بالوں میں پنہاں دو کمر موسی ہے
مانع فکر سخن ہو جو مت اے جوشش — شعر کہنے سے میں ناچار ہوں کاہش سی ہے

۴۳۸ ۷
اس کو تو غنچہ لب اور غنچہ دہن کہتا ہے — کوئی بھی اہل سخن ایسا سخن کہتا ہے
رنگ و سنگ انگ سب اس میں ہیں یہ ڈھنگ کہاں — کون دانتوں کو ترے درّ عدن کہتا ہے
چشم بد دور سلامت ہی رہ اے باغ و بہار — جو تجھے دیکھتا ہے رشک چمن کہتا ہے
جب نظر آتے ہیں گل سبز یہاں لالہ رخاں — داغ تازہ ہوں یہی داغ کہن کہتا ہے
اُن نے دیکھا نہیں تجھ کو نہ بدن کو تیرے — جھوٹ کہتا ہے جو کوئی سیم بدن کہتا ہے
جوشش اس باغ جہاں میں کمر خوش قامت کو — راست کہتا ہے جو کوئی سرو چمن کہتا ہے

۴۳۹ ۵
اے زلف اس کے منہ سے تو تو لپٹ رہی ہے — گیسو کو کا بتہمت وہ آپ کٹ رہی ہے
ہو کس طرح میسر اس بحر حسن کی سیر — ابرو کی ایک کشتی سو بھی الٹ رہی ہے
دل دینے کی حقیقت ہم خوب جانتے ہیں — ہے غم کسی کا اس کو جو زلف لٹ رہی ہے
محروم ہم ہی ہیں اس جہاں سرا میں ورنہ — کس کس طرح کی نعمت خلقت کو بٹ رہی ہے
خالی نہیں خلل سے جوشش یہ خیبر دل — دن رات فوج غم کی اس سے چمٹ رہی ہے

۴۴۰ ۸
فرہاد یہ سب فائدہ خارا شکنی ہے — گھر کیجیے کسی دل میں یہی کوہ کنی ہے
جو چاہیے اے چرخ تجھے مانگ تو مجھ سے — ہر چند گدا ہوں میں یہ دل میرا غنی ہے
تیرے لب جاں بخش کے اے یار مقابل — نے لعل بدخشاں نہ عقیق یمنی ہے

بچنے کا نہیں آج میں بے تابیِ دل سے
اے صبر مری جان ہی پر آن بنی ہے

بو کس کی یہ آتی ہے صبا تجھ سے کہ تجھ پاس
نے نافۂ تاتار نہ مشکِ ختنی ہے

غیر دل ہی کو کیا قتل کرے گی تری ابرو
ظالم یہ گنہ گار بھی گردن زدنی ہے

وہ خار سے محفوظ تجھے رنج قبا سے
گل میں تو کہاں تیری سی نازک بدنی ہے

کس چیز کا غم ہو مجھے کس چیز کی شادی
جوشش نہ یہاں خرچ ہے نے آمدنی ہے —

۲۲۱/۷

نہ میرا دوست کوئی ہے نہ میرا دشمن ہے
ایک یہ دل ہی غرض دوست ہی یا دشمن ہے

سربلندی نہ کر اس بحر میں مانندِ حباب
اے گدا پیشہ تری حرص و ہوا دشمن ہے

شکوۂ دشمنیِ غیر نہ کر کیا حاصل
آپ ہی اپنا دِوانے تو بڑا دشمن ہے

دیکھ سکتا نہیں اک دم بھی مجھے در پہ ترے
آہ کیا چرخ ستم گار مرا دشمن ہے

لکھ دیا رنج خدائی کا مری قسمت میں
کس قدر دیکھو تو نوشتۂ قضا دشمن ہے

دشمن داغ جگر ہے یہ دم سرد مرا
جس طرح شمع شبستاں کی صبا دشمن ہے

اپنی خوں خوار پہ موقوف نہیں اے جوشش
جس کو اس بزم میں دیکھوں ہوں مرا دشمن ہے —

۳۳۲/۵

آئینہ آٹھ پہر چشم جو تر رکھتا ہے
کیا کسی روئے درخشاں پہ نظر رکھتا ہے

خانۂ عشق کو اسباب تعلق سے کیا
دل وہ گھر ہے کہ نہ دیوار نہ در رکھتا ہے

نالۂ گرم موثر ہو ترے دل میں نہ ہو
یہ دم سرد ہمارا تو اثر رکھتا ہے

کس طرح تجھ سے ملاقات میسر ہوئے
یہ دعا گو ترا نے زور نہ زر رکھتا ہے

کس طرح جیسے نہ جوشش کو بھلا حسب درد
آہ و نالہ ہی سے شغل آٹھ پہر رکھتا ہے —

خوش نما گرچہ مہ کا ہالہ ہے ۔ ۴۴۲ ے ۔ تیرے کانوں کا بالا بالا ہے
درِ مےخانہ کا گدا ہوں میں ۔ بے پیالہ مرا پیالہ ہے
دلِ صد پارہ یہ بغل میں نہ ہو ۔ درد دکھ کا مرے رسالہ ہے
اُس نگہ اُس مژہ کی کچھ مت پوچھ ۔ ایک برچھی ہے ایک بھالا ہے
ہے دمِ ہوش اپنا بے ہوشی ۔ ہوش جب سے یہاں سنبھالا ہے
کیسے وعدہ خلاف سے جوشش ۔ ق ۔ حق تعالیٰ نے کام ڈالا ہے
مجھ کو ہے انتظار و بےتابی ۔ اُس کو حیلہ ہے اور حوالہ ہے
—
پہلو میں سوختنوں کے نے دل ہے نہ جگر ہے ۔ ۴۴۳ ہ ۔ آتش کدہ ہے سینہ یاں شعلہ یا شرر ہے
کس طرح سے نہ ہووے عاشق بھلا سیہ رو ۔ اقلیمِ حسن میں تو دو شام اک سحر ہے
ٹوٹے ہزار مجھ پر یاں آسمان غم کا ۔ کچھ غم نہیں ہے میری اللہ پر نظر ہے
جو جاتا ہے سو تنہا جاتا ہے یاں سے شاید ۔ ملکِ عدم کا رستہ بے خوف و بے خطر ہے
طے کس طرح سے ہوگی جوشش رہِ محبت ۔ نے کوئی راہبر ہے نہ کوئی ہم سفر ہے
—
دیدۂ خوں بار میرا اس قدر خوں بار ہے ۔ ۴۴۴ ہ ۔ کلبۂ احزاں میں نقشِ بوریا گلزار ہے
اُٹھ گیا دنیا سے دل اب بادشاہِ وقت ہوں ۔ ملتجی ہونا کسی سے مجھ کو کیا درکار ہے
ایک دن کا ماجرا ہے میں اُٹھا تھا سیر کو ۔ ق ۔ دیکھتا کیا ہوں یہ جھگڑا بر سرِ بازار ہے
برہمن کہتا ہے بت خانے میں ہے ذاتِ احد ۔ شیخ کہتا ہے غلط کعبے ہی میں وہ یار ہے
اس میں جوشش بول اٹھا سنتے ہو شیخ و برہمن ۔ جانے دو اپنی طرف دیکھو یہ کیا تکرار ہے

آئینۂ دل میں کچھ اگر ہے ۔ ۴۴۹ ۔ تیرا ہی جمال جلوہ گر ہے
ہم مر گئے تیری جستجو میں ۔ بے رحم کہاں ہے تو کدھر ہے
رہ بر نہیں چاہتی رہِ عشق ۔ واں شوق ہی اپنا راہ بر ہے
کیوں مارے ہے لافِ حجِ اکبر ۔ ق ۔ اپنے پیے پر بھی کچھ نظر ہے
کعبے سی جگہ پہنچ پھر آیا ۔ — ۔ تو حاجی نہیں ہے گدی خر ہے
اُس در ہی کی آرزو میں جوشش ۔ — ۔ یہ مشتِ غبار در بہ در ہے

سلامت پا میں اب تک آبلہ ہے ۔ ۴۴۵ ۔ مجھے خارِ بیاباں سے گلہ ہے
فقیروں کے بھی در تک گاہی گاہی ۔ اگر کیجے کرم کیا فاصلہ ہے
چلا جاتا ہے اشکِ تسلیمِ دل سے ۔ تھکے ہرگز نہ یہ وہ قافلہ ہے
خدا حافظ ترا اے بے مروت ۔ رقیبوں سے بہت تو لاگ چلا ہے
طلب گار ایک بوسے کا ہی اُس سے ۔ — ۔ ترا جوشش بہت کم حوصلہ ہے

اوجِ فلک پہ ماہ بھی کیسا جمیل ہے ۔ ۴۴۷ ۔ تیرے شکوہِ حسن کے آگے ذلیل ہے
شانہ بیان کر نہیں سکتا بہ صد زباں ۔ افسانہ تیری زلف کا طول و طویل ہے
عشوے میں اور کرشمے میں ناز و ادا میں یاں ۔ تیرا عدیل کون ہے تو بے عدیل ہے
نرگس یاد کیا کرے گا وہ دم مارتا نہیں ۔ اُس چشمِ سرمہ سا کا جو کوئی قتیل ہے
باغِ بہشت ہے یہ مرا داغ دار دل ۔ چشمہ ہماری چشم کا جوں سلسبیل ہے
دیتا نہیں ہے بادۂ عشرت کسی کو یاں ۔ ساقیِ روزگار بھی کیا ہی بخیل ہے

رو رو غمِ حسین میں جوشش پکارے ہے — نذرِ امام پیاسے نہ جانا سبیل ہے

۴۴۹/۹ جاہ و حشم کی خواہش دولت کی آرزو ہے — دو دن کی زندگانی تس پر یہ جستجو ہے
صورت پرست ہوں ہیں مانند آئینے کے — جو کچھ ہے میرے دل میں سو میرے رو بہ رو ہے
پیدا ہوئی ہے دل میں جن کے ضیائے وحدت — مانند شمع اُن کے نے پشت ہے نہ رو ہے
کس طرح سے یہ دل ہو آلودۂ کدورت — اشکِ رواں ہمارا سرگرمِ شست و شو ہے
ہم کون ہیں جہاں میں سب ذات ہی اُسی کی — سمجھا جنھوں نے تجھ کو اُن کی یہ گفتگو ہے
وابستہ جان سے ہے خوبیِ جسم جوشش — مرجھا گیا جہاں گل نے رنگ ہے نہ بو ہے

۴۵۰/۸ سوزاں جوں شمع آستیں ہے — کیا قطرۂ اشک آتشیں ہے
اے ناصحو کیا بکا رہے ہو — دل کہنے میں اس گھڑی نہیں ہے
کوچے سے جدا نہ جان ہم کو — گو ہم ہیں یہاں یہ دل وہیں ہے
کیا خوب کی اُس کے دل میں تاثیر — اے آہ تجھے صد آفریں ہے
جلنے کی تجھے قسم ہے اے شمع — مجھ سا بھی جگر جلا کہیں ہے
خوش رہ چکے ہم اگر تمھاری — یہ چین ہے اور یہ جبیں ہے
محجوب ہے عکس سے بھی اپنے — کتنا وہ یار شرمگیں ہے
جوشش کانوں تلک نہ پہنچے — میرا وہ نالۂ حزیں ہے

۴۵۱/۹ آج گلشن میں کس کا پرتو ہے — ہر کلی گل کی شمع کی لو ہے
خضر ہر چند پہنچے آبِ حیات — زندگی جیسے پانی کی رو ہے

پیسے ہے اُس کو آسائشِ فلک — جس کے پاس ایک مشت بھی جو ہے
غیر سے لینا امتحانِ وفا — یہ جفا مجھ پہ برا زِ سر نو ہے
ہے کدھر وہ غزال جس کے لئے — رات دن مجھ کو یہ تگ و دو ہے
ہے یہ جوشش وفا سرشتوں میں — تو جو کہتا ہے بے وفا تو ہے

۴۵۲

ہر دم ہیں یاں ترقی دم کو زوال ہے — اس زندگی پہ لوگوں کو کیا کیا خیال ہے
اُس گل عذار کے لبِ شیریں پہ خال ہے — یا چشمۂ بہشت پہ بیٹھا بلال ہے
اے سیلِ اشکِ چشم بہا دے ابھی کہیں — دل پر مرے جمی ہوئی گردِ ملال ہے
دیکھی تھی تیرے ابروے خونریز اک دن — کاہیدہ اُس ہی دن سے فلک پر ہلال ہے
جامِ شراب منہ لگے ہر دم میں یہاں — مے خوار دے جواب یہ میرا سوال ہے
اُس یار سے میں کیا طلبِ معذرت کروں — مجھ کو تو اپنے فعل سے حد انفعال ہے
جوشش کمال کی نہ طلب کیجو زنہار — سُنتے ہیں ہر کمال کو آخر زوال ہے

۴۵۳

دیتا نہیں شراب مجھے آپ مست ہے — ساقی روزگار بھی حد تنگ دست ہے
کوئی سوائے شانہ وہاں چھوٹتا نہیں — دیکھو تو کوئے زلف میں کیا بند و بست ہے
بے فائدہ اُلجھتے ہوئے شیخ دیر میں — عاشق خدا پرست ہے نے بت پرست ہے
اے بوالہوس نہ رکھیو قدم راہِ عشق میں — واں ہر قدم میں شیشۂ دل کو شکست ہے
جوشش خدا کے واسطے تا چشم غور سے — دیکھ اس غزل میں قافیوں کی کیا نشست ہے

۴۵۴

ہاتھ میں تیرے زلف دشانہ ہے — ایک عالم ترا دوانہ ہے

جب تلک جسم و جان میں ہے ربط — میں ہوں اور تیرا آستانہ ہے
مجھ کو ہے انتظار دے بے تابی — اُس کو جینا ہے اور بہانہ ہے
کاروانِ سرِ شک کا بستر — نہ کہیں ٹھور نے ٹھکانا ہے
کر زبانِ شکایت اب کوتاہ — جوشش اک طرح کا زمانہ ہے

۵۵۴ یار جو ہے بے وفا کچھ نہیں کیا ہے — آدمی کچھ ہے وہی جس میں وفا ہے
دیکھ تجھے ایک نظر ہو گیا بے خود — کیا کہوں میں تجھ کو آہ یار تو کیا ہے
شربتِ دیدار دے مجھ کو دوبے درد — درد کی میرے یہی یار دوا ہے
جوششِ دیوانہ کو بادہ سے مطلب — مست تری چشم کا مست سدا ہے

۵۵۵ ہم صفیرو کیا کروں بابِ قفس تو باز ہے — قدرتِ رفتار ہے نے طاقتِ پرواز ہے
یار تو مجھ کو جلا اک بوسۂ جاں بخش سے — تا کہے عالم فلانی صاحبِ اعجاز ہے
ہے دلِ ہر غنچۂ گل آج لبریزِ شرر — قہر اے بلبل ترا یہ شعلۂ آواز ہے
جس جگہ ہو جلوہ فرما وہ مرا خورشید رو — چادرِ مہتاب بھی واں فرشِ پا انداز ہے
نے ہے وہ آہ و فغاں نے نالہ نے درد و الم — اک دمِ سرد آب ہے جو ہمدم و ہمراز ہے
ہوتے ہی عاشق گئے تاب و تواں صبر و قرار — دیکھیے انجام کیا ہو جس کا یہ آغاز ہے
ہیچ ہے جوشش میرے اُس کے کس طرح ہو دل ملے — میں نیاز اُس کی کروں ہوں وہ اسی کو ناز ہے

۵۵۶ سینہ ہے چاک چاک جگر داغ دار ہے — جوں لالہ اس چمن سے یہی یادگار ہے
یاں داغِ عشق کو گلشن دل میں بہ جائے گل — نے خطرۂ خزاں ہے نہ فکرِ بہار ہے

قاصد شتاب آ کہ تری انتظار میں — بے تاب و بے قرار یہ امیدوار ہے
کچھ خوف آفتاب قیامت نہیں اگر — سر پر ہمارے سایۂ دیوار یار ہے
جوشش نزاکت کمر یار کیا کہوں — پیچیدگی تار نگہ اُس پہ بار ہے

۵۸ ے

سُن مرا قصہ اگر سننا تجھے منظور ہے — داستان مجنوں و فرہاد تو مشہور ہے
پرتو رخ سے شب مہتاب سی ہی جلوہ گر — کون کہتا ہے کہ زلف اُس کی شب دیجور ہے
شوق سے کر سیر گلشن واں نہیں کوئی اہل دید — ایک نرگس ہے وہ آپ ہی آنکھوں سے معذور ہے
... اُس لب نوشیں کے از بس کھائی ہیں نیش — یہ نہیں معلوم دل یا خانۂ زنبور ہے
یہ بہار حسن تو دو چار دن ہے مثل گل — اے بت مغرور تو کس بات پر مغرور ہے
تاک کر سنگ حوادث کس کو مارے گا فلک — شیشۂ دل تو مرے پہلو میں چکنا چور ہے
گل رخاں بے زور و زر ملتے نہیں ہیں یا نصیب — پاس جوشش کے نہ زر نے زور نے مقدور ہے

۵۹ ے

تو جو حسن و جمال رکھتا ہے — جس سے مہ انفعال رکھتا ہے
سادہ رو دیکھتا ہے آئینہ — خواہش خط و خال رکھتا ہے
یار کی زلف کا خیال ہے مجھے — سخت آشفتہ حال رکھتا ہے
جا مرے دل میں نخل آہ کی طرح — وہ مرا نونہال رکھتا ہے
ق
عہد میں اُن لبوں کے زاہد بھی — مے کشی کا خیال رکھتا ہے
محتسب ہو نہ مانع بادہ — شیخ تو کیا مجال رکھتا ہے
شاعری اک نوال ہے جوشش — سمجھے وہ جو کمال رکھتا ہے

٢٦٠/٥

آگئے اُس کے سنگ ہی شمشیر ہے — آہ کس کے قتل کی تدبیر ہے
شمع کے مانند آتش کی بزم میں — اشک بھی میرا گریباں گیر ہے
سوزِ جاں سے آشنا یہ چاک دل — مثلِ چاکِ سینۂ گل گیر ہے
زرد جوں زر کیوں نہ ہو یہ خاکسار — خاک کوچے کی ترے اکسیر ہے
جوں صدا جوششِ دلِ وحشی مرا — خانہ زادِ حلقۂ زنجیر ہے

٢٦١/٧

خلق جب سے ہم ہوئے دردِ الم سے کام ہے — یہ سمجھتے ہی نہیں آرام کس کا نام ہے
ایک کارِ عشق ہے جو روزِ اوّل سے ہنوز — ورنہ یاں ہر کام کے آغاز کا انجام ہے
صید دل کرتا ہے وہ بُت زلف و خط و خال سے — پاس اُس کے نے قفس نے دانہ و نے دام ہے
بندۂ زنارِ زلف و مصحفِ رخسار ہوں — جستجو سے کفر کے نے خواہشِ اسلام ہے
کس طرح ہوئے تسلی اس دلِ بیتاب کو — اِن دونوں موقوف اُس سے نامہ و پیغام ہے
ایک جا دیکھی نہ ہو تو نے کبھی گر صبح و شام — زلف و رخ کو دیکھ لے یہ صبح ہے وہ شام ہے
اب تو اُٹھنے کا نہیں اس در سے جوشش زینہار — پایمالِ یار ہوں مجھ کو یہی آرام ہے

٢٦٢/٦

اسبابِ تعلق سے مزاج اُس کا بری ہے — دنیا میں جسے خواہشِ بے دردسری ہے
اس دل میں ترے حسن کی وہ جلوہ گری ہے — جو دیکھے ہے کہتا ہے کہ شیشے میں پری ہے
آئینے کو تو سامنے رکھتا تو ہے لیکن — دل میں مرے بھی حسرتِ دیدار بھری ہے
کرتا ہے تو نت زشتی و خوبی میں تفاوت — اے آئینے بتلا تو یہ کیا دیدہ وری ہے
گر ہے ہوسِ نام تو فرہاد صفت ہو — عشاق کی مرنے ہی میں کچھ نام وری ہے

جوں سرو مجھے سنگ سے آزار نہ پہنچے — جوشش ثمر عیش مری بے ثمری ہے

۲۶۳ تو آپ یاں ہی دل سو کسی رہ گزر میں ہے — اے طفل ہرزہ گرد تو میری نظر میں ہے

اُس کو کہاں قیام جو اس رہ گزر میں ہے — مانند رنگ شیشۂ ساعت سفر میں ہے

ممکن نہیں جو کر سکے دعواے ہمسری — وہ ابر میں کہاں ہے جو اس چشم تر میں ہے

کس واسطے ہو غنچۂ دل اُس سے ملتجی — کیا آہ میں نہیں کہ نسیم سحر میں ہے

تسلیم دل میں تو نہیں ملتا ترا سراغ — اے کاروان آہ تو کس رہ گزر میں ہے

آشنا ز دسنگ دل نہیں جو ہمسر یاں ہو — اے آہ سرد کس لیے فکر اثر میں ہے

تیغ جفاے یار کے منہ پر سے کیوں ٹلوں — عشاق کو تو عیش ابد ترک سر میں ہے

ملتا ہے جو مزہ مجھے اس کے کلام میں — جوشش کب اس طرح کی حلاوت شکر میں ہے

۲۶۴ میں آنہ سکوں اور صبا جا کے رہی ہو — کوچے میں ترے یار عجب باؤ بھی ہے

جی چاہے تو ملیے جو نہ چاہے تو نہ ملیے — دل میں تو ہمارے نہ یہ ہی ہو نہ وہی ہے

جوشش تو بیاں تک ہوا رسواے علائق — جو دیکھے ہے کہتا ہے یہ دیوانہ وہی ہے

۲۶۵ یاں ہر گھڑی جو رونے کا تار بندھ رہا ہے — تیرا ہی دھیان مجھ کو لے یار بندھ رہا ہے

مارے گا تو کسی کو میں خوب جانتا ہوں — دامن کمر سے تیری خوں خوار بندھ رہا ہے

ابر و ہوا تر شیخ گل اور مل سے آبھی — سامان مے کشی کا مے خوار بندھ رہا ہے

توسن کو ناز کے تو جولاں دے جتنا چاہے — نت اک سے تری دل دلدار بندھ رہا ہے

عاشق ترے سے ملتے جتنے وہ خون ہی میں مرتے — پھر کس کے واسطے اب ہتھیار بندھ رہا ہے

ناداں ہی کوئی اس پہ ڈالے گا ہاتھ جوشش — زلفوں میں اُس کی دل سا ہشیار بندھا ہے

۴۶۶/۷
چشم پر آب دیدۂ گریہ دابِ اشک ہی — جیدھر نگاہ پڑتی ہے سیلابِ اشک ہے
تاثیرِ گریۂ عشاق کیوں نہ ہو — آتش خجل ہو جس سے یہ وہ آبِ اشک ہے
کیوں کر رہے نہ آنکھوں میں اے مردمانِ چشم — یہ خونِ دل یہ لختِ جگر تابِ اشک ہے
مژگاں سے کیوں نہ تجسہ مرجاں ہو منفعل — ہے تو یہ خارِ خشک پہ شادابِ اشک ہے
یاں تک کیا ضعیف غمِ عشق نے مجھے — نے طاقت آہ کی ہے نہ اب تابِ اشک ہے
سوزِ جگر ہجومِ غمِ عشق و دردِ دل — سامان آہ و نالہ و اسبابِ اشک ہے
جوشش رکھ احتیاط سے دامان و جیب میں — ضائع نہ کر کہ یہ دُرِ نایابِ اشک ہے

۴۶۷/۹
جُدائی میں تری ظالم مری کب آنکھ لگتی ہے — جگا دیتی ہے بیتابیِ دل جب آنکھ لگتی ہے
یہاں تو نالہ و آہ و فغاں ہے بے قراری ہے — کسی کی کس طرح راتوں کو یارب آنکھ لگتی ہے
ہوا پامالِ راہِ انتظار آرام و عیش اپنا — پڑے ہے چین کس دن کون سی شب آنکھ لگتی ہے
جدا افسردہ کیا ہے دل کو اُس کی بے وفائی نے — کہاں ہے وہ تعشق کس سے یاں اب آنکھ لگتی ہے
رکھے ہے دشمنی کیا خفتگیِ بخت اے جوشش — ہم آغوش اُن سے جب ہوتا ہوں تب آنکھ لگتی ہے

۴۶۸/۷
مست وہ بادہ نوش آتا ہے — دشمنِ عقل و ہوش آتا ہے
خانۂ چشم کا خدا حافظ — اشک طوفاں بجوش آتا ہے
دورِ ساغر ہے جس کی گردشِ چشم — یاد وہ مے فروش آتا ہے
کیوں نہ ایذا ہو خواہشِ لب میں — ہاتھ بے نیش نوش آتا ہے

لا ابھی ساقی شراب ابر سیاہ　　کیا یہ جوشش دخترِ دشمن آتا ہے
لوگ ہوتے ہیں پی کر مے بیہوش　　مجھ کو پینے سے ہوش آتا ہے
کوچۂ زلفِ یار سے جوشش ــــ　　کب یہ حلقہ بہ گوش آتا ہے

۴۶۹ / ۹ دل میں بھری ہے آگ اور آنکھوں میں آب ہے　　مانند شمع حال ہمارا خراب ہے
دل سے ہو تیر اشک نہ آئے عجب نہیں　　بریاں ہو جب کباب تو اس میں کباب ہے
دل کس طرح چمن میں لگے آج باغباں　　نے ابر نے ہوا ہے نہ جامِ شراب ہے
غافل کر اس کی سیر تو غفلت کی چشم سے　　ہستی بے ثبات خیالات خواب ہے
خالِ سیہ نہ ہوئے یہ رخسار یار پر　　دیوان حسن کا نقط انتخاب ہے
عالم خراب ہوئے جو وہ بے حجاب ہو　　ہے خیر کچھ اسی میں کہ منہ پر نقاب ہے
لذت ہے خاک عشق کی پیری میں ہم دمًا　　معشوق خرد سال ہے عہد شباب ہے
اس مے کدے میں کون ہو ساقی سے ملتجی　　خونِ جگر شراب ہے اور دل کباب ہے
دیکھا ہے جب سے زلف کو شانے کے ہاتھ میں ــــ　　جوشش ہمارے دل کو عجب پیچ و تاب ہے

۴۷۰ / ۳ منظور تم کو پیارے اگر امتحان ہے　　پھر دیر کیا ہے لیجیے حاضر یہ جان ہے
قائل دعا کے جبر میں اِس نیم جان کے　　اُٹھنے سے ہاتھ رہ گئے ہلتی زبان ہے
جوشش کی چشم تر پہ یہ رخسار قطرہ نہ ہو ــــ　　آتی ہے فوج اشک یہ اُس کا نشان ہے

۴۷۱ / ۲ جس طرح دل کا داغ جلتا ہے　　اس طرح کب چراغ جلتا ہے
یار گو ہے بہار پر تجھ بن　　اپنی بھاویں تو باغ جلتا ہے

آتشِ گل سے کر حذر بلبل — ورنہ بالِ فراغ جلتا ہے
شمع ساں ہوں گدازِ آتشِ عشق — دل جلا اور دماغ جلتا ہے
لوحِ دل پر جو کوئی نقش دنا رکھتا ہے ۴۷۲/۳ کام وہ ہستیٔ موہوم سے کیا رکھتا ہے
خونِ دل کا تو مرے ہی نمکیں لے خوں جو آ — لیک یہ لختِ جگر زود رمزہ رکھتا ہے
شکوۂ تفرقۂ دہر عبث ہی جو شش — شوق تیرا ہی تجھے اُس سے جدا رکھتا ہے
وہ ہے اور شوقِ ظلم رانی ہے ۴۷۳/۸ میں ہوں اور ذوقِ جاں فشانی ہے
خاکساروں میں کیوں نہ ہوں مشہور — تیرے کوچے کی خاک چھانی ہے
چشمِ تر کیوں نہ رہیے مثلِ حباب — ایک ہی دم کی زندگانی ہے
چُننے آنکھوں نے خوانِ لختِ جگر — آہ یہ کس کی میزبانی ہے
سانس لیتے کراہتا ہوں میں — آہ کیا ضعف و ناتوانی ہے
سُن مری سرگزشت وہ بولا — کس دوانے کی یہ کہانی ہے
میرے سوز و گداز کے آگے — شمع خجلت سے پانی پانی ہے
نت ہی جھیکنا ہے اے جو شش — جب تلک اپنی زندگانی ہے
کیوں نصیبوں کو اپنے روتا ہے ۴۷۴/۱ جو خدا چاہتا ہے ہوتا ہے
. . . ہے سو جاں بہ لب ہے ۴۷۵/۴ مرنے کا تعجب نہیں جینا ہی عجب ہے
یوں تو تری ہر بات میں ہی جان کا سودا — لیکن یہ جھڑک بولنا اے جان غضب ہے
کچھ کان بھرے غیر نے یا تھی مری تقصیر — تو بے سبب آزردہ نہیں کچھ تو سبب ہے

تو اپنے سر انجام سے غافل نہ ہو جوشش — کیا جانے سفر ہستی موہوم سے کب ہے

چشمکی وہ اس کی صاحب تاثیر سنگ ہے ٢٧٦/١٠ لکھتے ہی دل کے پار ہوا تیر سنگ ہے

کیا احتیاج سنگ تجھے تیر کے واسطے — سرمہ ہی اپنے نگاہ کی شمشیر سنگ ہے

ٹھہراؤ سے نہ ہاتھ اٹھانا تو زینہار — اے بت تری دوانے کی تعزیر سنگ ہے

دل میں ترے بھری ہے مہوس سے ہوس — اس شیشے کے تو واسطے اکسیر سنگ ہے

جو حرف اس پہ بیٹھا ہوا نقش کالحجر — دل کر کے جس کو کرتے ہیں تعبیر سنگ ہے

کچھ بول بھی اے کوہ تحمل صدا سے کوہ — سنتا نہیں کہ صاحب تقریر سنگ ہے

یاں تک پری رخوں نے کیا شیشہ دل کا چور — چھاتی پر اب نہالی کی تصویر سنگ ہے

عاجز کیا ہے سختی دل نے بہت مجھے — حق کے پسر تو اسے پیر سنگ ہے

تلوار تیشہ کر کے نہ دی تو نے اس کے ہاتھ — عاشق کے قتل میں تری تقصیر سنگ ہے

جوشش ہماری دل میں ہے یوں ان بتوں کی قدر — جوں بت کدے میں صاحب توقیر سنگ ہے

یہ دل جو بغل میں خیال آفریں ہے ٢٧٧/٩ اگر خرمن حرص کا خوشہ چیں ہے

ہوا جوں کماں خشک زاہد ولیکن — ہنوز اس کے تیر طمع دل نشیں ہے

اجل تو اٹھا کر کے لے چل یہاں سے — مجھے مطلق اٹھنے کی طاقت نہیں ہے

ادھر دھجیاں ہو رہا ہے گریباں ق ادھر خون دل سے بھری آستیں ہے

یہ کیا حال ہے تیرا دیوانے سچ کہہ — ہماری طرح تو بھی عاشق کہیں ہے

نظر کام کرتی نہیں جس کمر پر — اسے دیکھ جوشش جو باریک بیں ہے

اُس کان ملاحت کی اگر یاد نہیں ہے ۴۷۸/۴ یہ خون دل اور لختِ جگر کیوں نمکیں ہے
کیا جانیے کیا لطف ہے سینے میں ہمارے جس تیر کو کھینچوں ہوں نکلتا ہی نہیں ہے
سنتا ہے جہاں شور یہ کہتا ہے وہ ظالم — اس گرد میں شاید وہ دوانا بھی کہیں ہے
دم مارے ترے آگے کیا ماہ کی قدرت ہے ۴۷۹/۴ کھڑے اتراٹے پیارے اللہ کی قدرت ہے
ناطاقتی دل نے گھبرائے مجھے ایسا ہے — نے تاب ہے نالے کی نے آہ کی قدرت ہے
آنکھوں میں اپنی دشت و بیاباں بہشت ہے ۴۸۰/۴ جب تک بغل میں یہ دلِ وحشت سرشت ہے
گھر میں ہی کیوں نہ سجدے کیا کیجے زاہدو — کعبے میں اور کیا ہے یہی سنگ و خشت ہے
پھیٹا تو ایک پیچا ہے اور جامہ چست ہے ۴۸۱/۴ اس کاہلی پنچے کی بھی کیا سج درست ہے
زور آوری سے کیسا ہی مضموں باندھیے الفاظ جس کے سست ہیں وہ شعر سست ہے

جب جدائی میں شام ہوتی ہے ۴۸۲/۹ نیند سب کی حرام ہوتی ہے
ترک تازی پہ تو جو باندھے کمر ابھی ترکی تمام ہوتی ہے
دیکھ بولی زلیخا یوسف کو یہی شکلِ غلام ہوتی ہے
بھول جاتا ہوں میں خدائی کو اُس سے جب رام رام ہوتی ہے
اک اشارے سے ابرو خوں ریز باعثِ قتلِ عام ہوتی ہے
جب وہ آتا ہے منزلِ دل میں اور ہی دھوم دھام ہوتی ہے
زلف و رخ کے خیال ہی میں سدا صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے
رد کش ابروے یار کی جب ہو تیغ گو بے نیام ہوتی ہے

فوج درد و الم کی ای جوشش — مجھ پہ یورش مدام ہوتی ہے

جو یہ کچھ شمع کی جسم و جاں کی طرح ہے ۴۳/۵ وہی اس دل ناتواں کی طرح ہے

نہ گل میں ترا رنگ و بو دیکھتا ہوں — نہ غنچے میں تیرے دہاں کی طرح ہے

ترے ہجر میں اشک اقلیم دل سے — رواں ہر گھڑی کارواں کی طرح ہے

رقیبوں کے خواہاں حبیبوں کے دشمن — یہی اب کے نواب و خاں کی طرح ہے

بھلا کس سے تشبیہ دوں ان کو جوشش — سبھوں سے نرالی بتاں کی طرح ہے

کچھ کام نہیں ہمیں وفا سے ۴۴/۵ تو ہاتھ نہ کھینچیو جفا سے

کل سب کے گلے گلے ملے تم — تھے ہم بھی تو صورت آشنا سے

ظالم تجھے حق رکھے سلامت — ہم مر گئے تو تری بلا سے

دیکھا بس آب تیغ تجھ کو — پیاسے مرتے ہیں تیری پیا سے

جوں آئینہ اس جہاں میں جوشش — معمور ہے دل مرا صفا سے

یار محظوظ ہے رقیبوں سے ۴۵/۵ بولتا کب ہے ہم غریبوں سے

بار پائیں ہم اس کی محفل میں — یہ توقع کہاں نصیبوں سے

درد دل کی مرے دوا نہ کریں — ہے یہی آرزو طبیبوں سے

باغباں ان کو باغ سے مت ہانک — چہل رہتی ہے عندلیبوں سے

دوستی اس سے کی برای جوشش — دشمنی ہو گئی حبیبوں سے

مجھ کو آنکھوں نے کیا سرو چراغاں اشک سے ۴۶/۵ شعلہ زن ہوں جیب سے تا بہ داماں اشک سے

آئینہ ساں اُس رخِ حیرت فزا کے روبرو
رات بھری رہتی ہی میری چشمِ حیراں اشک سے

منہ لگا کر منہ سے اُس کے رات روئی اس قدر
جمع ہو گئیں یار کی زلفِ پریشاں اشک سے

ہاتھ کیوں ڈالے ہی گریبان پہ مری اب اے جنوں
جل گیا مدت ہوئی میرا گریباں اشک سے

یاد میں اُس گل بدن کی آہ روئے یاں تلک
ہو گئے سرسبز میرے خارِ مژگاں اشک سے

تیر تیرے دل پہ جو بیٹھے تھے اے ابرو کماں
اب تلک نکلیں ہیں ان تیروں کے پیکاں اشک سے

کم نہیں ہونے کی جوشش سوزشِ دل مثلِ شمع
تر کرے گو چشمِ گریاں تا بہ داماں اشک سے

—

۴۸۵/۸

ہرچند کہ دیکھے ہے وہ پیار کی آنکھوں سے
پر نکلے ہے بے رحمی اُس یار کی آنکھوں سے

شدت سے لگا ہنسنے احوال پہ گریے
آنسو بھی کبھی ٹپکے مکار کی آنکھوں سے

. . . کیا شرح و بیاں کیجیے
بیماری نمایاں ہے بیمار کی آنکھوں سے

ہے تیغِ نگہ کھینچے شمشیر بکف مژگاں
اب جیتے نہیں بچتے خوں خوار کی آنکھوں سے

. . . کی آنکھوں سے آنکھیں تری بہتر ہیں
کیا اچھی ہیں اے پیارے دو چار کی آنکھوں سے

. . . سے کر ہم چشمی اے آئینے
غافل نہ ملا آنکھیں بیدار کی آنکھوں سے

ہر طرح اُسے دیکھا وہ دیکھ ہی لیتا ہے
عیاری کرے کیا کوئی عیار کی آنکھوں سے

اتنی بھی رسائی ہو جوشش تو غنیمت ہے
خاکِ کفِ پا ملیے دلدار کی آنکھوں سے

—

۴۸۸/۶

کام کیا مجھ کو ربطِ عالم سے
آشنا ہوں میں اک ترے دم سے

جان تک تجھ کو دے چکے ہم تو
اور تو چاہتا ہے کیا ہم سے

آستیں کا مری خدا حافظ
آگ نکلے ہے دیدۂ نم سے

گر نہ ہوئے امیدِ شادیِ وصل — جی نکل جائے ہجر کے غم سے
وہی آرام سے ہے اے جوشش — اُٹھ گیا جو کوئی کہ عالم سے

۹۰/۹ منہ بنائے ہوئے پھرتا ہے دو کل سے ہم سے — کوئی آج اس کو ملا دے کسی کل سے ہم سے
نالہ و آہ فغاں کیوں نہ ہوں ہم دم اپنے — دوستی عشق کو ہے روزِ ازل سے ہم سے
نالہ خاموش پھر آزردہ نہ ہو جائے کہیں — آج بولا ہے وہ کس ردّ و بدل سے ہم سے
خوف رکھتے ہیں تری کم نگہی کا ورنہ — یار ڈرتے ہیں کوئی تیغِ اجل سے ہم سے
جوشش اس عربدہ جو ترک ستمگار نے آج — آشتی کی ہے بڑی جنگ و جدل سے ہم سے

۹۱/۹ کیا شمع کو ہے نسبت اس شوخ سیم بر سے — داغِ غلام جس کے ہیں سینکڑوں قمر سے
کیوں کر نہ کہیے نازک ویسے تری کمر کو — وہ تاب آگ سے کھائے یہ گرمیِ نظر سے
جلوے نے تیرے بخشی یہ باغ کو تجلی — بہونہ ہر شجر کو ہے طور کے شجر سے
جل کر تمام سینہ اک آبلہ ہوا ہے — نکلے ہے یا الٰہی کیا آگ چشمِ تر سے
نوکِ مژہ پہ قطرے آنسو کے جم رہے ہیں — حیرت زدوں کو تیرے کیا کام ہے گہر سے
نوبت یہاں تلک تو پہنچی ہے اب ہنر کی — ہر بے ہنر کو دعویٰ ہے صاحبِ ہنر سے
ہے عشق کا سر ما تسلیم دل کا ہی — گو بادشاہ بھی ہو بدتر ہے یاں نفر سے
جب تک کہ دھڑ پہ سر تھا لاکھوں ہی دردِ سر تھا — سر دے کے تجھ کو قاتل چھوٹا ہیں درد سر سے
ٹک کھول چشمِ غفلت جوشش ہے جائے عبرت — یہاں سروری گزرتی دنیا کی رہ گزر سے

۹۱/۵ لاکھوں ہی ہیں قتل گشتہ گار بھی سے — رہتی ہے ہر گھڑی ایک تری تلوار مجھی سے

ہر ایک گنہ گار کی یاں ایک سزا ہے
گردن زدنی ہیں تو گنہگار مجھی سے

کہتے ہیں تری تیغ کو ہے قاتل عالم
اے کاش ہو اس کو سروکار مجھی سے

منصف تو بدل پر یہی ڈر ہے کہ مجھ کو
بخشیں نہ کہیں میرے طرفدار مجھی سے

منظور اسے جور و جفا ہے یہی جوشش —
رہتا ہے خفا اک وہ ستمگار مجھی سے

یار نکلا نہ تا سحر گھر سے ۲۹۲/۹
بندھ گئے ہاتھ حلقۂ در سے

گر یہی رست خیز نالہ ہے
مجھ کو ڈر کیا ہے شور محشر سے

آستیں جل نہ بجھے گی شمع صفت
ہاتھ اٹھا میرے دیدۂ تر سے

اہل جوہر نہیں فراغ نصیب
تیغ زنجیر میں ہے جوہر سے

ہوتی ہے اب روانہ کشتی مے
ابر دل کھول کر کہو برسے

اپنے سینے میں داغ آتش زا
ہیں پڑے سیکڑوں سمندر سے

فیض پروردہ سے نہیں کہ نہیں
لب صدف کا تر آب گوہر سے

دل حیراں مرا حضور اس کے
چھین لے آئینہ سکندر سے

عمل بد عمل میں ہیں جوشش —
دل مرا کانپتا ہے اس ڈر سے

روشن ہوا یہ خانۂ دل اس کے نور سے ۲۹۳/۷
موسے ہمیں غرض نہیں کچھ کوہ طور سے

آئین عاشقی میں ترقی کی آرزو
رہتی ہے میرے عجز کو اس کے غرور سے

اے غافلو یہ زندگی ناپائدار ہے
باور نہ ہو تو پوچھ لو اہل قبور سے

نقش حصیر اپنے بدن پر ہے پیرہن
سنجاب سے ہے کام نہ مطلب سمور سے

جز اشک دھوئے گا کون مرے منہ سے گردِ غم　　غربت زدہ ہوں آیا ہوں میں راہ دور سے
آپ ہی میں جل بجھوں گا سحر تک رنگِ شمع　　مجھ کو اٹھا نہ دیجیو اپنے حضور سے
پھنس جائے گا تو دامِ تعلق میں یک بیک —　　جوشش نہ تھی امید یہ تیرے شعور سے

۴۹۴ جدا ہوں جیب سے میں اشکِ شعلہ رو سے　　بھبھوکے نکلے ہیں ہر ایک مو سے
میاں تم میرے گھر آؤ نہ آؤ —　　اٹھایا میں نے دل اس آرزو سے

۴۹۵ بکھرے بالوں میں ہے گھڑا ترا حسن خوبی سے　　ابر میں مہ کو نہ دیکھا کبھی اس خوبی سے
کبھی غمزہ تھا کبھی عشوہ کبھی ناز و ادا　　لے لیا دل کو مری جان نے کس خوبی سے
غافلوں کو نہیں کچھ خاکِ درِ عشق کی قدر　　مطلع جوں نہیں اکسیر کی اس خوبی سے
خم رخی خوب نہیں مانو کہا آؤ سیدھے　　آگئے تم سنتے تھے جس خوبی سے اس خوبی سے
دشمنِ حسن و حواس آہ تجھے دیکھتے ہی　　نہ حواس اپنے رہے اور نہ میں خوبی سے
مبتلا دردِ سرِ عشق میں ہے یک عالم　　صندل اس طرح لگاتا ہے جو گھس خوبی سے
گردشِ چرخ تو نالاں نہ ہو گردانا ہے —　　جوشش اس اثنا میں بیٹھ کے اس خوبی سے

۴۹۶ اگر دو چار بھی ہو جائے ہے کہیں مجھ سے　　تو یہ غضب ہے کہ وہ بولتا نہیں مجھ سے
سیاہ بخت بھی ہوتے ہیں میاں کہیں مجھ سے　　کہ سرخ رو نہ ہوئی تیری تیغِ کیں مجھ سے
گئے گلابی مرے ہاتھ سے تھی کہیں اس سے　　شبِ گزشتہ عجب حرکتیں رہیں مجھ سے
میں ان رقیب چکوروں سے تو نہیں ملتا　　ہی ہے جبیں نہ جبیں کیوں وو نہ جبیں مجھ سے
ہجومِ نالہ و آہ و فغاں سے یک دم میں　　بہ تنگ آگئے سب میرے ہم نشیں مجھ سے

اس اشک کو میں کھایا ہی کیا جلا دینا — گلہ رکھے ہی جو داماں و آستیں مجھ سے

کہوں ہزار غزل اس زمیں میں جوشش — ....

٢٩٧/٣ .... ستم سے — برباد رکھو پیارا نہ ہوگے ہم سے

اللہ تا قیامت تجھ کو رکھے سلامت — کیا کیا ستم نہ دیکھے تجھ سے ہم نے کرم سے

.... تیرے میں سر سے ہاتھ اٹھاؤں — لیکن نہ سر اٹھاؤں ظالم تری قدم سے

٢٩٨/٩٨ چاند مکھڑے سے تری ہی بار کم ہر طرح سے — نظروں میں اٹکل چکے ہیں اس کو ہم ہر طرح سے

یا خدا ہو جاؤں گا یا ہوں گا خاک رہ گزر — لے رہوں گا یار میں تیرے قدم ہر طرح سے

چاہیے کی اپنے تو جس طرح چاہے لے ہم — ہم تو ہیں تیتار کھائے کو قسم ہر طرح سے

گہ جفا گہ جور ہے گا ہی تعدی گہ ستم — حال پر میرے وہ کرتا ہی کرم ہر طرح سے

خواہ بت خانہ ہو مسکن خواہ بیت اللہ ہو — تیرے ہی بندے کہائیں گے صنم ہر طرح سے

گوش دل سے اپنے اے بیدرد تو سن یا نہ سن — ہم کہیں گے قصۂ درد و الم ہر طرح سے

ہجر میں روئیں گے یا مارے کریں تجھے تو نہ رو — یار ہم کر لیں گے اپنا آپ غم ہر طرح سے

وہ کبھی عشوے کرے ہے اور کبھی ناز و ادا — ہم پہ ہو رہتا ہے اے جوشش ستم ہر طرح سے

٢٩٩/٥ دور اشک سے تپ دل پر غم نہ ہو سکے — باراں سے سوز برق کبھی کم نہ ہو سکے

جمعیت جہاں کو برہم کرے فلک — لیکن یہ بزم غم کبھی برہم نہ ہو سکے

گو ہاتھ آئی تخت سلیماں پہ تا بہ مرگ — وارستگاں سے منت خاتم نہ ہو سکے

جب تک کہ دو پیالے یہ آنکھیں پلا نہ دیں — مستوں سے تیرے سیر دو عالم نہ ہو سکے

اس بحر موج خیز میں جوشش حباب وار — سیراب میرے دیدۂ پُرنم نہ ہو سکے
۵۰۰ جینا ہوا ہے دہر میں تجھ بن نہ ہو سکے — صحبت برار زیست کسی دن نہ ہو سکے
شبنم کی طرح سامنے اس آفتاب کے — ہونے کو تو ہوئے تھے ولیکن نہ ہو سکے
عقرب کی کیا مجال جو ہو جائے دو بدو — زلف سیہ کے سامنے ناگن نہ ہو سکے
ہے سحر سامری تری آنکھوں کا اختراع — تیرا حریف تو کوئی کاہن نہ ہو سکے
جوشش کرے دو قتل تو ذہن بیکسی بغیر — کوئی مرا ممد و معاون نہ ہو سکے
۵۰۱ تیری خدمت سے جدا یار نہیں ہونے کے — ہم کہیں اور گرفتار نہیں ہونے کے
گو کہ اس خانۂ ہستی سے کریں نقل مکاں — یہ تری چشم کے بیمار نہیں ہونے کے
آئینہ رو ہی وہ اور ہم ہیں غبار رہ عشق — اس کی خاطر پہ کبھی بار نہیں ہونے کے
گور میں تو نے سلایا ہے جنھیں کو اے بخت — شور محشر سے بھی بیدار نہیں ہونے کے
بیچتا ہوئے جو دل تجھ کو تو بیچ اے جوشش — پھر بتاں اس کے خریدار نہیں ہونے کے
۵۰۲ دامان کو دکھا دے کیا دن بہار کے — قربان ہوں میں اس مژۂ اشکبار کے
لالے کی پنکھڑی نہ ہو دامان میں مرے — ٹکڑے پڑے ہوئے ہیں دل داغدار کے
ساقی کہیں شتاب بھی آ اس بہار میں — جوشش کی جان نکلے ہے مارے خمار کے
۵۰۳ متروک ہیں جگر نالے ہیں مردود اثر کے — جوں تیر ہوائی نہ ادھر کے نہ ادھر کے
کیوں کر نہ گری قاصد اشک اپنی نظر سے — کس کام کے ہیں یہ نہ خبر کے نہ عطر کے
ہوتی ہے ترقی مری بیتابی دل کو — اے کاہش . . . آنکھ نہ بھر کے

غیروں سے تجھے دیکھ کے سرگرم محبت — ہم رہ گئے ناچار دم سرد ہی بھر کے
رسوائے خلائق تجھے کر چھوڑیں گے آخر — ڈر طفل ستمگروں سے کہ یہ بھیدی ہیں گھر کے
اس کے لب و دنداں کے مشتاق ہیں جوشش — نے لعل کے طالب ہیں نہ مشتاق گہر کے

۵۰۴/۶ کشتنی ہے تپا دل شدوں کی — لینا خبر اپنے بے خودوں کی
اے سرو سہی کے ایک گلشن — چلیو مت چال خوش قدوں کی
کیوں کر وہ کرے سلوک ہم سے — خاطر ہے عزیز ہم اسدوں کی
تعمیر کنشت دل ہوا جب — زاہد نہ بنا تھی مسجدوں کی
کہنا مت مان واعظوں کا — بیہودہ ہے بات بیہدوں کی
داڑھی نہ رہے گی شیخ صاحب — صحبت میں نہ بیٹھو امردوں کی

۵۰۵/۵ نت نئے عذر ہیں نہ آنے کے — ہم ہیں دیوانے اس بہانے کے
شوق سے تو مجھے نشانہ کر — ہوں میں قائل ترے نشانے کے
ق مجھ سے جوشش تو کچھ سبب مت پوچھ — واں سے آنے کے یاں سے جانے کے
چپ ہی رہ جا یہ قفل ہیں پیارے — اس کی قدرت کے کارخانے کے

۵۰۶/۷ منتفق سب ہیں کہ ہے دنیا جگہ آرام کی — اس میں گر تو ہی نہیں ملتا تو پھر کس کام کی
سالہا گذری کہ ہم بیٹھے ہیں تیری منتظر — اے کبوتر خوش لگی تجھ کو ہوا کس بام کی
مار ڈالا درد دل نے انتہائے عشق میں — تھی یہی تدبیر اس آغاز کے انجام کی
تو جو ہم کو یاد فرماتا نہیں اے بے وفا — چال کیا دنیا سے اٹھ گئی نامہ و پیغام کی

جانتے بھی ہم نہیں اس نے کدھر ہی پایا نصیب — شکل کیا مینا کی ہے اور کیا ہے صورت جام کی
کفر پر مت طعن کر اے شیخ میری روز توبہ — مجھ کو ہے معلوم کیفیت ترے اسلام کی
کیوں نہ چھیڑوں اس کو اے جوشش کہ بھاتی ہے مجھے — خوبی اس کی جھڑکیوں کی تشنگی دشنام کی

غزل ۵۰۴

گرم غیروں سے آشنائی کی — یار نے حد ہی بے وفائی کی
روز محشر تو روز محشر ہے — بری ہوتی ہے شب جدائی کی
نہ مٹا جو لکھا تھا قسمت میں — ہم نے ہر چند جبہہ سائی کی
بے وفا وہ نکل گیا جوشش — بھولے جو اس سے آشنائی کی

غزل ۵۰۵

چھوڑ دی چال ظلم رانی کی — ان نے کیا خاک مہربانی کی
کیوں ڈرائے ہے اے اجل ہم کو — ہے ہوس کس کو زندگانی کی
ایسے جینے سے موت بہتر ہے — اس کی خاطر پہ جب گرانی کی
اے خضر تجھ ہی کو مبارک ہو — آرزو عمر جاودانی کی
صاف دل تو وہ بدگمان ہوا — ہم نے ہر چند جاں فشانی کی
ہم رہے پائے اعتراض ہی ہیں — غیر پر ان نے مہربانی کی
چشم نے رات تا سحر جوشش — اس کے پاؤں پہ درفشانی کی

غزل ۵۰۶

طبیعت آج بہکی ہی ہمارے دیدۂ تر کی — دبیر چرخ سے کہہ دو خبر لے اپنے دفتر کی
صفائی خط کی ان کے کون پا سکتا ہے کیا قدرت — ادھر جاتی ہے قلعی یاں تو آئینے کے جوہر کی
کہاں سے ہو سکے رستہ تجلی خیز دنداں کا — پڑی اس راہ میں روح الامیں کو اپنی شہپر کی

لگے گھبرانے اپنی بیقراری اُس کو سب بھولے
اگر دیکھے کبھی سیماب صورت تیری مضطر کی

کیا یاد صبا نے نافۂ تاتار ہر گل کو
گرہ جب کھل گئی گلشن میں اُس زلف معنبر کی

لب شیریں ترے شیریں سخن سے ایسے شیریں ہیں
کہ جن کے سامنے قدر اُٹھ گئی قند مکرر کی

لب ہر زخم پر ہی جوشش تجاہل ای جوشش
— نہ کام آئی ہمارے آبداری اُس کے خنجر کی

۱۰ہ
۸

نہیں دل کو ہمارے تاب اُس سنگ ملامت کی
ہمیں رسوا کیا اے عشق تونے کیا قیامت کی

خدا نے دن یہ دکھلائے کہ ہم ہم بزم ہیں تیرے
نہ تھی تجھ سے توقع بے وفا صاحب سلامت کی

دل و جاں نے بھی نیت نماز عشق کی باندھی
وضو کر اشک سے اس دیدۂ تر نے امامت کی

زباں پر بات آئی تھی کہ ہم آ کر گلے لگتے
ہمارے جی کی جی ہی اس گھڑی تم نے کرامت کی

صحیفہ دل ہی کا مجموعۂ راز الٰہی ہے
دگر نہ بہت دیکھی ہیں کتابیں اس محبت کی

پڑا پھرتا ہوں سرگرداں خیال زلف میں تیرے
کبھی جاتی نہیں کچھ اپنی ایاموں کی شامت کی

کہیں ابر کرم بھی یہ نہ جانے جی دھڑکتا ہے
ہوئی ہے طرح بے نہایت مری اشک ندامت کی

اسے کیونکر کہوں ہے فتنۂ ایام ای جوشش
— قیامت ہو چکے رد گشتہ جس کے قد قامت کی

۱۱ہ
۸

سمجھے یہ ہم جب اس کے گرفتار ہو چکے
ہونے تھے خلق جتنے جفاکار ہو چکے

سر پر تمہارے دھو گل داغ جنوں شتاب
یہ گل تو زیب گوشۂ دستار ہو چکے

حاضر ہیں بندگی میں ہمیں مار ڈالیے
دیکھا تمہارے منہ کو گنہگار ہو چکے

مشہور عاشقی میں ہوئی اس گناہ کی
جو کچھ سزا ہو اس کی سزاوار ہو چکے

گر ہے یہی دوا ہی تشخیص اے طبیب
یہ تجھ سے اس کی چشم کے بیمار ہو چکے

ہے کشتیِ وجود فنا دم میں جوں حباب ۔ اس بحر شے کنارے سے ہم پار ہو چکے
اے شیخ عزم طوفِ حرم تھا یہ کیا کریں ۔ اب و اہم ان بتوں کے پرستار ہو چکے
پرسشش سنائی کا یہ غم ہجر تا بہ کے ۔ ہم اپنی زندگانی سے بیزار ہو چکے

۵۱۲/۲
چشم کس طرح نہ حیرت سے ہو پامال اس کی ۔ مردمِ دیدۂ آئینہ ہے تمثال اس کی
منکر پاک ہی وہ شیشے کی جوں ریزتی ۔ مرد ماں دیکھ تو پھر آنکھیں ہیں کیوں لال اس کی
نے کسی نے ترے بیمار کو مارا اے چشم ۔ جز قضا کون کرے پرسشِ احوال اس کی
ہائے ماہ نہ آنکھوں پہ چڑھے ہو نہ بھیل ۔ بس کہ دل چسپ ہے خوبیِ خط و خال اس کی
غنچۂ دل کی جگہ سمجھیے تیر آتا ہے ۔ ٹوٹ کر سینے میں رہ جائے اگر بھال اس کی
دیکھیو دیکھیو مت اس کی طرف اے پرسشش ۔ آفتِ جان ہے رخ زلف ہے جنجال اس کی

۵۱۳/۲
وہ جوانی کے جو تھے ایام آخر ہو چکے ۔ پیری آئی اب کہاں آرام آخر ہو چکے
ضبطِ اشک و آہ سے کیا فائدہ اے ہمدنا ۔ رو دیے دل کھول کر بدنام آخر ہو چکے

۵۱۴/۱۰
پہنچی ہے خبر کیا اسے ابروئے صنم کی ۔ خم بارِ خجالت سے ہے محرابِ حرم کی
آنکھوں کو کیا فرشِ رہ اے یار ولیکن ۔ اڑ کر نہ پڑی خاک کبھی تیرے قدم کی
کس طرح کہوں حالِ دل زار کسی سے ۔ نالوں سے نہیں ملتی ہے فرصت مجھے دم کی
مطلق نہیں آگاہ وہ آئینِ وفا سے ۔ کرتا ہے شکایت جو ترے ظلم و ستم کی
طالب جو ہوا اس کے دہن اور کمر کا ۔ اس ہستیِ موہوم سے لی راہ عدم کی
اے شیخ جو تو کوچۂ دل دار کو دیکھے ۔ دل میں نہ رہے تیری ہوس باغِ ارم کی

وہ جلیے تو معلوم جو کچھ رشتے تھے باہم — بے رحم نے ان روز دل ملاقات بھی کم کی
پھر کہا قسم اسے وعدہ فراموش قسم ہے — بھاتی ہے ادا مجھ کو تری جھوٹی قسم کی
سمجھا تھا مجھے کر چھوڑیں گے مے خانہ میں اے شیخ — ساقی نے صراحی کی جو گردن کبھی خم کی
جوشش کی طرف دیکھتے ہے دزدیدہ نگہ سے — ہے سب سے جدی وضع ترے لطف و کرم کی

۵۱۵/۶ سادہ رویاں جو خط نکالیں گے — ایک عالم کو مار ڈالیں گے
تیر اس کا جو ابھر آئے گا — اپنی چھاتی سے ہم نکالیں گے
قتل کرنا نہیں جو تو ہم کو — ہم بھی کیا تجھ سے خوں بہا لیں گے
امتحاں یتاں سے کیوں ڈریے — جان لیویں گے اور کیا لیں گے
جیتے ہم رہ چکے اگر اے دل — تجھ سا دشمن بغل میں پالیں گے
اس زمیں میں جو کوئی کہے گا غزل — ہم غزل سے غزل لڑائیں گے

۵۱۶/۷ لوحِ ہستی کو نہ لے تیغ و تبر چیریں گے — ذکر ارہ ہی سے چیریں گے اگر چیریں گے
عشق کی راہ میں سر کاٹ کے دھر دیویں گے — .... جو سر چیریں گے
داغ دل پر میرے کوئی ہاتھ نہیں رکھ سکتا — .... سینہ چیریں گے
غیر کے کہنے میں مت چل زکریا کی طرح — ورنہ یاں تجھ کو بھی آرے تلے دھر چیریں گے
دل کے پھوڑے نے ستایا ہی یہ سنتی ہیں خبر — اس کو جراح مسترہ نا بہ سحر چیریں گے
ق ہم نے جوشش یہ سنا ہے کہ ہنر مندی کی — کہتے ہیں سب سے ہو کیسا ہی حجر چیریں گے
بیٹھے چیرا کریں خارا و بلور و الماس — دل وہ پتھر نہیں جو اہلِ ہنر چیریں گے

گو اپنے ہاتھ مفت ہی دونوں جہاں لگے ۵۱۷ — لیکن بغیر کوئے صنم جی کہاں لگے
دیر و حرم تو کیا ہے سنا شیخ و برہمن — جنت بھی ہے جہنم اگر جی نہ واں لگے

روز عاشق ترا آنے کو اے جانی آئے ۵۱۸ — شبکی ہے جو ترے دل پہ گرانی آئے
کس سے تصویر تری کھینچ سکے اے آئینہ رو — منہ سے لگے دیکھنے گر سامنے مانی آئے
ہم کو تو یاد نہیں ہم پہ جو گزری تجھ بن — تیرے آگے کہے جس کو یہ کہانی آئے
آنکھیں روشن ہوں مری حضرت یعقوب کی طرح — جس گھڑی سامنے وہ یوسف ثانی آئے
چین کیا خاک ملے دل کو مری پیری میں — ہر گھڑی یاد جب ایام جوانی آئے
گرم ہو بزم سخن اس سے جہاں میں جو شش — شمع کی طرح جسے چرب زبانی آئے

یہ تو ممکن نہیں آغوش میں وہ یار آئے ۵۱۹ — نام لیتے ہوئے عاشق کا جسے عار آئے
خوش ہے یوں سینے میں دل دام تعلق سے نکل — چھوٹ کر باغ میں جوں مرغ گرفتار آئے
جنس بازار محبت ہے مرا دل لے درد — بیچیے گر کوئی تجھ سا ہی خریدار آئے
دل رنجور نے دی مہر خموشی لب پر — آہ کیا بہر عیادت کوئی غم خوار آئے
کھینچ لائے نہ اگر عفو کی امید اس کو — کس طرح سامنے تیرے یہ گنہگار آئے
سرکشوں سے نہ رکھا میں توقع بخشش — کب قدم بوس کو خار سر دیوار آئے

رونے پہ جس گھڑی یہ چشم پرآب آئے ۵۲۰ — رشتے میں یہ چکے گر مینہ پہ سحاب آئے
صحبت بر آر کب ہو آئینہ خاطروں سے — جب عکس ہی سے اپنے اس کو حجاب آئے
قانون دل کی آواز کانوں میں جب بھری ہو — خاطر میں کب صدائے چنگ و رباب آئے

ہے چشم مست تیری غارت گر دل و دیں
کیا تیرے پاس کوئی خانہ خراب آئے

رہیو انیس دل تم اے صبر و تاب و طاقت
نامے کا میرے جب تک واں سے جواب آئے

جوشش بھری ہوئی ہیں ٹکڑے جگر کے دل کے —
اس چشم خوں فشاں میں کس طرح خواب آئے

۵۲۱/۴

رونے پر جب یہ چشم تر آئے
کوہ کے پانی تا کمر آئے

رو بہ رو اس کے تو نہ رو جوشش —
کہیں اس کا بھی دل نہ بھر آئے

۵۲۲/۹

بھاتی نہیں زیادہ تری گفتگو مجھے
میں خوب جانتا ہوں تجھے اور تو مجھے

پڑتی ہے جب نگاہ مری ماہتاب پر
آتا ہے یاد آہ وہی سادہ رو مجھے

کس طرح میں نہ روؤں کہ بہر نماز عشق
کرنا ہو آب چشم سے اپنے وضو مجھے

رسوا نہ ہوں میں چشم عزیزاں میں اس قدر
وحشت لیے پھرے نہ اگر کو بکو مجھے

ایسے کہاں نصیب کہ دیدار یار ہو
گردش ہی میں رکھے گی سدا جستجو مجھے

زخم جگر تو میرا نہ پائے گا التیام
احسان منت رفو نہ کرائے رفو مجھے

کرتا ہوں زلف یار سے ہر آن گفتگو
کہتی ہے خلق اس لیے افسانہ گو مجھے

تفصیل ایسی کیا ہوئی مجھ سے کہ جب نہ تب
چشم غضب سے دیکھے ہے وہ تند خو مجھے

جوشش اسی کے در کی گدائی سے کام ہے —
شاہی دو جہاں کی نہیں آرزو مجھے

۵۲۳/۶

اے بخت تاج و تخت سے کیا کام کیا مجھے
کافی ہے بس یہی کلہ و بوریا مجھے

دنیا کی جستجو ہے نہ عقبیٰ کی آرزو
جب سے ملا ہے یہ دل درد آشنا مجھے

اس بحر بے کنار میں جوں کاسۂ حباب
اندیشہ بقا ہے نہ فکر فنا مجھے

ہوتا اگر نہ غنچہ و گل میں ترا ظہور ۔۔۔ یارب چمن کی سیر سے کیا کام تھا مجھے
جوں جوں ہنسے ہے یار میں روتا ہوں زار زار ۔۔۔ کیا جانیے کہ ان دنوں کیا ہو گیا مجھے
جوشش ملے ہے لذت کونین عشق میں ۔۔۔ درکار کیا ہے منت شاہ و گدا مجھے

۵۲۴ عیش کی ہے اسی سے آس مجھے ۔۔۔ غم دیا جس نے بے قیاس مجھے
اس جفا جو سے اشک و آہ بغیر ۔۔۔ کون کر دیوے روشناس مجھے
باغباں دست بردِ گلچیں نے ۔۔۔ اس چمن سے کیا اداس مجھے
دم خنجر پہ دم نکلتا ہے ۔۔۔ اب ہے مرنے سے کیا ہراس مجھے
ابھی طوفاں بچاؤں رو رو کر ۔۔۔ گر نہ ہو یار تیرا پاس مجھے
اپنی عریانی ہی سے ہوں محظوظ ۔۔۔ کچھ نہیں حاجت لباس مجھے
اس تغافل شعار کے ہاتھوں ۔۔۔ ایک ہی ہے امید و یاس مجھے
صحبت غیر اس کو بھاتی ہے ۔۔۔ کب بٹھاتا ہے اپنے پاس مجھے
دل کو مت چھوڑ تیری خدمت میں ۔۔۔ درد اتنی ہی ہے التماس مجھے
شکوۂ دہر کیا کروں جوشش ۔۔۔ غم سے باقی نہیں حواس مجھے

۵۲۵ آ گئی جوشش وضع خاموشی و تنہائی مجھے ۔۔۔ کوئی دیوانہ کہے ہے کوئی سودائی مجھے
لگ گئی ہے آنکھ پر آنکھوں میں پھرتا ہی ہے ۔۔۔ عین خواب وصل ہے یہ خواب تنہائی مجھے
اور ہی کچھ رنگ دشت خار کا ہوئی بہار ۔۔۔ اک قدم چلنے دے گر یہ آبلہ پائی مجھے
کعبۂ دل چھوڑ کر مسجد میں سجدہ کیجیے ۔۔۔ زاہدو آتی نہیں یہ ناصیہ سائی مجھے

تجھ سے ہو جائے شناسائی یہی ہے آرزو — یوں تو اک عالم سے ہوگئی ہے شناسائی مجھے
لے گئی یک مرتبہ دل کو شرابِ بیخودی — چشمِ مخمور اس کی کشش یاد جب آئی مجھے

جو درد و غم سے کسی کے ہوئے تباہ مجھے ٥٢٦/٥ رکھیں نہ دوست کبھی میرا اشک و آہ مجھے
ہزار بار ترے در پہ لائی بے تابی — پہ دیکھنے نہ دیا تجھ کو اک نگاہ مجھے
جہاں تمام نظر آئے ہے سیہ اے بخت — ترا خیال جو آئے ہے گاہ گاہ مجھے
کسی کے روئے درخشاں کا ہوں میں تو آشنا — پسند آئے نہ ٹک حسنِ مہر و ماہ مجھے
عجب نہیں جو نہ ہووے وہ میرے درپئے کیں — کہ اُس کی تیغ سمجھتی ہے خیر خواہ مجھے

جوں گرد کارواں نہیں آرام یاں مجھے ٥٢٧/٩ کس رہگزر میں چھوڑ گئے ہم رہاں مجھے
بے مہری سپہر بھی شرمندہ ہو گئی — تجھ سے تو یہ امید نہ تھی مہرباں مجھے
جوں گرد باد بیٹھنے دے گا نہ چین سے — گردش ہی میں رکھے گا سدا آسماں مجھے
نام و نشاں سے ہاتھ اٹھاؤں نہ جب تلک — کیونکر ترا نشاں ملے اے بے نشاں مجھے
اظہار اپنی خوبیوں کا اس قدر نہ کر — معلوم ہو گئیں تری سب خوبیاں مجھے
کہنے سے غیر کے تو مجھے بدگماں نہ جان — ہے وہ ہی بدگماں جو کہے بدگماں مجھے
اے یار سجدہ گاہِ دو عالم نظر پڑا — جوں آستانِ کعبہ ترا آستاں مجھے
بے تابیاں نہ کر دلِ بے تاب اس قدر — مارے ہی ڈالتی ہیں یہ بے تابیاں مجھے
جز شمع سوائے شمعِ شبستاں ہر حریف — اِس بزم میں ملا نہ کوئی ہم زباں مجھے

ناتوانی اٹھنے دیتی تھی نہ بستر سے مجھے ٥٢٨/٧ وحشتِ دل نے نکالا کھینچ کر گھر سے مجھے

نے بلد نے راہ بر ہے کوئی راہ عشق میں — دست و پا گم کردہ ہوں چلنا پڑا سر سے مجھے
طالب دیدار کو کچھ جان کا صرفہ نہیں — تشنہ ہوں سیراب کر مژگاں کے خنجر سے مجھے
اے ہوس کس واسطے ہوں طالب ظل ہما — سر پہ کچکول گدائی کم ہے افسر سے مجھے
بس نہ ہم بزم ہوں حسن دن سے اے نازک مزاج — سانس بھی لینی ہوئی دو بھر تری ڈر سے مجھے
اے صفا دشمن نمود جو ہر آئینہ دیکھ — صاف دل ہوں کام کیا اظہار جوہر سے مجھے
نقش دل پر مصرع فدوی ہے جوشش جوں نگیں — اب نکلنا خوش نہیں آتا کہیں گھر سے مجھے

۵۲۹ کھینچ شمشیر کہ دھڑکا نہ تجھے ہے نہ مجھے — قتل کر قتل کہ خطرہ نہ تجھے ہے نہ مجھے
ہاتھ آیا ہے قناعت کا خزانہ اے دل — اب کسی بات کی پروا نہ تجھے ہے نہ مجھے
میں تصور سے ہوں محظوظ تو غیروں سے خوش — یار ملنے کی تمنا نہ تجھے ہے نہ مجھے
رحم ہرگز نہ کیا چاہیے - اب اندیشہ — ستم و جور و جفا کا نہ تجھے ہے نہ مجھے
ترک گلزار جہاں کیوں نہ کروں اے جوشش — خواہش سیر و تماشا نہ تجھے ہے نہ مجھے

۵۳۰ ایک بوسہ جو لب سے دو گے مجھے — اے مری جان مول لو گے مجھے
ابھی تم نام بھول جاتے ہو — ہجر میں یاد کب کرو گے مجھے
غیر سے پیش رفت ہووے گی — میں سنوں گا جو کچھ کہو گے مجھے

۵۳۱ ۱۱ مت ستا چشم اشک بار مجھے — دیکھ لینے دے روی یار مجھے
کس ادا سے وہ ہاتھ جھاڑی ہے — ناز سے پشت دست مار مجھے
دل پر درد آہ و نالہ کی — دے رہتے تکلیف بار بار مجھے

دشمنِ جاں ہوا میں تیری لیے
تو نے سمجھا نہ دوستدار مجھے

زرد رکھتی ہے آتشِ دوری
مثلِ سیماب بے قرار مجھے

کیجیے اس در پہ روزگار بسر
دے جو فرصت یہ روزگار مجھے

شمع ساں بزمِ وصل سے اُس کی
داغِ حسرت ہے یادگار مجھے

میں ہوں سرخوش مئے محبت سے
خلق کہتی ہے بادہ خوار مجھے

پائمالیِ فوجِ غم نے آہ
کر دیا خاکِ رہ گزار مجھے

کیا کہوں بخششِ قضا و قدر ق
ٹوکتا کیا ہے بار بار مجھے

چشم دی ہے سو خوں فشاں جوشش —
دل ملا ہے سو داغدار مجھے

کہائے صاحبِ جوہر اگرچہ بے ہنر ہوئے ۵۳۲
بسانِ تیغ جس کے قبضے میں یک مشت زر ہوئے

سراپا معنیِ باریک ہے زلفِ دراز اُس کی
بجا ہے اہلِ معنی یہ سطولِ مختصر ہوئے

صفا پیدا کرے اس بحرِ بے پایاں میں جو کوئی
اُسے گھر بیٹھے آب و دانہ حاصل جوں گہر ہوئے

ہوا پرتو سے تیرے آئینہ جس طرح نورانی
ضیائے شمس سے روشن یوں ہی جرمِ قمر ہوئے

سنو اے ساکنانِ دہر گر نالے لگوں کرنے
بنائے گنبدِ گردوں ابھی زیر و زبر ہوئے

کروں میں حلق تر آبِ دمِ شمشیر سے اُس کے
نہیں ممکن کہ ہمت سے قضا کی اِس قدر ہوئے

جو کوئی دشتِ جنوں میں خاک چھانے گر دیتا —
وہی ہم خانہ بر دوشوں کا جوشش ہم سفر ہوئے

جب تلک یاں رہی اے مے کشو مے خوار ہے ۵۳۳
غرض آباد ہی یہ خانۂ خمار رہے

گو رکھا میں نے انھیں اپنے دل و جاں سے عزیز
لیکن آخر یہ غم و درد مجھے مار رہے

ٹک نہ اے آفتِ دیں گبر و مسلماں کو دکھا
تا نہ آپس میں کسی نوع کی تکرار رہے

زاہد اس زہدِ ریائی سے تو بہتر ہے اگر
گرد بادِ رہِ احباب سے وہ دستار رہے

صورتِ یار نمودار نہ ہووے ہرگز
آگے آنکھوں کے اگر پردۂ پندار رہے

راہ پائی نہ کبھی گلشنِ وحدت کی طرف
جو کوئی دامِ تعین میں گرفتار رہے

دل کہیں چشم کہیں ہوش کہیں گوش کہیں
ایسی طاعت سے تو بہتر ہے جو انکار رہے

بخت نے ہم کو دکھایا نہ کبھی روئے وصال
جب تلک جیتے رہے طالبِ دیدار رہے

جب تلک میکدۂ دہر میں تھے اے جوشش —
مست و مدہوش رہے عقل سے بیزار رہے

۵۳۴

خوشی سے گہ وہ مری بزم میں گزر نہ کرے
ڈروں ہوں صحبتِ غم دیدگاں اثر نہ کرے

شراب میں تو بڑی منفعت ہے کہتے ہیں ساقی
جو زہر بھی تری ہاتھوں سے میں ضرر نہ کرے

بہ رنگِ شمع تپِ دل فرو نہ ہووے گی
کبھو یہ چشم مجھے آنسوؤں سے تر نہ کرے

اگر تجھے نہیں منظور میری پامالی
تو مشتِ خاک پہ میری کبھی گزر نہ کرے

جو کوئی اور ہماری جگہ ہوئی جوشش —
تو اس کی گالیاں سن سن کے درگزر نہ کرے

۵۳۵

اس دل میں آ تجلیِ عرفاں کیا کرے
اجڑے میں جل کے شمعِ شبستاں کیا کرے

آئینہ دار آنکھ جھپکتی نہیں کبھی
کس طرح سوئے عاشقِ حیراں کیا کرے

کرتا ہے ماہ مہر سے ہر دم مقابلت
کوئی کسی پہ دہر میں احساں کیا کرے

یاں جس کی چشمِ دل میں نہ ہو نورِ معرفت
وہ کور سیرِ عالمِ امکاں کیا کرے

انجامِ کارِ عشق کو ساماں چاہیے —
جوشش جو ہووے بے سر و ساماں کیا کرے

۵۳۶/۹

آنکھوں سے اُٹھ گئے اس عزلت گزیں کے پردے — حائل کہاں ہیں اب اُس پردہ نشیں کے پردے

اے باغبان رشکِ نقش و نگارِ چیں ہیں — گلشن میں عکسِ گل سے ہر شہ نشیں کے پردے

ان کی نظر سے اُٹھ گئے جن کو ہی کشفِ کونی — کیا آسماں کے پردے اور کیا زمیں کے پردے

جو دور ہے اُسے یہ نزدیک دیکھتے ہیں — جوں دوربیں ہیں چشمِ باریک بیں کے پردے

آنکھوں سے یہ نکل کر دامن ہی دیکھتا ہے — طفلِ سرشک بیٹھا کب آستیں کے پردے

غفلت ہی کا ہی پردہ جو دیکھتے نہیں ہیں — منہ پر نہیں پڑے ہیں اُس مہ جبیں کے پردے

جس دم حبیب میرا بے پردہ ہوئی اُس دم — اُٹھ جائیں بے تحاشا عرشِ بریں کے پردے

وحدت سرائے جاناں اُن کو کہاں میسر — دل پر پڑے ہیں جن کے یاں کفر و دیں کے پردے

مطرب نہ چھیڑ ان کو جوشش کا دل جلے گا — رکھتے ہیں سوز تیری سازِ حزیں کے پردے

۵۳۷/۶

گر حال پر مرے وہ ستمگر نظر کرے — جور و جفا کسی پہ نہ بارِ دگر کرے

موثر تری ہی دل میں نہیں ورنہ اے صنم — یہ آہ گرم وہ ہے کہ پتھر میں گھر کرے

دیتا نہیں ہے فرصتِ تحریرِ دردِ دل — اِس طفلِ اشک کو کوئی کیا نامہ بر کرے

یہ وحشت خیز شعلۂ غم کیا عجیب ہے گر — بیرونِ سینہ دل کو یہ تنگ تر کرے

ہو خشک تشنگی سے یہ امکان ہی نہیں — آبِ خدنگ تر لبِ زخمِ جگر کرے

جوشش کہاں نصیب کہ یہ شعر ترش جوں — رسوائے خاص و عام کری دربدر کرے

۵۳۸/۵

کب مجھے نامہ و پیغام سے وہ شاد کرے — جس سے یہ ہو نہیں سکتا کہ کبھی یاد کرے

زلف سے مجھ کو نکالا تو کیا قیدیِ خط — حق تری عمر دراز اے ستم ایجاد کرے

داد دینی نہ کسی کی مجھے منظور نہیں — تیرے آگے کوئی کیا نالہ و فریاد کرے
قیس کی طرح کروں دشتِ جنوں کو آباد — عشق گر تھوڑی سی وحشت مجھے امداد کرے
اس گرفتار کو ہے آرزو اتنی جوشش — کہ قفس سے مجھے صیاد نہ آزاد کرے

۵۳۹/۹
گر قصد اپنے گھر کا وہ غنچہ دہن کرے — ہر گل چمن میں چاک ابھی پیرہن کرے
تا حشر سیرِ باغ و بہارِ عدن کرے — جو خاک کوے دوست عبیرِ کفن کرے
مانندِ شمع مجھ کو یہ سوز و گدازِ عشق — نزدیک ہے کہ رونقِ ہر انجمن کرے
جانے ہیں شاعری میں خطا اس کی شاعراں — جو زلف کو مقابلِ مشکِ ختن کرے
رخصت نہ ایک حرف کے دے تنگیِ دہاں — قصدِ سخن ہزار وہ غنچہ دہن کرے
گر شیخ دین میں ہے پرستش بتاں کی کفر — گزرے ہم ایسے دیں سے خدا برہمن کرے
عقدے رہیں نہ غنچہ و بلبل کے درمیاں — وابستہ پیرہن کو جو وہ گل بدن کرے
اے یار قید ہو تری زنجیرِ زلف میں — دیوانہ ہوئے جو کوئی دیوانہ پن کرے
جوشش کرے جو اہلِ سخن کے سخن میں دخل — یک عمر چاہیئے کہ وہ مشقِ سخن کرے

۵۴۰/۵
کیا فائدہ جو شکوۂ ایام کیجیے — راضی رضا پہ رہیے اور آرام کیجیے
اپنی تو چارہ ہی نظر آتی نہیں مگر — اس جنگ جو سے صلح کا پیغام کیجیے
اے نامہ بر جو لائے ہمیں تو جوابِ خط — یہ نقدِ جاں ابھی تجھے انعام کیجیے
نے تم سے ہم ملے نہ کبھی ہم سخن ہوئے — بے فائدہ کسی کو نہ بدنام کیجیے
جوشش رہا نہ دہر میں کچھ لطفِ زندگی — چلیے کہاں سے اپنے سرانجام کیجیے

۵۴۱

سیر اپنے عاشقوں کی جاں فشانی کیجیے — آیئے کوچے تلک ٹک مہربانی کیجیے

آب ہو نکلا ہی جاتا ہے مری آنکھوں کی راہ — گو ہر دل کی کہاں تک پاسبانی کیجیے

خون دل لخت جگر سب کچھ یہاں موجود ہے — جی میں ہے بیتر دلوں کی اُس کے مہمانی کیجیے

ہم کو پیری نے کیا یاں تک ضعیف و ناتواں — اتنی طاقت نہیں کہ مڑ کر جوانی کیجیے

زندگی سے ہی یہی منظور ہے جوشش مجھے — پاس اُس کے بیٹھیے اور شعرخوانی کیجیے

۵۴۲

الم کیا کیا نہ ہم پر گردش ایام سے گزرے — تعلق دل سے اُٹھ جائے تو کیا آرام سے گزرے

وہ عمارت گر نظر آتا نہیں جس کے لیے ہم نے — دل و دیں سے اُٹھایا ہاتھ ننگ و نام سے گزرے

نہ منہ اُس کا نظر آیا کبھی نے زلف ہاتھ آئی — ہم ایسی صبح سے باز آئے ایسی شام سے گزرے

تڑپنے کے رہے قابل نہ لائق آہ کرنے کے — ہوئے ناکارہ ہم اے ضعف اب کے کام سے گزرے

عناد و بغض جو کچھ کفر سے ہے شیخ صاحب کو — یہی اسلام ہے جوشش تو اس اسلام سے گزرے

۵۴۳

عشق میں جان ہی سے درگزرے — ہم سے جو ہو سکا سو کر گزرے

یار بن لطف کیا ہے جینے کا — ایسی ہم زندگی سے درگزرے

مغتنم جانتا ہوں رونے کو — گر مری یوں ہی عمر بھر گزرے

تشنۂ خوں ہے خدنگ اُس کے — اُس جگر کے سوا کدھر گزرے

کہیو میری طرف سے اے قاصد (ق) — اُس کی محفل میں تو اگر گزرے

کسی دشمن کو بھی نہ روزی ہو — دن جو کچھ تیرے زیردست پر گزرے

ہم نے دریا بہا دیے جوشش — دیدۂ تر لیے جدھر گزرے

٥۴۴ / ٦

جس سرزمیں پہ رکھ وو سرو رواں چلے — قمری و فاختہ ہی کے سائے میں واں چلے

دے گالیاں یہ شمع نے گل گیر سے کہا — چھوٹے کسی کا ہاتھ کسی کی زباں چلے

چل نکلا طفل اشک سے کہہ کر یہ لخت دل — میں بھی رکاب میں ہوں تمہی تو جہاں چلے

کروٹ بھی ماری ضعف سے لینا محال ہے — طاقت کہاں ہے اتنی کہ یہ ناتواں چلے

دل کی شکستگی کی نہ کچھ فکر ہو سکی — بس دیکھتے ہی اس کو اے شیشہ گراں چلے

طفل سرشک و لخت جگر خون دل سبھی — آپس میں مل کے پوچھو تو جوشش کہاں چلے

٥۴٥ / ٥

اوروں کی سننے پائے نہ اپنی سنا چلے — کیا آئے اس جہان میں ہم اور کیا چلے

تنہا عدم میں رہنے کا ہوئے گا اتفاق — اک دل رفیق تھا سو اسے بھی گنوا چلے

مثل حباب دم میں ہے اس کو شکستگی — اس بحر بے کنار میں جو سر اٹھا چلے

پروین جو دیکھے ٹک تری کانوں کے جھمکے — چپا رہیں ماہتاب کی منہ کو چھپا چلے

جوشش ہی کچھ نہ زخمی تیغ ستم ہوا — جتنے تھے اس کے سامنے تلوار کھا چلے

٥۴٦ / ١٠

آئے دو چار باتیں دل آزار کر چلے — کیا خوب تم عیادت بیمار کر چلے

گر ہے یہ خط یہ زلف تو یہ شیخ و برہمن — کوئی دن میں ترک سبحہ و زنار کر چلے

عشاق مسکراتے تجھے دیکھ مر گئے — حق نمک ادا یہ نمک خوار کر چلے

لے گور میں چلے دل نالاں کو ہم مگر — آہ و فغاں سے خلق کو بیزار کر چلے

زلفوں کو منہ پہ کھول کے رخصت ہوا ہے ناز — دام بلا میں ہم کو گرفتار کر چلے

یوں تو لڑائیں انکھڑیاں غیروں سے ہی مگر — میرے جگر میں تیر ہی تم مار کر چلے

کھینچی نہیں ہے اس نے ابھی تیغ امتحاں
کتنے ہی اُس کے عشق سے انکار کر چلے

حاضر ہوں بندگی میں ذرا پھر گھڑی تو ہو
یہ کیا ہے اے رقیبو کہ انکار کر چلے

اُکتاہٹ آنی کیا ہی ابھی گھر کو جاییو
کوئی دم میں یاں سے ہم بھی سفر یار کر چلے

جوشش اگرچہ نزع میں آیا وو بے وفا —
صد شکر ہے کہ آخری دیدار کر چلے

۵۴۵/۴ گلزار کو جو ہم روشان دید کر چلے
عاشق گلوں کو جوں گل خورشید کر چلے

آنکھیں دکھا کے تم چلے نرگس کو باغ میں
عالم کی دید سے اسے نومید کر چلے

ہے دور دور چشم سیہ مست کا تری —
کوئی دن میں شیخ مستوں کی تقلید کر چلے

۵۴۶/۵ حسرت و درد و الم و اندوہ و غم لے کر چلے
جو کوئی لے چلا تھا یاں سے ہم لے کر چلے

تھی بہت راہ عدم دور دراز اس واسطے
کوئی دم اس دار فنا بیٹھے دم لے کر چلے

عیش و عشرت کا نہ منہ دیکھا اس آفت میں
چشم تر آئے تھے ہم اور چشم نم لے کر چلے

عشق میں کہلائیگا سالار فوج غم وہی
دوش دل پر آہ کا جو کوئی علم لے کر چلے

تم نے رخصت مانگی جوشش جب ہاتنے لیئے —
بدگماں ایسے ہوئے جو تم قسم لے کر چلے

۵۴۹/۶ کشور عشق میں رسوا سر بازار ہوئے
اُس کے ہاتھ آپ بکے جس کے خریدار ہوئے

طوق و زنجیر سے رہتا ہے سروکار ہمیں
حلقۂ زلف میں ہم جب سے گرفتار ہوئے

واے قسمت کہ اسے ایک نظر دیکھتے ہی
قابل قتل ہوئے ایسے گنہگار ہوئے

سینہ صافی میں ہوں شہرہ میں آئینہ صفت
تھے غرض جیسے طرح دار مرایا ہوئے

خط کے آنے سے میاں ہوتے ہو محجوب عبث
اک طرح دار ہی تھے اور طرح دار ہوئے

دور کر اس دلِ آزار طلب کو جوشش — یہ دل آزار تری شکل سے بیزار ہوئے
آہ صبحِ شعور شام ہوئی ۵۵ — عمر غفلت ہی میں تمام ہوئی
کھینچ مت مجھ پہ خنجرِ مژگاں — یار بس زندگی اب تمام ہوئی
رات نالے نے یہ مچائی دھوم — نیند ہمسایے کی حرام ہوئی
آہ اس مے کدے میں اے ساقی — بس کہ الفت نصرتِ جام ہوئی
روز سنتے تھے اب وہ بات کہاں — نوبتِ نامہ و پیام ہوئی
جب کیا کفر کیش کا ذکر کبیش — یار سے تب اُس سے رام رام ہوئی
ہم نے سر کو جھکا دیا جوشش — تیغ جب اُس کی بے نیام ہوئی
لب جو تم جوئے حباب ہوئے ۵۵۱/۹ — سارے گرداب آفتاب ہوئے
دیکھ بھی ٹک ادھر او خانہ خراب — ہم ترے واسطے خراب ہوئے
لہو کے گھونٹ کیوں نہ گھونٹیں ہم — تم تو غیروں سے ہم شراب ہوئے
رات غیروں کے سامنے دیکھا — عشوے کیا کیا تہِ نقاب ہوئے
ہم ہیں اب اور ہجر کی راتیں — وصل کے دن خیال و خواب ہوئے
گالیاں بے حساب دینے لگے — آج تم بر سرِ حساب ہوئے
دیکھ اُس آفتاب کی صورت — مضطرب آہ جوں سراب ہوئے
اُسی ترسا بچے کا بندہ ہوں — جس کے دیوانے شیخ و شاب ہوئے
اُس کے ہونٹوں کی بات کیا جوشش — ہم سے ناکام کامیاب ہوئے

۵۵۲ یاد میں اُس لب کی جب گریاں ہوئے — دیدۂ تر چشمۂ حیواں ہوئے

دی پریشانی فلک نے غنچہ ساں — تنگ دل ہم سے جو کم خنداں ہوئے

آتش دل وہ ہے جس سے مثل موم — نرم اُس کے تیر کے پیکاں ہوئے

خون دل لخت جگر تھا ماحضر — تنگ آیا جس سے کے ہم مہماں ہوئے

جن کی خاطر میں نہ تھی حور و پری — تیری زلفوں کے بلا گرداں ہوئے

۵۵۳ مشتاق میں بھی ہوں یہ دل بیقرار بھی — منہ دیکھتا ہے کیا کوئی تلوار مار بھی

ہم وہ فتادہ ہیں کہ نہ ہوئے کبھی بلند — ہم راہ گرد باد ہے ہمارا غبار بھی

ہر چند وصل میں تو ہزاروں ہی لطف ہیں — لیکن رکھے ہے زور مزہ انتظار بھی

شرمندہ چشم تر سے نہیں صرف جوئبار — ہے غرق آب شرم میں ابر بہار بھی

بلبل گلوں ہی سے نہیں نالاں چمن کے بیچ — پہلو میں اس غریب کے چبھتے ہیں خار بھی

اے خضر اپنی عمر پہ نازاں نہ ہو جیو — دیکھی کسی کی عمر یہاں پائدار بھی

تو نے دیا دل اُس کو اے دیوانے کیا کیا — دیتا ہے دل کسی کو کوئی ہوشیار بھی

جوشش سے اشک گرم سے رہتی ہیں شکوہ مند — دل بھی جگر بھی اور مژہ اشکبار بھی

۵۵۴ غیروں پہ لطف ہے ترا بلکہ کرم بھی — یار اک نگہ لطف کے مشتاق ہیں ہم بھی

چوں نقش قدم تو ہوئے پامال خلائق — دیکھیں گے اِن آنکھوں سے کبھی اُس کے قدم بھی

اس دل سے تو جانے کی نہیں دیر کی الفت — بالفرض اگر ہم نے کیا طوف حرم بھی

خنداں ہے اِدھر برق اُدھر ابر ہے گریاں — شادی ہے زمانے میں تو ہے ساتھ ہی غم بھی

دل اور جگر بہ گئے جوں اشک کے ہمراہ — اے کاش کے بہ جاتے مری دیدۂ نم بھی
اس کے لبِ میگوں کا لکھوں وصف تو جوشش — لغزش ہی میں آجائے ابھی پائے قلم بھی

۵۵۵ / ۶
زنگِ کلفت سے جو فرصت پایئے — دل کو آئینہ ہی کر دکھلایئے
غیر کو تو وہ اٹھا دیتا نہیں — آپ ہی اس بزم سے اٹھ جایئے
عشق میں کیوں چھوڑیئے پاسِ نفس — پھونک پھونک اس آگ کو سلگایئے
شکوۂ اغیار سے کیا فائدہ — چپکے ہی رہ جایئے غم کھایئے
چلیے ٹک دشت و بیاباں کی طرف — اس دلِ وحشی کے تئیں بہلایئے
ہو چکی فکرِ غزل تو انصرام — جوشش اپنی فکر میں آجایئے

۵۵۶ / ۵
دامانِ دل سے گردِ تعلق کو جھاڑیئے — جوں سرو پاؤں باغِ تجرد میں گاڑیئے
ممکن نہیں کہ دیکھیے روئے شگفتگی — جب تک بہ رنگِ غنچہ گریباں نہ پھاڑیئے
جو کچھ کہ ہاتھ آئے اڑا دیجیے اسے — قاروں کی طرح مال زمیں میں نہ گاڑیئے
بستی میں دل کی حرص و ہوا کا قیام ہے — توفیق ہو رفیق تو اس کو اجاڑیئے
جوشش کوئی ہزار کرے یاں مخالفت — اپنی طرف سے تو نہ کسی سے بگاڑیئے

۵۵۷ / ۸
کوئے بتاں میں یارو اگر جانے پایئے — ایسے ہی جایئے کہ کبھی پھر نہ آیئے
مجھ کو سنا سنا کے وہ کہتا ہے غیر سے — اس تیغ کو کسی پہ کبھی آزمایئے
ہے مجھ سے یار دیدہ و دانستہ منحرف — روٹھا جو کوئی ہوئے تو اس کو منایئے
کہتا ہوں دردِ دل تو وہ کہتا ہے کیا مجھے — چپ رہیے بس زیادہ نہ باتیں بنایئے

جور و جفائے یار سے جی جائے یا رب — حرفِ شکایت اپنی زباں پر نہ لائیے
بے یار مے کشی کی نہ تکلیف دو مجھے — لازم ہے کیا کہ زہر کا پیالہ پلائیے
رزّاق دے ہی رہتا ہے کھانے کو ہر طرح — کس کس کے آگے اتنے لیے سر جھکائیے
جوشش وہ تیغ کھینچ کے آیا ہے سامنے — کس زندگی کے واسطے اب جی چھپائیے

۵۵۸
مرنا تو بہتر ہے جو مر جائیے — جی سے کسی کے نہ اتر جائیے
قتل تو کرتا نہیں وہ کس طرح — اس کے گنہگار ٹھہر جائیے
جی نہیں لگتا چمنِ دہر میں — کیجیے کیا آہ کدھر جائیے
کیا لکھوں طاقت نہیں اے نامہ بر — مرنے ہی کی لے کے خبر جائیے
آئے ہو گر یاں تلک اے مہرباں — بیٹھیے کوئی دم تو ٹھہر جائیے
ق سوئے حرم یا طرفِ بت کدہ — الغرض اے شیخ جدھر جائیے
دونوں جگہ جلوہ گہِ یار ہے — خواہ ادھر خواہ ادھر جائیے

۵۵۹
سحر کا وقت ہے اور پی چکا ہی جام کئی — ابھی نہ گھر سے نکل ہیں خدا کے کام کئی
گل اور لالہ و سرو و صنوبر و شمشاد — ترے غلاموں میں نامی ہیں یہ غلام کئی
میں کیا کہوں تری تیغِ نگہ کی خوں ریزی — کئی سسکتے ہیں اور ہو گئے تمام کئی
ادھر سے عشوہ و غمزہ ادھر ہے ناز و ادا — کھڑے ہیں آگے ترے بہرِ اہتمام کئی
نہ مار لافِ خرام اے تدرو اس کے حضور — خجل ہوئے ہیں یہاں تجھ سے خوش خرام کئی
پھرا نہ ایک بھی جیتا گلی سے قاتل کی — گئے ہیں لے کے مرا نامہ و پیام کئی

کچھ ایک مجنوں ہی فرہاد و وامق و جوشش — دوانے بن میں نکالے ہوئے ہیں نام کئی

۵۶۰
مردم پیشیں نہ کہہ یہ کر گئے وہ کر گئے — آئے اس دنیا میں اور دو دن رہ کر گئے
کل سر بازار ایسے روئے اس کی یاد میں — دل جگر دونوں گلی میں یار کی بہہ کر گئے
تیری الفت کی بدولت اس خراب آباد سے — جو جو سہنے کی نہ تھیں باتیں وہ ہم سہہ کر گئے
جی رہے یا جائے بن جائے رہا جاتا نہیں — جب گئے اس تیغ کے آگے یہی کہہ کر گئے
عالمانِ دہر جوشش مدرسے میں عشق کے — آنے کو آئے کتابیں اپنی سب تہہ کر گئے

۵۶۱
روٹھ مت چل یار موسم روٹھ چلنے کے گئے — مت بدل تیور کہ دن تیور بدلنے کے گئے
سوکھ ہی جانا ترا بہتر تھا اے نخلِ مراد — پھولنے کے موسم اور ایام پھلنے کے گئے
نیر کا ناجائے کیوں کر اس کی بزمِ عیش میں — جب گئے ہم شمع ساں مشتاق جلنے کے گئے
نے رہا ساقی نہ مطرب نے رہا چنگ و رباب — وے جو تھے اسباب اپنے دل بہلنے کے گئے

۵۶۲
اس تند خو سے جو نہیں مری آنکھ لڑ گئی — اس دل سے اور عقل سے دو ہیں بگڑ گئی
کیا کہیے تیرے ہاتھوں سے اے دستِ بردِ عشق — اس دل کی بستی بات کے کہتے اجڑ گئی
تیرا تو قول تھا کہ نہ ہووے گی یہ تمام — اے ساقی دو ہی گھونٹ میں بس نبڑ گئی
جوشش لکھا میں اس کو سیفتے پر اس طرح — گو یا کہ بھولی تھی یہ غزل یاد پڑ گئی

۵۶۳
ہر چند رکھے چشم ترا انگشت کے تلے — ہے طفل اشک کو سفر انگشت کے تلے
مت نار سے لبوں کو دھر انگشت کے تلے — اخگر کوئی رکھے ہے سر انگشت کے تلے
کس طرح سے دو بادیہ پیما ہوا جنوں — ہوں سو خار جس کی سر انگشت کے تلے

شعلے نے ہاتھ کھینچا ہے جو زلفِ یار سے
کوئی دل آگیا مگر انگشت کے تلے

پڑ جائیں انگلیوں میں پھپھولے طبیب کے
رکھے وہ نبض میری گر انگشت کے تلے

اہلِ رقم کو چین نہیں ہے کسی جگہ
دیکھو قلم کو ہے سفر انگشت کے تلے

انگشت دخل رکھ مرے ہر حرف پر حسود
بے آب ہوئے کب گہر انگشت کے تلے

جوششِ دل اس کے ہاتھ پڑا ہے جو مثلِ موم
مل ڈالے سنگ کو بھی دھر انگشت کے تلے

گو کہ اس باغِ جہاں میں ہو بہارِ دوستی ٥٦۴/۳
لیک ہے دو چار دن جوں گل قرارِ دوستی

شمع پروانے سے بدظن بدگمان بلبل سے گل
اٹھ گیا ایسا جہاں سے اعتبارِ دوستی

اب نہ وہ شورِ جنوں جوشش رہا ہے نے وہ عشق —
آہ اک سینے میں رہ گئی یادگارِ دوستی

روتے روتے مٹ نہ جائیں دل سے داغِ دوستی ٥٦٥/٥
ہے اُنھیں پھولوں سے آب و رنگِ باغِ دوستی

دوستی نے تیری اک عالم کو دشمن کر دیا
یار کا قسم ہوں اگر اب ہو دماغِ دوستی

ناصحوں کی بادپیمائی سے الفت کم نہ ہو
کب بجھے بادِ مخالف سے چراغِ دوستی

تھے عجب ایام جو ہم اور تو ہم بزم تھے
شوق کی مے سے لبالب تھا ایاغِ دوستی

دوستی نایاب ہے عالم میں عنقا کی طرح —
لیجیے کیا خاک اے جوشش سراغِ دوستی

اس جفا جو کو دل دیا تو نے ٥٦٦/٦
اے دوانے یہ کیا کیا تو نے

درد سر سے جہان کے چھوٹے
مار ڈالا بھلا کیا تو نے

کہتے کہتے زباں تھکی لیکن
نہ سنا ماجرا مرا تو نے

منہ پہ حرفِ وفا نہیں لاتا
کس سے سیکھی ہے یہ جفا تو نے

قصۂ درد کو مرے سچ کہہ　　نہ سُنا رات یا سنا تو نے
راز دل کیوں چھپا لیا اے جوشش ــ　　مجھ کو سمجھا نہ آشنا تو نے

۵۶۷ اے عشق مجھے خوار کیا کیا کیا تو نے　　رسوا سر بازار کیا کیا کیا تو نے
جو راز کہ سو پردے میں اے اشک چھپا تھا　　اُس راز کو اظہار کیا کیا کیا تو نے
رکھ کر مجھے محروم ملاقات سے اپنی　　منت کش اغیار کیا کیا کیا تو نے
اے عشق کے شہباز مرے طائر دل کو　　چنگل ہی میں مردار کیا کیا کیا تو نے
جوشش کو جو رکھا باز طلبگاری دیں سے ــ　　دنیا کا طلبگار کیا کیا کیا تو نے

۵۶۸ حباب آسا جو دکھلا دی ہستی اس دوانے نے　　پلک کے مارنے کی بھی نہ دی فرصت زمانے نے
دل صد چاک میرا کیوں نہ ہو رشک گل خنداں　　نمک چھڑکا ہے زخموں پر کسی کے مسکرانے نے
اگر اوج آرزو ہے مشق وضع لاابالی کر　　بگولے کو کیا ہے سرکش اتنا خاک اُڑانے نے
خفا تھا وہ بت بے رحم درد آمیز باتوں سے　　جگایا رات اُس کو صبح تک میرے فسانے نے
حریف اُس ترک کا ہو یہ جگر کس کا ہے اب جوشش ــ　　کنارہ یاں کیا ہے جس کے تیر دل سے نشانے نے

۵۶۹ بادہ پی بادۂ غم و غصۂ دیریں لے جائے　　حسد و بغض و عنا و غضب و کیں لے جائے
نقد جاں کو جو تری کاکل مشکیں لے جائے　　زلف سرکش سے کبھی کہہ دو کہ دل و دیں لے جائے
فرش رہ دیدۂ عشاق ہے اُس تک قاصد　　کوئی آئین نہیں نامہ کس آئیں سے لے جائے
عوض بوسہ اگر چاہے ابھی دیتا ہوں　　دین و ایمان و دل و جان و دے دیں لے جائے
نقد جاں تحفہ ہے بازار محبت میں ترے　　دست رنگیں سے یا ساعد سیمیں لے جائے

آہ کیا طالعِ برگشتہ سکارِ دل ہے
شکنِ زلف نہ لے ابروئے پُرچیں لے جائے

برگِ گل کو دے خجالت کفِ پا اس کی
پنجۂ مرجان کا وہ دستِ نگاریں لے جائے

پھینک دوں باغ میں گر دل کے جگر کے ٹکڑے
بھر کے دامن میں ابھی شوق سے گلچیں لے جائے

بادۂ شوق سے لبریز ہے یہ ساغرِ دل
وہ ہی لے جائے گا جو اس کو بہ تمکیں لے جائے

سرخوشی بخشے اُن آنکھوں کا تصور جوشش —
تلخ کامی مری یا دلبِ نوشیں لے جائے

۵۷۰

چھوڑیے کس طرح سے مے نوشی
زورِ عالم رکھے ہے بے ہوشی

اک نظر اُس کو دیکھنے پاؤں
گو میسر نہ ہو ہم آغوشی

نیند کرنا کسی کو ہے منظور
زلف کرتی ہے تجھ سے سرگوشی

ہوں میں گشتہ مثلِ ریگِ رواں
کیا کہوں اپنی خانہ بردوشی

وصف میں اُس دہن کے ای جوشش —
ہم نے کی اختیار خاموشی

۵۷۱

تیرے دیوانے بیابانِ عدم کو چل بسے
کیا تماشا ہے کہ ویراں شہر ہو جنگل بسے

ایسی کوئی بستی نہ دیکھی ہم نے اس دل کے سوا
آج جو اُجڑا ہو تیرے ہاتھ سے اور کل بسے

بے قراری کیوں نہ ہو اس کا دم و ہوش آٹھ پہر
رات دن لے شوخ جس دل میں ترا چھل بل بسے

دیکھنے ہی سے ترے ہیکل کے ہے کل اس کو نہ آ
کل کہاں اُس دل کو جس دل میں تری ہیکل بسے

آئے گی گل کی لپٹ کپڑوں سے تیری گل بدن
گو نہ پھولوں سے ترا پیراہنِ ململ بسے

گھیرے یوں رہتا ہے عرشِ دل کو ہر شب دودِ آہ
آسماں پر جس طرح سے رات کو بادل بسے

کیوں نہ دیوانہ ہوں جوشش دیکھ کر اُس شوخ کے —
دانتوں میں مسّی براجے آنکھوں میں کاجل بسے

تا صبح جو اے دل نہ ترے ساتھ گزرتی ۵۷۲ کیا جانیے کس طرح سے کل رات گزرتی
بے تابیِ دل چین نہ دیتی مجھے اے صبر کل تو جو نہ ہوتا عجب اوقات گزرتی
نے جام نہ شیشہ ہے نہ مطرب ہے نہ نے ہے یہ ہوتے تو کس خوبی سے برسات گزرتی
بس کاٹ کے رکھ دینا زباں کو تری آگے شکوے کی زباں پر جو کوئی بات گزرتی
اُس چشم سیہ مست کو گر دیکھتا زاہد پھر عمر تری سوئے خرابات گزرتی
اے شیخ جو تو دیکھتا اُس آفتِ جاں کو نت مانگتے ہی تجھ کو مناجات گزرتی
گر تو شبِ تنہائی میں ہوتا نہ اے جوشش بے حرف و حکایات ہی اے یار گزرتی
اُس نے جس دم مجھ سے بے تقصیر کے ٹکڑے کیے ۵۷۳ وو ہیں ہو کر منفعل شمشیر کے ٹکڑے کیے
پُرزے کاغذ کے جہاں دیکھو اکٹھے ہو گئے ہیں اُس نے اتنے میرے نامے چیر کر ٹکڑے کیے
اُس کی زلفوں کا دوانا یہ دل دیوانہ تھا ناصحو اس واسطے زنجیر کے ٹکڑے کیے
صاف جب دل سے نہ نکلا اُس کماں ابرو کا تیر پھینک کر تیر و کماں زہگیر کے ٹکڑے کیے
زلف و ابرو کو تنک دیکھا تھا یہ تقصیر ہوئی باندھ کر اس واجب التعزیر کے ٹکڑے کیے
کھینچ کر تصویر میری دی مصور نے اُسے آہ جھنجھلا کر مری تصویر کے ٹکڑے کیے
سلسلے میں اُس کی زلفوں کے ہوئے جا کر مرید شیخ جی نے آج اپنے پیر کے ٹکڑے کیے
قتل گہہ میں دیکھ کر جوشش کو کہتی ہے یہ خلق ہائے کس نے ایسے خوش تقریر کے ٹکڑے کیے
آرزوئے ہستیِ موہوم اے دل کس لیے ۵۷۴ دور کر جانے بھی دے یہ فکرِ باطل کس لیے
دی ہی دھونی اب درِ دل پر جو ہوتی ہو سو ہو کوچۂ دلدار سے ہوتے پھریے سائل کس لیے

ہم کنارا اُس سے غریقِ بحرِ الفت ہو گئے — ہم اُٹھائیں منتِ آغوشِ ساحل کس لیے
بیقراری دل کو ہے اے سالکانِ راہِ عشق — ہیں مقامات اس قدر منزل بہ منزل کس لیے
بیٹھ رہ کنجِ قناعت میں خموشی کر شعار — دل جلی ہوتی پھرے ہے شمعِ محفل کس لیے
گر نہ مقدور . . . رکھتا تھا جو کوششِ عشق یاں — بخت نے سونپا تھا ایسا کام مشکل کس لیے

۵۷۵/۶

خفگی اُس سے درمیاں آئے — مجھ کو وہ دن خدا نہ دکھلائے
سوزشِ دل اگر بیاں کروں — ابھی میری زباں جل جائے
جو رہے یاد میں ترے لب کی — زندگی کا مزہ وہی پائے
قتل میرا تو چاہتے ہیں سبھی — کاش اُس کے بھی جی میں آجائے
روٹھ بیٹھا ہے مجھ سے وہ خوش ق — کوئی جا کر اُسے یہ سمجھائے
آرزو ہی میں تیرے ملنے کی — آہ کیا وہ غریب مر جائے

۵۷۶/۴

اُس یارِ جفا جو نے ہی کیا وضع نکالی — ہر بات میں ہیں چھیڑکیاں ہر بات میں گالی
چھاتی جو بھر آئے ہے تو یہ آئی ہے جی میں — کوچے میں ترے بیٹھ کے دل کیجیے خالی
اُس کے غمِ دوری سے ہم آغوش ہوں جب سے — روتیں ہیں مرے حال پہ تصویرِ نہالی
شاکی نہ ہوئے دلِ پُر درد سے خوش — وہ دل بھی کوئی دل ہے جو ہو درد سے خالی

۵۷۷/۶

ہے جی میں تجھ بغیر کبھی لب نہ کھولیے — تیرے ہی پاس بیٹھیے تجھ سے ہی بولیے
لے چلیو راہِ عشق میں اِس ناتواں کو — اے عقلِ اختیار کی ٹک باگ کو لیے
دل کو مرے جلائے ہے کیوں آتشِ فراق — مجھ سے تو انتقام جو لینے تھے سو لیے

تیری بھویں غضب ہیں بناوٹ نے ان کو کیا — شمشیرِ زنگ خوردہ جو ہو اُس کو رو دیے

اے رخصتِ بہار یہ حسرت ہی رہ گئی — دل کھول کر چمن میں کبھی ہم نہ رو لیے

جوشش سے پوچھتے ہو عبث لطفِ وصل کا — الطاف سے ٹک اپنے ہی دل کو ٹٹولیے

جگر سے آہ اُس کے تیر کا پیکاں نے نکلی ۵۷۵ — یہ عزرائیل . . . میری جاں نے نکلی

گریباں چاک سر پر خاک آنکھوں میں بھرا آنسو — مجھے وحشت تری در سے بہ ایں عنواں نے نکلی

نہ اُس سے اُٹھ سکا جب بوجھ اسبابِ تنعم کا — عدم سے شمع سب جلنے ہی کا ساماں لے نکلی

نکلتے ہی ڈبایا بحرِ خوں میں ایک عالم کو — تری تلوار اے ظالم یہ کیا طوفان لے نکلی

گلی سے اُس کی جب گھبرا کے باندھا رختِ وحشت کے — مجھے بھی ساتھ اپنے آہ یہ نادان لے نکلی

کسی کو کچھ دیے میں نے نہ اپنے شعر اے جوشش — مگر چوری سے یہ شہرت مرا دیوان لے نکلی

نہ برچھی ہاتھ میں لیوے نہ شمشیر و سپر باندھے ۵۷۶ — ہمارے قتل پر ٹک وہ کماں ابرو کمر باندھے

وہ باندھے شیخ عمامہ جسے سر دردِ دنیا ہو — نہیں کس واسطے سر کو کوئی بے دردِ سر باندھے

کسی کو بھی نہ سوجھی گل کے مجمع میں تری چھل بل — نہ تجھ سا کوئی نٹ کھٹ ہو یہ خلقت کی نظر باندھے

جلے گا آتشِ گل سے یہ خارِ آشیاں تیرا — صبا بلبل سے کہہ اس باغ سے رختِ سفر باندھے

خطِ شوق اُس کو لکھ کر باندھوں اس بالِ کبوتر سے — یہ جی ڈرتا ہے جھنجھلا کر کہیں اُس کے نہ پر باندھے

نہ چشمِ کم سے دیکھو اشک کو اور دل کے ٹکڑوں کو — کہ ہے اہلِ نظر جو گانٹھ یہ لعل و گہر باندھے

میں کشتہ اُس کی ابرو کا ہوں اور کاکل کا دیوانہ — نہ چھوڑوں دیکھنا اُس کا اگر مارے و گر باندھے

درازی اُس کی زلفوں کی بیاں کیا کیجیے جوشش — نہ باندھی جائے گر وہ شام سے لے تا سحر باندھے

۵۸۰ چمن میں صبح دم اُس یار نے بندِ قبا کھولے — گرہ غنچوں کے دل کی کس طرح بادِ صبا کھولے
پھنکے گر صورِ اسرافیل برپا شورِ محشر ہو — جو دیکھے خواب میں تجھ کو وہ آنکھیں اپنی کیا کھولے
بہ رنگِ غنچہ محجوبی تری بھاتی ہے گلشن میں — تجھے منہ کھولنے سے کیا غرض تیری بلا کھولے
جو دستِ نارسا رکھتے ہیں بندھ جائیں گے ڈرتا ہو — نہ پھر شانے سے مشاطہ تری زلفِ رسا کھولے
لبِ خاموش تیرا جا بلوں سے وا نہیں ہوتا — یہ قفل ابجدی ہے اس کو تو حرفِ آشنا کھولے
مرے تو ناخنِ تدبیر فرسودہ ہوئے یارو — گرہ پر ہے گرہ دل میں پڑی اس کو خدا کھولے
بھرا ہے خونِ دل لختِ جگر سے منہ یہ نہ جوشش — وہ آنکھیں بند کر لیوے جو کوئی منہ مرا کھولے

۵۸۱ ممکن نہیں کہ مجھ تک وہ بت مرا اُٹھ آئے — بیٹھا رہوں میں کب تک یاں سے خدا اٹھائے
آنکھوں میں وہ پھرے ہے اور آنکھیں مُند گئی ہیں — ایسا نہ ہو جو مجھ کو کوئی روزِ جزا اُٹھائے
مطلب کو نے طلب یہ بیمار تیرا پہنچے — طاقت کہاں کہ یا رب دستِ دعا اُٹھائے
گل خستہ حال ہو اور آشفتہ حال بلبل — منہ سے نقاب اُس کے گر ٹک صبا اٹھائے
تنہائی کا مزہ بھی جوشش عجب مزہ ہے — تنہا جو کوئی بیٹھے وہ ہی مزہ اُٹھائے

۵۸۲ نہیں نالے کو تا گردوں رسائی — ہدف تک پہنچے کب تیر ہوائی
پھریں گے خوب رویوں ہی کے در پر — اگر قسمت میں اپنی ہے گدائی
مرا دل توڑ کر او دل شکن تو — پھرے ہے ڈھونڈتا اب مومیائی
خفا ہوتا ہے وہ نامِ وفا سے — کہاں تک کیجیے اُس کی بے وفائی
نہ ہوگا ہم سے ترکِ عشق جوشش — کرے مطعون گو ساری خدائی

۵۸۳ دیکھ سکتا گر فلک سب یار ہنستے بولتے | پاس میرے بیٹھتے اک بار ہنستے بولتے
ہے کسی کی چشم گویا اور لب خنداں کی یاد | جان دیوے کیوں نہ یہ بیمار ہنستے بولتے
آہ کیا ہوتا جو ہم اور تو گل و بلبل کی طرح | باہم اے رشک گل و گلزار ہنستے بولتے
زخم کاری کی طرح سے نیم بسمل کا ترے | کام آخر ہو گیا خوں خوار ہنستے بولتے
بولنے والے نہیں گئے سب تجھ ای تندخو | کھینچتا ہے کوئی بھی تلوار ہنستے بولتے
خندۂ جام شراب و قلقل مینا کو دیکھ | مے کدے میں رہتے ہیں دو چار ہنستے بولتے
بولتی ہے رات بولے صبح ہنستی ہر ہنسے | اپنی تو ہے موت بے دل دار ہنستے بولتے
ق خوش قدان گل دامن کہسار میں جوشش کے ساتھ | پھرتے تھے جوں کبک خوش رفتار ہنستے بولتے
— ایک ہم روتے تھے اور سر مارتے تھے سنگ پر | لگ گئی تھی چپکی تجھ بن یار ہنستے بولتے

۵۸۴ دامان وصل و دست طلب دور تا بہ کے | ہم سے گریزاں بت مغرور تا بہ کے
معمار کارخانۂ ارواح ہو جیے | رہیے بنائے جسم کے مزدور تا بہ کے
آئینہ وار سامنے اس کے رہا کروں | ہوئے گا یا الٰہی یہ مقدور تا بہ کے
ہر دم خیال پردہ دری ہے سرشک کو | رکھیے گا راز عشق کو مستور تا بہ کے
ہر آن نفس شوم سے ہے جنگ دیکھیے | ہوتا ہوں میں مظفر و منصور تا بہ کے
— جوشش خروش درد و الم کا بیاں نہ کر | کوئی سنے یہ قصۂ مشہور تا بہ کے

۵۸۵ ہے ذات اس کی جسم کی تعمیر میں چھپی | صورت . . . . . . میں چھپی
یاں جو عمل ہے اس کی مکافات ساتھ ہے | نقمت یہ ہے ہر ایک کی تقصیر میں چھپی

کل میرے اُس کے چاہ کی تقریب آ گئی — تقریر کی بہت پہ نہ تقریر میں چھپی
اے یار اپنی سنگ دلی پر نہ بھولیو — تاثیر بھی ہے نالۂ شب گیر میں چھپی
مجنوں کا نام کوئی نہ لیتا پہ کیا کروں — وحشت مری یہ تھی نہ زنجیر میں چھپی
بے تاب ہو کے تاب سے اس آفتاب کی — شپّرک تھا نہ زلف گرہ گیر میں چھپی
ٹک کھینچ کر نیام سے تو کر لے امتحاں — جوشش کی ہے اجل تری شمشیر میں چھپی

۵۸۶/۸ پاس کس کے تجھ کو دیکھا یار اُٹھتے بیٹھتے — طعنے دیتے ہیں مجھے اغیار اٹھتے بیٹھتے
گھر کیا ہو آہ جس کے دل میں درد عشق نے — وہ گرا ہے کیوں نہ جوں بیمار اُٹھتے بیٹھتے
ہلنے کی طاقت نہیں ہر چند مارے ضعف کے — آ رہوں گا تجھ تلک اے یار اُٹھتے بیٹھتے
پاسے گلبن تیری بو آئی جو بیٹھے کوئی دم — ورنہ واں سے بیٹھتے ہی یار اُٹھتے بیٹھتے
جی میں آئے بیٹھ یا اُٹھ کوئی ترا مانع نہیں — کھینچتا ہے مجھ پہ کیوں تلوار اُٹھتے بیٹھتے
قتل غیروں کو اگر کرتا نہ اپنے رو بہ رو — پاس سے تیرے ہم اٹھے خوں خوار اُٹھتے بیٹھتے
صبح سے تا صبح زاہد تو جو پڑھتا ہے نماز — پاؤں بھی دکھتے نہیں مکّار اُٹھتے بیٹھتے
آشنا تعظیم سے جوشش اگر ہوتا رقیب — بہر تعظیم اُس کی ہم سو بار اُٹھتے بیٹھتے

۵۸۷/۱۱ نوبت اپنی نوجوان تک پہنچی — حیف اُس کے نہ کان تک پہنچی
دل کے ٹکڑے ہیں یہ ستارے نہ ہو — آہ لے آسمان تک پہنچی
ہے وہ آزردہ بات شکوے کی — کیا کسی مہربان تک پہنچی
مفت فرسودہ ہوئی یہ پیشانی — نہ ترے آستان تک پہنچی

دشمنی مجھ سے تیری تیغ لے کی — دوستی امتحان تک پہنچی
آتش عشق نے جو سر کھینچا — حسن کے دردمان تک پہنچی
بار غم جب کسی سے اٹھ نہ سکا — نوبت اس ناتوان تک پہنچی
تیرے مقتول کا ہے کام تمام — کارد آ استخوان تک پہنچی
آتش گل سے جلتی مثل شرر — عندلیب آشیان تک پہنچی
کوئی سرگشتہ یاد آ ہی گیا — تیغ اس کی جو سان تک پہنچی
دیکھتے اس کو محو تھے جوشش — کب شکایت زبان تک پہنچی

٥٨٨

عیش و عشرت ہی ہیں کچھ نہ زندگی — مرگ ہے بے یار دبے ہے زندگی
جو ترے کشتے ہیں اے مطرب سپہر — ہے انھوں کی نالۂ نے زندگی
نے ہوا نے ابر نے ساقی نہ مے — کیجیے اس طرح "تا کے زندگی
مر گئے جوشش ؛ اسی دریافت ہیں — کیا کہیں ہے کون سی شے زندگی

٥٨٩

کیا بدگمانیاں ہیں مری جان لیجیے — یہ دل تو ہے وہی اسے پہچان لیجیے
ہم سے تو یہ کبھی نہیں ہونے کا ناصحو — سینے تمہاری بات کو اور مان لیجیے
نے عیش کی طلب ہے نہ عشرت کی آرزو — اے چرخ کس لیے ترا احسان لیجیے
گر حکم ہو تو کاٹ کے سر آگے لا رکھوں — لینے کا اس کے دیکھیے نہ ارمان لیجیے
آیا ہوں تنگ شہر میں وحشت کے ہاتھ سے — جی چاہتا ہے راہ بیابان لیجیے
گر امتحان عشق ہو منظور تو ابھی — کرتا ہوں میں نیاز دل و جان لیجیے

منہ دیکھ نوخطوں کا ہی آئے ہے خیال — دے کر کے نقد جان یہ قرآن لیجیے

مجھے اس سیم تن سے ان نوں صحبت نہیں رہتی ۵۹۰ یہ سچ ہے اہل دولت کی سدا دولت نہیں رہتی
زباں پر آئے میری کس طرح سے حرف شکوے کا — تجھے جب دیکھتا ہوں میں مجھے طاقت نہیں رہتی
جو کچھ گزرے ہے مجھ پر ہجر میں لکھتا اسے لیکن — اس اشک و آہ سے قاصد مجھے فرصت نہیں رہتی
خدا کے واسطے محجوب مت ہو تو رقیبوں میں — تری اس چشم پوشی میں مری عزت نہیں رہتی
وہ دن ہے کون سا جس دن نہیں روتا ہوں میں تجھ بن — وہ شب ہے کون سی جس شب مجھے رقت نہیں رہتی
کروں کس طرح سے ای یار تجھ سے عرض حال اپنا — یہاں تو دیکھتا ہوں میں کبھی خلوت نہیں رہتی
نہ ہونا طالب دولت کبھی جوشش کہ سنتے ہیں — جو کچھ افلاس میں ہمت ہے وہ ہمت نہیں رہتی

حشر تک کوئی صبح و شام سنے ۵۹۱ سرگزشت اپنی کب تمام سنے
یہ مری آہ آتشیں وہ ہے — عرق آتا ہے جس کا نام سنے
غیر دشنام کچھ جواب نہ دے — یار جس سے مرا سلام سنے
بس زباں کو سنبھالیے حضرت — گالیاں کب تلک غلام سنے
اس کا منہ پھر نہ دیکھے وہ بے رحم — جس کے منہ سے ہمارا نام سنے
سخن درد دل میں رکھ جوشش — لطف کیا ہے کہ ہر کدام سنے

غلط ہے یہ کہ یہ ارض و سما نہ جل جائے ۵۹۲ ہماری آہ کے شعلے سے کیا نہ جل جائے
جب اس کو غیر سے یہ گرم جوشیاں ہوں ہیں — ہمارا جی کہو جل جائے یا نہ جل جائے
جلے بلوں کے تو مشہد پہ تو کرے ہے گزر — یہ دیکھیو کہیں دامن ترا نہ جل جائے

گر استخواں پہ ہو اس کی جلی کا سایہ فگن
یہ دخل کیا ہے کہ بال ہما نہ جل جائے

کہے تھی شمع پتنگے کے حق میں رات یہ حرف
نہ کو دے آگ میں یہ دل جلا نہ جل جائے

بجھے ہیں اس دل سوزاں کو یار دوں کس طرح
ڈروں ہوں دست نگارین ترا نہ جل جائے

ملے نہ بار اسے بزم عشق میں جوشش —
بہ رنگ شمع جو سرتا بہ پا نہ جل جائے

۵۹۳
کہیے بیت اللہ یا عرش بریں ٹھہرایئے
کچھ ٹھہرتی ہی نہیں کیا دل کے تئیں ٹھہرایئے

شمع ساں جلتی رہے ہے اشک سوزاں سے مژہ
کس طرح اس آستیں کو آستیں ٹھہرایئے

مجھ کو ٹھہراتی ہے عاشق تیرا آپ ہی پر خلق
اس میں تو تقصیر میری کچھ نہیں ٹھہرایئے

عشق کی سرکار کا بندہ یہ بندہ ہو چکا
گبر کہیے اس کو اب یا اہل دیں ٹھہرایئے

اس کمر کا تو کوئی دیتا نہیں مجھ کو نشاں
اس زمانے میں کسے باریک بیں ٹھہرایئے

مجنوں و فرہاد کا تو ذکر کیا اس عہد میں
مجھ سا بھی دیوانہ تو بارے کہیں ٹھہرایئے

جی میں آیا ہے غزل اک اور کہیے اس گھڑی —
جوشش ایسی ہی شگفتہ اور زمیں ٹھہرایئے

۵۹۴
ترے ملنے کی سو سو فکر اے مغرور کر دیکھی
نہ دیکھی تیری صورت سعی نامقدور کر دیکھی

شکست شیشۂ دل پر صدا نکلی نہیں مطلق
صراحی اس دل پر خوں کی چکنا چور کر دیکھی

نظر آتی سیاہی تیری زلفوں کی سی کب راتیں
ہزاروں مرتبہ سیر شب دیجور کر دیکھی

کسی کی چشم کا بیمار ہے جو یہ نہیں ہوتا
بہت سی ہم نے تدبیر دل رنجور کر دیکھی

تعلق کے ہی پردے میں چھپی ہے یار کی صورت —
ہوا و حرص دنیا دل سے جوشش دور کر دیکھی

۵۹۵
گو ہاتھ نہ آئیں مرے نیساں کے موتی
ہیں اشک ہی مجھ بے سر و ساماں کے موتی

مکھڑا ترا مہتاب ہے اور ابر سیہ لٹ ‏ ہیں اختر تابندہ تری کان کے موتی
گر تو ہی نہ دیکھے گا مرے دیدۂ تر کو ‏ پھر کس کی نظر گزریں گے اعواں کے موتی
غوّاص ہے یہ خال سیہ چشمۂ لب پر ‏ آیا ہے ترے دانتوں کے تئیں جان کے موتی
رکھتے ہیں صفا یہ کہ یہی کہتا ہے عالم — جوشش ترے ہر شعر ہیں دیوان کے موتی
کیوں پلا دیتا نہیں مجھ کو شراب زندگی ۵۹۶ ۵ ہے دھڑی ہونٹوں کی تیری موج آب زندگی
اب تو غفلت میں گزرتی ہے یہ روز بازپرس ‏ کیا کروں کس طرح سے دوں گا حساب زندگی
آہ جیب باد فنا کی موج ہو شیرازہ بند ‏ کیوں نہ برہم ہوئیں اوراق کتاب زندگی
تو ہی کر اے خضر ایسی زندگانی بے نمک ‏ بے مے و معشوق ہے یاں کس کو تاب زندگی
سبز رہتا ہے اسی سے اب مرا نخل حیات — ہے یہ میری چشم تر جوشش سحاب زندگی
ہوئی صحرا نشیں تشریف لائے جس کا جی چاہے ۵۹۷ ۵ در و درباں نہیں رکھتے ہیں آئے جس کا جی چاہے
کوئی اتنی خبر پہنچا دے اس کی چشم و ابرو کو ‏ کہ ہم حاضر ہیں تلوار آزمائے جس کا جی چاہے
عبث کہنے سے غیروں کے مجھے تو منع کرتا ہے ‏ ترے ملنے کو وہ کیوں کر نہ آئے جس کا جی چاہے
ہمیں تو گالیاں دے آپ یا کہہ دے رقیبوں کو ‏ یہاں ہم تو ستم کش ہیں ستائے جس کا جی چاہے
ابھی تیر نگہ ہوتا ہے دل کے پار اے جوشش — ذرا اس ترک سے آنکھیں ملائے جس کا جی چاہے
خدنگ یار اگر دل کے پار ہو جائے ۵۹۸ ۲ تو بے قرار ہو مجھ کو قرار ہو جائے
نہ قتل کر مجھے اے قاتل آستیں تیری — مباد خوں سے مرے داغ دار ہو جائے
وہ سعی قفس میں کر کہ ٹوٹے ۵۹۹ ۸ اس میں رہے بال و پر کہ ٹوٹے

پائے طلب اُس کی جستجو میں | یاں تک پھرے در بدر کہ ٹوٹے
رونے کا تار بندھ رہا ہے | ایسا نہ ہو چشم تر کہ ٹوٹے
ہے بے مے عشق شیشۂ دل | مار اس کو تو سنگ بر کہ ٹوٹے
دنیا سے تو ٹوٹتا نہیں دل | ایسی کچھ فکر کر کہ ٹوٹے
ہوئی بس کہ خوشیِ زخم تازہ | ہیں ٹانکے ترے جگر کہ ٹوٹے
محشر میں بھی نیند غافلوں کی | ممکن نہیں بے خبر کہ ٹوٹے
جوشش ہر خار دشت پر یاں — | اس طرح قدم نہ دھر کہ ٹوٹے

جب ہوئے تم چمن میں آن کھڑے ٦٠٠ | وہ ہیں ہو گئے گلوں کے کان کھڑے
لشکرِ غم ہے دل کے میداں میں | آہ و نالے کے ہیں نشان کھڑے
بیٹھنے کی نہیں رہی طاقت | ہوئیں کیا ہم سے ناتوان کھڑے
اُس تلک بالِ شوق لے پہنچا | رہ گئے در پہ دار بان کھڑے
اُس کے تیرِ نگاہ کی دولت | ہیں درِ دل پہ میہمان کھڑے
بے سبب ہم سے روٹھے جاتے ہو ق | سُن لو ٹک ہو کے مہربان کھڑے
دین و ایمان و جان دینے کو | ہم تو ہیں رو بہ رو ہر آن کھڑے
آج وہ امتحان لے جوشش — | ہم بھی ہیں بہر امتحان کھڑے

مرا جی لے گی یا رسوا کرے گی ٦٠١ | خدا جانے یہ الفت کیا کرے گی

اگر منظور تجھ کو بے وفائی تھی ٦٠٢ | تو اے بے رحم صورت کیوں دکھائی تھی

وہ کیا دن تھے وہ کیا ایام ای ظالم ـــ کہ تیری بزم میں ہم کو رسائی تھی

تمہاری صورت کو دیکھتے ہی میاں یہ حشر ہوئی ہماری ٦٠٣/٥ دل و جگر سے اٹھی ہیں شعلے ہوئی ہیں آنکھوں سے اشک جاری

صفِ مژہ کا گلہ کروں میں کہ اُس نگہ کی کروں شکایت کسی نے آکر لگائی برچھی کسی نے ماری مجھے کٹاری

عجب طرح کا قلق ہے دل کو کہ یاد آئیں ہیں مجھ کو ہر دم ترے وہ غمزے تری وہ عشوے تری وہ باتیں پیاری پیاری

ہوئے جو رخصت طلب یکایک بھلا کہو تو جییں گے کیوں کر نہ کچھ تسلی نہ کچھ تشفی نہ عہد و پیماں نہ یادگاری

بہ رنگِ شمع سحر کرے گی ذلیل محفل میں اُس کی جوشش ـــ یہ سوزشِ دل یہ اشک باری یہ اضطراب اور یہ بیقراری

رہی ہر ایک کو یاں جستجوے درویشی ٦٠٤/٢ کسی سے طے نہ ہوئی راہ کوئے درویشی

بہ رنگِ گل نہیں کپڑے رنگے دکھانے کو ـــ ہمارے خرقے سے آتی ہے بوئے درویشی

رخصت کے وقت سامنے حیران تھے کھڑے ٦٠٥/٢ جب وہ ادھر چلا ادھر آنسو ڈھلک پڑے

جاتا ہوں اس کے گھر تو یہ رہتا ہے ڈر مجھے ـــ وہ تند خو مبادا کہیں مجھ سے لڑ پڑے

تو خوش مقال ہے کیا بات خوب رو تیری ٦٠٦/٢ سنتے ہے نطق کو طوطی کے گفتگو تیری

پسند کرنے لگے سادہ رو بھی ای جوشش ـــ ہوئی ہے ان دنوں کیا صاف گفتگو تیری

برسے ہے سدا ابرِ مژہ سینے پر اپنے ٦٠٧/٤ لگ جائے کہیں زنگ نہ آئینے پہ اپنے

ممسک سے بجا ہے جو نہ ہو فیض کسی کو جوں گل نہیں مختار وہ گنجینے پر اپنے

جوں آینہ اے شیخ نہ دم مار صفا سے ٹک آ کر تو نظر سینۂ پر کینے پہ اپنے

مرنے پہ کسی کے کوئی جب روئے ہے جوشش ـــ رقت مجھے آتی ہے بہت جینے پر اپنے

ہر چند ہوئے ہیں تری نخچیر کے ٹکڑے ٦٠٨/٢ پر اب بھی ہے وہ نام پہ شمشیر کے ٹکڑے

میرے ہی دل سخت پہ ٹوٹا ہے سمجھو
لائے ترے آگے جو کوئی تیر کے ٹکڑے

دیوانوں کو لے گئی خبر فصل بہاری
زنداں میں پڑے رہ گئے زنجیر کے ٹکڑے

عاشق کو ہے کب زندگی غیر گوارا
پروانہ یہ چاہے ہے کہ ہوں گل گیر کے ٹکڑے

دکھلایا تری تیغ جدائی نے یہ عالم
دامن میں بھرے ہیں دل دلگیر کے ٹکڑے

اک عضو سے اس کے نہ لگا لاکھوں ہی کھینچے
بہزاد نے ہر عضو کی تصویر کے ٹکڑے

جوں قصر کہن عشق کے صدمے سے اے جوشش
ہوتے چلے اس چشم کی تعمیر کے ٹکڑے

٦٠٩ دیکھا بھی نہ ہو جس نے کبھی خواب جدائی
کس طرح سے ہو اس کو بھلا تاب جدائی

دریائے محبت میں عجب سیر تھی جوشش
ہوتا نہ اگر اس میں یہ گرداب جدائی

٦١٠ بر سر بام جو وہ ترک نکل کر بیٹھے
مسند اوج پہ خورشید سنبھل کر بیٹھے

گردش اس چشم کی پیمانۂ بے ہوشی ہے
کوئی نہ مانے تو ذرا سامنے چل کر بیٹھے

اے شب وصل بغل میں دل نالاں بھی ہے
جی دھڑکتا ہے نہ عشرت میں خلل کر بیٹھے

روٹھ کر بیٹھے جو کوئی تو منا سکتے ہیں
اس سے کچھ چل نہیں سکتا جو مچل کر بیٹھے

مثل فرہاد وہی عشق میں نام آور ہو
جان دینے میں جو کوئی کہ پہل کر بیٹھے

کیا برا وقت جدائی کا غضب ہوتا ہے
حضرت دل ترے ہمدم تھے سو ٹل کر بیٹھے

کیوں نہ ہو نامۂ اعمال سیہ اے جوشش
جو نہ کرتے تھے عمل وہ ہی عمل کر بیٹھے

٦١١ دیوانہ ہوں مجھے نہ سلاسل سے باندھیے
ہاتھوں کو خوب رشتۂ کاکل سے باندھیے

اہل چمن کو اتنا پریشاں نہ کیجیے
بکھرے ہوئے یہ بال ہیں سنبل سے باندھیے

ہرگز نہ ہو جیسے کس و ناکس سے ملتجی — اس غم کدے میں دھیان توکل سے باندھیے
یہ خوب جانتا ہوں کسی کو کرو گے قتل — خنجر کمر میں آپ تجاہل سے باندھیے
اس گلشنِ جہاں میں بدعہد ہیں سبھی — بلبل یہاں نہ عہد کسی گل سے باندھیے
احوال ایک ہے دلِ وحشت سرشت کا — یا جز سے باندھیے اسے یا کل سے باندھیے
جوشش تو اس طرح کی زمینوں میں یاد رکھ — مضموں جو باندھیے سو تامل سے باندھیے

٦١٢/۴ وہ دیوانے سے کیا کم ہے جو ایسے دل کو دل جانے — بہ رنگِ غنچۂ تصویر جو ہرگز نہ کھل جانے
مقلد اہلِ معنے کا نہ ہووے صاحبِ معنے — صنوبر شکلِ دل ہے پر اُسے کون اہلِ دل جانے
دل و جاں گو کہ دیوے اُس کو لیکن مل نہیں سکتا — وہی اُس سے ملے جو کوئی ہماری طرح مل جانے
بیاں کچھ ہو نہیں سکتا ہے اُس کے عہد و پیماں کا — جو کچھ کہتے تھے عہد اور پیماں وہی پیماں گسل جانے

٦١٣/۴ لیا دل اس خریداری کے صدقے — میں تیرے حسنِ بازاری کے صدقے
کبھی خط کو بناتے ہو کبھی خال — تمہارے حسن تیاری کے صدقے
گرفتار اُس کی زلفوں میں ہوا دل — میں اس دل کی گرفتاری کے صدقے

٦١٤/۴ ہے ہو بہ ہو ہماری صوت و صدا کی گرمی — کس طرح منطفی ہو یادِ خدا کی گرمی
دل کیوں نہ ہو مرا پاس انفاس سے شگفتہ — غنچے کو وا کرے ہے بادِ صبا کی گرمی
خورشیدِ عشق کے میں تنہا ہوں برستا — کیا کر سکے گی میرا روزِ جزا کی گرمی
کیا چاہیے سمور و سنجاب و قاقم اُس کو — برداشت ہو نہ جوشش جس کو ذکا کی گرمی

٦١٥ اس غم کدے سے کچھ نہ لگا ہاتھ ہمارے — آہِ دلِ سوزاں ہی چلی ساتھ ہمارے

درد و غم و اندوہ و الم نالۂ جاں کاہ — ہیں دشمن جانی سبھی یک ذات ہمارے
جس گھات سے دل تو نے لیا یار ہمارا — افسوس کہ ہاتھ آئی نہ وہ گھات ہمارے
خطرہ نہ کرو آؤ ملو شوق سے پیارے — جو سمجھے ہو دل میں نہیں وہ بات ہمارے
کیا ہم نے بگاڑا فلک سفلہ کا جوشش — کیوں در پے ایذا ہے یہ دن رات ہمارے

۶۱۶/۴ دنیا کی جستجو تو ہم سے نہ ہو سکے گی — یہ منت آرزو تو ہم سے نہ ہو سکے گی
بہت تیری غائبانہ کرتے رہیں شکایت — پر اُس کے رو بہ رو تو ہم سے نہ ہو سکے گی
مے خانۂ جہاں میں گزراں شیخ جب صبا — بے جام دے سبو تو ہم سے نہ ہو سکے گی
کیا پوچھتا ہے جوشش تعریف اُس دہن کی — کچھ اس میں گفتگو تو ہم سے نہ ہو سکے گی

۶۱۷/۳ دھیان میں اس کے فنا ہو کر کوئی منہ دیکھ لے — دل وہ آئینہ نہیں جو ہر کوئی منہ دیکھ لے
راہ چلتے منہ چھپانا خوش نہیں آتا مجھے — شرم کیا جب نکلے ہے باہر کوئی منہ دیکھ لے
آپ ہی چہرہ دکھا دے دور کر منہ سے نقاب — لطف کیا ہے زور سے گر کوئی منہ دیکھ لے

۶۱۸/۴ لے گئی دل کو اُس کی محجوبی — یہ بھی اپنے نصیب کی خوبی
کیا زبونی نظر پڑی مجھ میں — بولتا ہے جو تو بہ ایں خوبی
دل نہ ہوتا حباب سیل سرشک — یہاں جوشش تری ہی ڈوبی
سبزۂ خط نے کھو دی اے جوشش — اُس کی وہ خوبی اور وہ محبوبی

متفرق اشعار

دیکھی ہے یار جب سے تری زلف خواب میں (۲۱) تب سے یہ دل پڑا ہے عجب پیچ و تاب میں

سدا سنگِ حوادث سہتے ہیں اس شیشۂ دل پہ
عجب صدمے گزرتے رہتے ہیں اس شیشۂ دل پہ

یہ سچ ہے کہ اوروں ہی کو تم یاد کرو گے
میرے دلِ ناشاد کو کب شاد کرو گے

نہ دل کی محبت نہ الفت جگر کی
مرے اشک کو دھن بندھی ہے کدھر کی

حرص و ہوا کے ایسا آ کر بھرے ہیں دل میں
کیا کیا خیال باطل گزرا کریں ہیں دل میں

بے طرح ان دنوں دل افسردہ ہو رہا ہے
جی زندگی سے اپنا آزردہ ہو رہا ہے

آنکھوں میں چھا گیا ہے مری جب سے نورِ حق
ہر سنگ و خشت سے ہے نمایاں ظہورِ حق

اے جان تو مجھ سے کیوں خفا ہے
کیا کہتے ہیں اس کو کیا ملا ہے

احوال دیکھ کر مری چشمِ پُر آب کا
دریا سے آج ٹوٹ گیا دل حباب کا

کب ترے کوچے میں یہ خاک نشیں رہتا ہے
بدگماں تو تو عبث چیں بہ جبیں رہتا ہے

لگا کے منہ سے نہ دے جام خوش نہیں آتا
مجھے یہ بوسہ بہ پیغام خوش نہیں آتا

آہ رکتی نہیں اور اشک بہا جاتا ہے
چپ تو رہیے پہ کوئی ہم سے رہا جاتا ہے

یا مہربان تھا وہ یا اس قدر خفا ہے
میاں یوں بھی واہ وا ہے اور یوں بھی واہ وا ہے

ملتا نہیں جس کو چاہتے ہیں
روتے ہیں پڑے کراہتے ہیں

چشم خوں بار کی پانے وہ تراوش نہ رہی
ابرو مژگاں میں کسی نوع کی کاوش نہ رہی

آشنا جب کاکل مشکیں سے دست شانہ ہو
یہ دل صدچاک دیوانہ بھلا ہو یا نہ ہو

خلق ہم جب سے ہوئے درد والم سے کام ہے
یہ سمجھتے ہی نہیں آرام کس کا نام ہے

قتل غیروں کو تو کرتا ہے یہ کیا کرتا ہے
یہ گنہ گار ترا تجھ کو دعا کرتا ہے

چمن میں ذکر کچھ آیا ہے اس کی کاکل کا
جو اس قدر ہے پریشان حال سنبل کا

وہ نامہ . . . بھول گئے
ہمیں بتان تغافل شعار بھول گئے

لبوں سے گا امتحان مرا تو کہاں تلک
بس سوز عشق تو گئے استخوان تلک

غیروں پہ اس کا ظلم و ستم دیکھتے رہے
رہتے رہے کھڑے رہے ہم دیکھتے رہے

مجھے خیال نہیں کچھ بہ جز خیال صنم
تمام دل میں ہوا جلوہ گر جمال صنم

گر غرض کچھ اب کریں گے اس سے
بوسہ ہی طلب کریں گے اس سے

چمن میں یار بن رہنے کو تو کیا ہے رہا کیجیے
ولیکن جی نہیں لگتا ہمارا اس کو کیا کیجیے

قطرے مرے آنسو کے ہیں یک لخت شرر سے
کیا آگ برستی ہے مرے دیدۂ تر سے

سماجت کی منہ میں مرے سوز باں ہو
وہ نامہرباں مجھ پہ گر مہرباں ہو

اگر شرح کرنے لگوں درد دل کی —
خدا جانتا ہے کہ اک داستاں ہو

نہیں بھاتا کچھ اس اندوہ گیں کو
یہاں سے لے چل اے وحشت کہیں کو

تنک اودھر ہی رہ اے حرص دنیا
نہ دے تکلیف اس گوشہ نشیں کو

اختیاری کیا ہے یہ آوارگی
وہ مشکل ہی بندگی بے چارگی

جی نہیں لگتا کہیں کیا بیٹھے — اُٹھ گیا دنیا سے دل یک بارگی

آشنا جب سے ہوئی اُس بتِ ہرجائی سے — در بہ در خاک بہ سر پھرتے ہیں سودائی سے

یہ تجلی ہوئی اے عشق ترے آنے سے — نور کے اُڑتے ہیں بکے قمری کاشانے سے

کیا بہارِ حسن پر موقوف میرا عشق ہے — جب تلک جیتا ہوں میں ہوں اور میرا عشق ہے

چھپ چھپ کے دیکھتے ہو بہت اُس کو ہر کہیں — ہوگا غضب جو پڑ گئی اُس کی نظر کہیں

اے رشک آفتاب ترا کیوں کے دید ہو — پھرتی ہے درمیاں سے نظر نا امید ہو

آزردہ ایک آن میں سو بار ہو چکا — وہ ترک تند خو تو مرا یار ہو چکا

ہرگز نہ جس سزا کے دن خجل ہو — جو اپنے کیے سے منفعل ہو

اُس شمع رو کا رات جو دل میں خیال تھا — آنکھوں سے اشک جاری علی الاتصال تھا

وہ گل اندام ہم آغوش کب آ کر نہ ہوا — کب مرا خرقۂ پشمینہ معطر نہ ہوا

رباعیات

۱ ساری خدائی کی خبر زیرِ گلیم — انعام یقینی میں کرے ذرِ یتیم

احمد ہے بلا میم محمد میرا — ذات اُس کی بلا شبہ ذاتِ کریم

(۲) ہر چند محمد ہے مدینہ کا مقیم — بیٹھا ہوا تسخیر کرے ہفت اقلیم

اعجاز کروں اُس کا بیاں کیا جوشش — جو ایک اشارے میں کرے مہ کو دو نیم

(۳) کرتا جو ہوں شاہِ دو جہاں کی تعریف — سُن کر نہ کرو میری زباں کی تعریف

حیراں ہیں ملک بشر سے کیوں کر ہوئے — پیغمبرِ آخر الزّماں کی تعریف
اس جسم کو خاک میں ملایا ہم نے (۴) ہستی کو اپنی اب بھلایا ہم نے
کیا کہیئے حصولِ جستجو کا جوشش — اپنے تئیں کھو کر اُس کو پایا ہم نے
بس حرص و ہوا کی سمت مائل ہیں ہم ۵ ہستیِ وجود ہی کے قائل ہیں ہم
اُٹھتا نہیں جسم سے خودی کا پردہ — دیدارِ خدا کے آپ حائل ہیں ہم
آیا ہے پسند کنجِ عزلت مجھ کو (۶) اک خلق سے ہو گئی ہے نفرت مجھ کو
اُٹھنے کو مزاج چاہتا ہے کس کا — تکلیف اگر نہ دے یہ وحشت مجھ کو
اے دل جو تجھے ہے ہوسِ مے خواری (۷) ہر بزم میں اتنی ہی رہے ہشیاری
ہر چند کوئی پلائے تھوڑی سی بھی — تا ہو نہ خطِ جام خطِ بیزاری
جوں چاہیے عجز و انکساری سیکھی ۸ ترکیب مدارات کی ساری سیکھی
ہر مور سلیماں ہے میرے نزدیک — جوشش کس سے یہ خاکساری سیکھی
لینا ہے زباں سے نامِ خالق بے جا ۹ اس امر میں شرط ہے تعلق دل کا
حاصل نہیں کچھ کہنے سے اللہ اللہ — طوطے کی طرح پڑھا جو کلمہ تو کیا
پھرتے نہ ہو خراب کسی کے ہمراہ ۱۰ ملتے جو ہو مجھ سے تم تو باصد اکراہ
نے حسن نہ خلق نے مروّت نہ وفا — تس پر یہ گھمنڈ دل میں سبحان اللہ
نے گبر و یہود ہوں نہ اہلِ اسلام ۱۱ میں حضرتِ عشق کا کہاتا ہوں غلام
موقوف کیا ہے کفر و دیں کا جھگڑا — ناحق کے مباحثے سے مجھ کو کیا کام

موقوف کر آہ غم گساری دل کی ۱۲ حد دشمنی ہے یہ دوست داری دل کی
سیماب کی طرح گرم جوشی سے تری — ہوتی ہے زیادہ بے قراری دل کی

آیا ہے موسم بہاراں ساقی ۱۳ رکھتے ہیں خمار مے گساراں ساقی
کس طرح نہ دیکھ روئیں تجھ بن — یہ سرد ہوا یہ ابر و باراں ساقی

اے شیر خدا اخ رسول الثقلین ۱۴ دے فاتح جنگ احد و بدر و حنین
بیماری میں اپنی ہیں اطبا حیران — دے جلد شفا مجھ کو طفیل حسنین

اے واقف اسرار خبر لے میری ۱۵ ہوں دکھ میں گرفتار خبر لے میری
بیماری صعب نے ستایا ہے مجھے — یا حیدر کرار خبر لے میری

نے دل میں ہمارے شوق دنیا کا دیا ۱۶ نے ہاتھ سے اپنے کام عقبیٰ کا لیا
حیراں ہیں کہ خالق حقیقی نے ہمیں — کس واسطے خلق اس زمانے میں کیا

دن رات تری ہمیشہ روتے گزری ۱۷ اوقات تری ہمیشہ روتے گزری
تو خلق ہوا جہاں میں جب سے جوشش — کیا بات تری ہمیشہ روتے گزری

گلشن میں شراب ارغوانی پیجے ۱۸ یا آن کہ بجائے بادہ پانی پیجے
دونوں میں نہیں تفاوت اپنے نزدیک — گر ہاتھ سے تیرے یار جانی پیجے

مے نوشی ہماری یا الٰہی نہ گئی ۱۹ اور ابر و ہوا کی خیر خواہی نہ گئی
اس مے کدۂ جہاں میں تو یہ ہم نے — کرنے کو تو کی و لے بناہی نہ گئی

ساقی کی دوست داری ہم سے چھوٹی ۲۰ اور پیر مغاں کی یاری ہم سے چھوٹی

یوں تو ہیں گنہگار سراپا لیکن — صد شکر کہ بادہ خواری ہم سے چھوٹی
گو جان دے کوئی پر نہ اوس کے ہوں گے ۲۱ جی شوق سے لیں گے اُس کا جس کے ہوں گے
جوشش نہ رکھو ان بتوں سے ہرگز امید — یہ کس کے ہوئے ہیں اور کس کے ہوں گے
کہنا نہ کسی کا دل میں لایا جوشش ۲۲ ان سنگ دلوں سے دل لگایا جوشش
نے کہنے میں دل ہے اب نہ ملتے ہیں بتاں — جیسا میں کیسا تھا ویسا پایا جوشش
خاطر سے اٹھا دیجیے دنیا کی ہوس ۲۳ فریاد میں کیوں رہیے سدا مثل جرس
دیکھا ہے میں اس بحر میں مانند حباب — امید ٹھہرنے کی نہیں ایک نفس
پیدا ہوئی جب سے تیری الفت دل میں ۲۴ نے خواہش عیش ہے نہ عشرت دل میں
رہتا ہوں مدام درد و غم سے محظوظ — آنکھوں میں ہے اشک و آہ حسرت دل میں
شیطان سدا مجھے کراتا ہے گناہ ۲۵ دیتا ہی نہیں دل میں عبادت کو راہ
میں کیا ہوں بلا دی ہے دغا آدم کو — لاحول ولا قوۃ الا باللہ
ہرگز نہ خیال ظلم رانی کیجیے ۲۶ ہر ایک پہ لطف و مہربانی کیجیے
دو دن کی ہے زندگی جہاں میں جوشش — خاطر پہ کسی کی کیوں گرانی کیجیے
ہو بخت سے کاشش استفادہ ہم کو ۲۷ مطلب نہیں اور کچھ زیادہ ہم کو
وہ یار کسی طرح سے ہوئے محکوم — رہتا ہے سدا یہی ارادہ ہم کو
یا تخت شہی پہ یاں بٹھائے مولیٰ ۲۸ یا تختے کا منہ ہمیں دکھائے مولیٰ
وہ مالک مختار ہے ہم ہیں مجبور — راضی ہیں بقضا بجز رضائے مولیٰ

ہم سے کدۂ دہر میں رہتے ہیں مست ۲۹ رکھتے ہیں غم نیست نہ اندیشۂ ہست
بکتے ہیں یہی ولولۂ مستی میں — کیا خوب مثل ہے زندگی راعشق ہست

جیسا کہ ترے لطف پہ رکھتے ہیں نظر ۳۰ ویسا ہی ترے قہر سے ہے دل میں ڈر
ہم تو ہیں گنہگار تری ذات کریم — جس میں ہو بہتری ہماری سو کر

نے ساقی غم گسار و نے شیشۂ مے ۳۱ جو مجھ پہ گزرتی ہے کہوں کیا ہے ہے
دل کا ہے یہ احوال کہ ہر دم ہر آن — پرکالۂ آتش ہے کہ پہلو میں ہے

یہ لہو و لعب یہ شادمانی کب تک ۳۲ یہ عیش و طرب یہ کامرانی کب تک
پابند ہوا و حرص جوشش مت ہو — آخر ہے موت زندگانی کب تک

ہے جن کو یہاں بے طمعی بے غرضی ۳۳ سمجھیں ہیں ترقی و تنزل فرضی
جوشش تو عبث فکر کم و بیش نہ کر — ہوتا ہے وہی جو کچھ ہے اس کی مرضی

گردوں کو قرار کس زمانے میں ہے ۳۴ پھرتا ہے پڑا دو جس زمانے میں ہے
گرداب کو دیکھ کر بگولے پہ نگاہ — گردش میں ہے جو اس زمانے میں ہے

بے فکر کہاں کوئی زمانے میں ہے ۳۵ جو ہے سو فکر آب و دانے میں ہے
جینے میں بہت خرابیاں ہیں جوشش — آرام ہے کچھ تو مر ہی جانے میں ہے

کس واسطے ہم نالہ و فریاد کریں ۳۶ بے فائدہ کیوں عمر کو برباد کریں
آتا ہے یہی جی میں کہ جب تک ہے زیست — چپکے ہی رہیں اور تری یاد کریں

ہے تیری کریمی کا بھروسا سب کو ۳۷ مانگے ہے دعا یہ ایک عالم رو رو

یارب کریم پنج تن کا صدقہ	—	برسے باراں یہ حکم باران کو ہو
کل رات عجب طرح سے گزری ہیہات	۳۸	اوقات عجب طرح سے گزری ہیہات
نہ چنگ و رباب تھا نہ ساقی نہ شراب	—	ہیہات عجب طرح سے گزری ہیہات
ہر دم یہ آہِ سرد بھرنا کیا ہے	۳۹	سنے زندگی دو روزہ کرنا کیا ہے
اپنے جس حال میں ہو جوشش خوش رہ	—	آخر مرنا ہی اتنا ڈرنا کیا ہے
کرتا ہے خیال سو سو پھیرے دل میں	۴۰	گھر میں نے کیا نہ یار تیری دل میں
حسرت ہی میں اس بات کی مر جاؤں گا	—	افسوس ہی رہ جائے گا میرے دل میں
بے کل ہو جو اس کے پاس جاتے ہیں ہم	۴۱	حال دل بے تاب ستاتے ہیں ہم
جوشش وہ منہ نہیں لگاتا ہم کو	—	اپنا سا منہ لیے پھر آتے ہیں ہم

مخمسات

ہم دوالے ہیں سمجھتے ہی نہیں خوب و زشت ۱ بند مظہر حق نظر آتا ہے ہر اک سنگ و خشت
جگہ آرام کی اپنے ہے یہی دیر و کنشت برو اے زاہد و دعوت نہ کنم سوئے بہشت
کہ خدا در ازل از بہر بہشتم نہ سرشت

شیخ دہقانی بجھے بھول گئی اپنی کاشت کیا ہی کیا رنج و تعب روز کری تھا برداشت
کیوں پڑا سو رہے اب شام سے لیکر تا چاشت یک جو از خرمن ہستی نہ تواند برداشت

ہر کہ از تخم فنا در رہ حق دانہ نکشت

مے کشی رندی و مستی ہے دوانوں کو مباح گو رہِ عشق میں دیکھیں نہ کبھی روئے فلاح
شیخ بخشے ہے عبث مجھ سے تو ہر شام و صباح تو دے تسبیح و مصلیٰ و رہ زہد و صلاح
من و بت خانہ و زنار و رہ دیر و کنشت

میں تو عاصی ہوں گنہ گار ہوں اور دم ہو کریم خواہ جنت مری قسمت میں کرے خواہ جحیم
تجھ کو کیا اس سے اگر ہوئے تجھے طبع سلیم منع از مے مکن اے زاہد صوفی کہ حکیم
در ازل طینت ما را بہ مے ناب سرشت

گو کوئی بیٹھے بچھا کر کے ریا کی مسند اور ہو خلق کی ہر ایک طرف سے آمد
یارو کہتا نہیں یہ بات میں از راہِ حسد راحت عین بہشت و لب جو بیش نہ بود
ہر کہ او دامنِ دل دار خود از دست بہشت

حلقے کھینچا ہی کرے ہی دو بہ صد رنج و محن اور تسبیح و مصلیٰ ہی سے کرتا ہو سخن
گو ہوئے مشق اسے ساری مشیخت کے فن صوفیِ صاف بہشتی نہ بود زاں کہ چو من
خرقہ در بے کدہا در گروِ بادہ نہ ہشت

تجھ کو جو شش جو گنہ کار کہیں نیک و بد فی الحقیقت ہی اسے جان نہ از راہِ حسد
واسطے تیرے یہی شعر ہے حافظ کا سند حافظا لطف حق ار با تو عنایت دارد
باش فارغ ز غم دوزخ و از یاد بہشت

مخمس دوم ۵ بند

جب سے شب فرقت نے صورت مجھے دکھلائی ۔ ہے اشک کی بہتابیت آوارگی رسوائی
آنکھوں میں خلائق کی ٹھہرا ہوں میں سودائی ۔ اے پادشہ خوباں داد از غم تنہائی
دل بے تو بہ جاں آمد وقت است کہ باز آئی

گھبرائیے فرقت میں تو عشق میں ہے خامی ۔ اور آہ و فغاں کرنا ہے موجب بدنامی
گو دور رکھے تجھ سے یہ گردش ایامی ۔ اے درد تو ام درماں در بستر ناکامی
دے یاد تو ام مونس در گوشۂ تنہائی

پہلو میں دل مضطر ہونٹوں پہ ہے آہ سرد ۔ آنکھوں میں بھرے آنسو لب خشک ہے چہرہ زرد
کہنے میں نہیں آتا ہم کیا کہیں اپنا درد ۔ مشتاقی و مہجوری دور از تو چناں کرد
کز دست بخواہد شد پایان شکیبائی

پھرتے ہیں اسے جویاں حیران و پریشاں ہم ۔ فرصت نہیں یک ساعت آرام نہیں اک دم
روتے ہیں بہ شدت اور پڑھتے ہیں یہی پیہم ۔ یارب بہ کہ بتواں گفت این نکتہ کہ در عالم
رخسارہ بکس ننمود آں شاہد ہرجائی

جوشش یہی کہتا ہے برآتے ہیں سب مقصد ۔ شادی سے مبدل اب ہوتا ہے غم بے حد
ہو عیش سے ہم بستر عشرت کی بچھا مسند ۔ حافظ شب ہجراں شد بوی خوش یار آمد
شادیت مبارک باد ای عاشق شیدائی

مخمس سوم ۷ بند

اُٹھے تھے شعلۂ غم ایک روز سینے سے ۳/۳۵ بہ تنگ سخت ہوا تھا میں اپنے جینے سے
پڑھے تھا شعر یہی دیکھ کر سفینے سے نہ ہاتھ اُٹھائے فلک گو ہمارے کینے سے
کسے دماغ کہ ہو دو بدو کمینے سے

نہ سر پہ چتر پھرے گو کہ ابر نیساں کا نہ بادشاہ کہاؤں میں جن و انساں کا
نہ حکمران ہوں ہر شہر و ہر بیاباں کا نہیں خیال مجھے خاتم سلیماں کا
بہ رنگ نام ہوں برکندہ دل نگینے سے

جو دیکھا ساقی کو مغرور مے پرستوں نے صراحی سنگ سے کی چور مے پرستوں نے
پیالہ پھینک دیا دور مے پرستوں نے بسان دانۂ انگور مے پرستوں نے
لیا ہے فیض مرے دل کے آبگینے سے

کیا خراب خیالات دور نے ہم کو رہِ صواب سے پھیرا غرور نے ہم کو
کیا نہ منفعل اپنے قصور نے ہم کو مآل کار سجھایا شعور نے ہم کو
بہ نقد مال لگا ہاتھ اس دفینے سے

تمام عمر قفس میں مری گزر جائے رہے نہ طاقت پرواز بال و پر جائے
غرض قبول ہے یہ جان بھی اگر جائے ڈروں ہوں میں کہ دلِ زندہ تو نہ مر جائے
کہ زندگانی عبارت ہے تیرے جینے سے

نہ پھولتے ہوئے اس گلستاں کے کچھ عرصہ — نہ ربط کو ہے گل و بلبلاں کے کچھ عرصہ
نہ آتے جاتے بہار و خزاں سے کچھ عرصہ — ترقی اور تنزّل کو یاں کے کچھ عرصہ
مثالِ ماہ زیادہ نہیں مہینے سے

پڑا ہے شور ترا اب چمن چمن اے درد — کفن ہوا تنِ غنچہ نہ پیرہن اے درد
کہا ہی چاہیے جوشش ہے یہ سخن اے درد — بسا ہے کون ترے دل میں گل بدن اے درد
کہ بو گلاب کی آئی ترے پسینے سے

مثنویات

مثنوی در ہجو ٹکاری

۱/۹۲

ہے یہ چرخ کمینہ دون پرور — دشمن خاندانِ اہل ہنر
کس زباں سے میں اس کی ہجو کروں — ایک ایذا رساں ہے یہ ملعوں
گر شکایت کروں کچھ اس کی رقم — تیغ غیرت کرے زباں کو قلم
خطرۂ آسماں کرتا ہوں — حال اپنا بیان کرتا ہوں
ایک مدت سے شہر میں تھے ہم — نے کہیں ذکر رنج تھا نے غم
حبِ دنیا سے ننگ رکھتے تھے — ساتھ اپنے ہی جنگ رکھتے تھے
ہم نشینی تھی گوشہ گیر دل سے — ملتے پھرتے تھے ہم فقیر دل سے

اتفاقاً یہ اتفاق ہوا — شہر کا رہنا دل پہ شاق ہوا
فلکِ حیلہ جو نے شہ پائی — چھوٹتے اُس کے جی میں یہ آئی
قدرِ اندوہ و غم نہیں اس کو — لے چلا چاہیے کہیں اس کو
تا ہو آگاہ درد و رنج و محن — نہ کرے خوش دلی سے فکرِ سخن
الغرض مجھ کو لے چلا واں سے — ہو گئی دوری جسم کو جاں سے
ساتھ لے خستگی و خواری کو — لا دکھایا سب مجھے ٹکاری کو
جس گھڑی قلعے کے میں پاس گیا — دیکھتے ہی مرا جو اس گیا
لگا کہنے اُٹھا کے دستِ دعا — ہوا مجھ سے گناہ ایسا کیا
یاالٰہی تو کس جگہ لایا — کیوں مجھے یہ زمانہ دکھلایا
گرد اس کے ہے خندق ایسی عمیق — کہ سراپا ہے قلعہ اس میں غریق
نہ کہیں برج ہے نہ بارہ ہے — کسی دریا کا یہ کنارہ ہے
خاک میں مل گئی ہے ساری فصیل — جابجا رہ گئی ہے قدرِ قلیل
زندھی نہیں ہے آشیانۂ جغد — دہنِ توپ تنگ ہے خانۂ جغد
یہ کھڑا ہے جو کہنہ دروازہ — ہجو اس کی ہے معنیٔ تازہ
ہیں جو اس میں کواڑ چسپیدہ — تا بہ چوکھٹ تمام پوسیدہ
جائے نقارخانہ اُس کے اوپر — کر دی ہے شکست شور و شر
دیکھو ٹک دیکھو گردشِ افلاک — قلعہ سارا ہے ایک تودۂ خاک

بارے جا قلعے میں دخیل ہوئے | سخت رسوا ہوئے ذلیل ہوئے
نہ ملی جاگہ ہم کو رہنے کو | رہ گئی یہ بھی بات کہنے کو
کیوں نہ ہو واں جگہ کا ملنا محال | یارو ہوئے جہاں کا یہ احوال
چند گھر ہیں جو درمیانِ قلعہ | جن سے ہے نام اور نشانِ قلعہ
کیا کہوں ان کی ہیں خوش اسلوبی | جن کی تعمیر کی ہے یہ خوبی
چار دیوار اُس پاس نہیں | ہیں بھی چھپر تو اُن پہ گھاس نہیں
ٹٹیاں ان میں جو لگائی ہیں | ٹٹیاں کیا دیا سلائیاں ہیں
نے کہیں در رہا ہے نے دیوار | جوشِ باراں سے پڑ گئے ہیں غار
گڑھے سے یہ مکان کیا کم ہیں | رشکِ بیت الخلائے عالم ہیں
لوگ کہتے ہیں جس کو رنگ محل | کیے اس میں شکست نے یہ خلل
ہے جو دالان در ندارد ہے | سائباں کا اثر ندارد ہے
کوٹھری ہے تو چھت نہیں اس میں | ہے جو کوٹھا تو ست نہیں اُس میں
زیرِ سقف اس کے ٹک جو ہوں کھڑے | ڈر رہے ہے کہیں یہ گر نہ پڑے
اتنے بوسیدہ ہو گئے ہیں منڈیر | صحنِ خانہ میں لگ رہے ہیں ڈھیر
خم ہو رہ گئے ہیں ساری ستوں | زنگ ان پر ہے مالکوں کا خوں
اور عمارات تو جو ہیں اکثر | فی الحقیقت وہ ان سے بھی بدتر
قلعے کا تو عیاں ہوا سب حال | اب سنو اس کے گرد کا احوال

گاؤں سارے اُجاڑ ہی دیکھے جھاڑ جنگل پہاڑ ہی دیکھے
کون جا ہے جہاں نہ قوم نہیں کون گھر ہے کہ جس میں بوم نہیں
جس طرف دیکھتے ہیں ڈھنڈھر ہے چغد و زاغ و زغن ہی کا گھر ہے
کہیں باقی رہی نہ آبادی ہے گھروں میں شغال کے شادی
اب وہ سرسبز کشت زار کہاں سبزۂ نو کہاں بہار کہاں
کھیت جتنے ہیں ہار ہیں ان میں یا کٹیلوں کے جھاڑ ہیں ان میں
پہنچتی ہے جہاں تلک کہ نگاہ نظر آتا ہے صرف سبزہ گاہ
ہے بگولا ہلاک اس غم میں سر پہ ڈالے ہے خاک اس غم میں
یا الٰہی میں کس طرف جاؤں سرکشی اپنی کس کو دکھلاؤں
آدمی کا کہیں نشان نہیں ہیں بھی بعضے تو ان میں جان نہیں
غرض ایسا کوئی دیار نہیں اور ہے بھی تو آشنا خوار نہیں
ہو گئے ہیں اُجاڑ شہر کے شہر پڑ رہے یہ ملک بس خدا کا قہر
کہیں سنتے نہیں صدائے شغال شیر ہی بولتے ہیں جائے شغال
چاہیے اہلِ ہوش یاں نہ رہے ہوئیں حیواں جہاں وہاں نہ رہے
اور رہے بھی یہاں تو کھائے کیا کھانے کے واسطے پکائے کیا
کھانے کو چاہیے جو کچھ اسباب سو تو ہے یک قلم یہاں نایاب
ایک دانہ نہیں گھروں کے بیچ خاک اُڑتی ہے خرمنوں کے بیچ

بعض بنیا جو رہ گیا ہے کہیں — اس کی دکان میں بھی خاک نہیں
یہ تو ممکن نہیں کریں کچھ کھاؤ — یوں پکایا کرو خیال پلاؤ
چپ ہو کوشش نہ کر تو جوش و خروش — عقل سے ہر گھڑی کہے ہے خموش
طول کرنے سے فائدہ کیا ہے — مثنوی مختصر تماشا ہے

نقل کبوتر باز

اک محلے میں تھے کبوتر باز ۲/۱۲ — اپنے فن میں سبھوں سے تھے ممتاز
ٹھاٹ تھا ان کے کبوتر کا — گھر نہ تھا ان کا تکیہ تھا پر کا
بلیاں جتنی تھیں محلے کی — اک محلہ کیا پتے پتے کی
چھٹیاں رہتیں جعفری کے ساتھ — ماریں تھیں نت کبوتروں پر ہاتھ
ایک دن آپ تو کہیں کو چلے — کہہ گئے جورو کو نصیحت سے
کسی بلی نے گر کہیں چھیڑا — ایک پر بھی مرے کبوتر کا
آتے ہی لینے دوں نہ تجھ کو سانس — چھوٹتے ... میں چلا دوں بانس
سن کے یہ وہ غریب چپکی رہی — دل میں کہنے لگی کہ خوب کہی
بارے ناچار کر خدا پہ نظر — جھپک کر بیٹھی جعفری کا در
دور کر اپنے اور بگانے کو — بے تکلف لگی نہانے کو

اتفاقاً کہیں تھا اک بلّا
جیسے کتّے کا ہو بڑا پلّا

توڑ کر جعفری کو جا ہی گھسا
اک کبوتر کو موذی لے بھاگا

چڑھ گیا جلد ایک کوٹھے پر
تھا وہ کوٹھا سبھوں کا مدّ نظر

اس کی پڑتی جو ہے گی اس پہ نظر
تن بدن کی رہی نہ اس کو خبر

بارے جا پہنچی یہ بھی اُس کے ساتھ
وہ کوئی آئے ہے کسی کے ہاتھ

دیکھ کر رنڈیاں محلّے کی
لگیں کہنے کہ خیر ہے بی بی

سُن کے یہ بات بھر کے ٹھنڈی سانس
بولی ننگی بھلی کہ۔۔۔ میں بانس

نقل افیونی

۳/۹

اک افیمی کی نقل کرتا ہوں
نقل کرتے بھی اُس کی ڈرتا ہوں

کہ مبادا اُس کا منہ پہ آئے نام
ہو کے بےخود کہوں رحیم کو رام

اک نقل اُس کی مجھ کو بھاتی ہے
اس لیے اب زباں پہ آتی ہے

ایک دن آپ گھولتے تھے نشہ
ہوا ازبس ہجوم مکھی کا

ایک کی آتی ہے جو کم بختی
ہم صفیروں سے اپنے وہ بہکی

جا گھسی اُن کی ناک میں اے یار
خواب غفلت سے آپ ہو بیدار

اُنگلی۔۔۔ میں ڈال تھام کے ناک
بولتے کیا ہیں۔۔ پاک؟

.... کدھر تو جائے گی   اب مجھے کس طرح ستائے گی

الغرض جو نسیم کھاتا ہے — ... گردن کو بھول جاتا ہے

اے صاحب حسن و خلق تجھ سا ہے   پیدا نہ کوئی ہوا نہ ہوگا

خورشید اگرچہ بادشا ہے   تیرے دروازے کا گدا ہے

جلوے پہ جو تیرا حسن آئے   مہتاب نہ اس کی تاب لائے

نے حور ہے تو نہ تو پری ہے   پر مالک ملک دل بری ہے

جس وقت تو خوش خرام ہوئی   شمشاد ترا غلام ہوئے

آگے تیرے جو آئے شیریں   لونڈی تیری کہائے شیریں

برپا کرتا ہے یاں قیامت   اللہ رے تیرا قد و قامت

شیریں سفتوں ہو دیکھ تجھ کو   لیلیٰ مجنوں ہو دیکھ تجھ کو

مانی جو ٹک تو منہ دکھائے   کاغذ پھاڑے قلم جلائے

بہزاد جو کھینچے تیری تصویر   لاگے ترے عشق کا اُسے تیر

جس وقت تو بے حجاب ہوئے   سارا عالم خراب ہوئے

آئینے کو تو جو منہ دکھائے   وہ اپنی صفا کو بھول جائے

ہے جیسی صفا ترے سخن میں   ایسا اک در نہیں عدن میں

گانا ترا کیا کہوں میں کیا ہے   جادو ہے سحر ہے بلا ہے

گانے پہ مزاج جب ترا ہو   سمجھے گر ہیجڑہ با درا ہو

تجھ میں ہنر نگ بے سخن ہے — اس واسطے نام نورتن ہے
اپنی یہ دعا ہے تاقیامت — اللہ تجھے رکھے سلامت

قطعات

۱/۲۰
بزم جہاں ہے رنگیں جوں لالہ زار ہولی — لائی ہے ساتھ اپنے تو کیا بہار ہولی
بکتے گلال کے جو ہر طرف اڑ رہے ہیں — دل کا نکالتی ہے اپنے غبار ہولی
پچکاری ہاتھ میں ہے ناکاری باتیں منہ پر — آپس میں کھیلتے ہیں یوں گل عذار ہولی
گردن میں ایک کے ہے ہاتھ ایک کا حمائل — باہم کریں ہیں بیٹھے بوس و کنار ہولی
بے اختیار آتی ہے یہ ترنگ دل میں — پہلو میں کھینچ لیجے اور کیجیے پیار ہولی
رنگیں لباس پہرے بیٹھے ہیں ہر پری رو — آپس میں قمقموں کی ہوتی ہے مار ہولی
چھاتی کے قمقموں پہ جب قمقمہ سا لگے ہے — خنداں نظر پڑے ہے مثل انار ہولی
جی چاہتا ہی ہے اس وقت بے تکلف — ہاتھوں میں لے کر ان کو دیجے فشار ہولی
ابرک کی ڈھال ہے اور ہاتھوں میں قمقمے ہیں — کھیلے ہے اس طرح سے اب ہنر نگار ہولی
یہ شوق ہے دلوں میں بتراکہ بترسے ہوتے — ہر طرف ہو رہی ہے بیتری پکار ہولی
لے لے ابیر و ابرک ہر سو اڑا اڑا کر — ہر شخص بولتا ہے بے اختیار ہولی
ہے راگ و رنگ ہر سو یاں باورا ہی ہیجو — گاتا ہے ہر پری رو دیدی کے تار ہولی
ڈھولک ستار و طبلہ چنگ و رباب و قانون — سب بج رہے ہیں باجے تا موسیقار ہولی

اک طرف ڈومنی ہے اک طرف راج پاتر — اک طرف کنچنی ہے گاتی پکار ہولی
اک طرف ناچتے ہیں گت لونڈی بھگتیوں کے — اک طرف بھانڈ گاتے ہیں ٹھٹے مار ہولی
اور کہتے ہیں کہ بھڑوا ہو جو نہ ہولی کھیلے — اس وقت تو ہوئی ہے ہم پر سوار ہولی
ہولی کا موسم آیا عشرت نے منہ دکھایا — لے شاہ ناگدا سب کھیلیں ہیں یار ہولی
اس سال گر نہ ہوئے گا تو شریک مجلس — روئے گی تیرے در پر جا زار زار ہولی
جاتی ہے میروا برک خاک ہی اڑا اڑا کر — کھیلیں دھلینڈی کے دن سب تیار ہولی
جوشش ابیر وا برک اڑتا نہیں سروں پر — لعل و گہر کرے ہے سب پر نثار ہولی

قطعۂ تاریخ وفات میر وارث علی نالاں تخلص

مر گیا جب سے میرا سید پاک — چشم گریاں ہے سینہ بریاں ہے
شام تا صبح صبح سے تا شام — ہاتھ میرا ہے اور گریباں ہے
اٹھ گیا شعر و شاعری کا لطف — اس کے غم میں ہے جو سخنداں ہے
نہ قصیدہ پڑھے ہے کوئی نہ قطعہ — نہ کوئی دہر میں غزل خواں ہے
فکر تاریخ فوت تھی اس کی — کہا ہاتف نے کیوں تو حیراں ہے
نام کو اس کے اور تخلص کو — جمع کر دیکھ فہم گر یاں ہے
جوشش اس کی وفات کی تاریخ — میر وارث علی نالاں ہے

اے خداوند جہاں قبلۂ وارستہ دلاں — مبدع لطف و کرم منبع جود و احساں

کون غم خوار ہے تجھ ذات سوا عالم میں   کیجیے کس سے پریشانیِ احوال بیاں
تنگ دل غنچہ صفت ہوں چمنِ دہر کے بیچ   آئینہ دار ہر اک بزم میں ہوں میں حیراں
نے مجھے تاب و تواں ہے نہ مری جی کو قرار   نے مرے سینے میں دل ہے نہ یہ چشم گریاں
پڑا پھرتا ہوں میں سرگشتہ بگولے کی طرح   نے کہیں ٹھور ٹھکانا ہے نہ ہے کوئی مکاں
شاہدِ حال خدا ہے مری ان باتوں کا   کچھ غلط اس میں کیا ہوئے اگر شرح و بیاں
اپنے معبود سے ہر صبح یہ مانگوں ہوں دعا   اور ہر شام کیا ہے یہی میں وردِ زباں
یا الٰہی بہ طفیلِ حضراتِ معصوم   جب تلک اس کہنہ سرا میں ہے یہ جوشش مہماں
خوانِ الوانِ لئیماں سے رکھ اس کو محروم   دے اسے دستِ کریماں ہی سے یک پارۂ ناں
ہے بہت بے ادبی طولِ سخن اس کے حضور — جو زباں داں کہ سمجھتا ہو خموشی کی زباں

قطعۂ تاریخِ وفات محمد قلی خاں مشتاق تخلص

ہمارا خانِ عالی شان جوشش   ؁ ۵   گیا اٹھ اس جہاں سے ایک دم میں
غم اس کا دوستوں ہی کو نہیں ہے   فلک بھی ہے سیہ پوش اس کے غم میں
کہاں تک روئیے ماتم میں اس کے   نہیں باقی رہا نم چشمِ نم میں
جو تاریخِ وفاتِ خانِ مرحوم   یہ چاہا کہیے اس درد و الم میں
گریباں پھاڑ اپنا ہاتفِ غیب — یہ بولا "اب گیا مشتاق ارم میں"

قصائد

قصیدۂ اول نعت در جنابِ رسالت مآب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

جو کوئی درگہِ عالی کا تیری ہو زوّار — لگے پلک سے پلک پھر نہ اُس کی آئینہ وار ۱/۳۵
ہر ایک زینہ در ہے کہ رشکِ پایۂ عرش — ملائکانِ مقرّب کا واں نہیں ہے گزار
سپہر مایہ ہو وہ آستاں ترا جس میں — ستارہ وار ہیں گل میخ دیدۂ بیدار
بنائے گنبدِ عالی ہے ایک قبّۂ نور — فرشتے اُس کے ہیں مزدور ذاتِ حق معمار
کلس کلس نہیں ہے گنبدِ منوّر کا — گتھے ہیں سیخچے میں اُس کے سبعۂ سیّار
نظر نہ ٹھہرے ترے مرقدِ مقدّس پر — بہ سانِ طور سراپا ہے وہ تجلّی زار
میں راستباز ہوں یہ بات راست کہتا ہوں — دو نردبانِ فلک اُس کے دونوں ہیں مینار
زمینِ صحنِ مبارک یہاں تلک ہے صاف — نگاہ کیجیے تو فلسِ سمک تلک ہو شمار
جو دیکھے مہر تو آنکھ اس کی بھی جھپک جائے — جھلک رکھے ہیں بہ ہر وقت ہر در و دیوار
لکھے ہیں آیۂ قرآن سب بہ آبِ طلا — بیان میں نہیں آتا کچھ اس کا نقش و نگار
ظہورِ نور ترا یوں محیطِ عالم ہے — کہ جیسے نقطے کے حاوی دائرۂ پرکار
ترا کلام وہ معجز بیان ہے شاہا — کہ جس کو سنتے ہی کفّار ہو گئے دیں دار

جو ہو بڑا ہی زباں آور و کلیم کلام — نہ ہوئے اس کو تری آگے طاقت گفتار

تراوہ ابر کرم خلق پر ہے سایہ فگن — بجھا دے آتش دوزخ کو جس کی ایک پھہار

تری سخا کے سبب کیسہ ہر تہی کیسہ — رکھے ہے ماہ سے ماہی تلک پراز دینار

تمام عالم اگر زنگبار ہو جائے — نہ دیکھے تیغ عدوکش تری رخ زنگار

جو تیر دست مبارک فلک پہ جائے بیٹھ — ادھر نظر پڑی سوفار اُدھر پہ پیکاں پار

عجب نہیں ہے کہ اس شبہے میں پڑی عالم — کہ ہے یہ اختر تابندہ یا کہ ہے سوفار

زبان بیری ہے قاصر بیان میں اس کے — میں کس زباں سے کروں معجزے تری اظہار

یہ معجزہ ہے کہ امّی لقب ہو جو کو نبی — اسی پہ علم لدنّی کا آخریش ہو مدار

یہ معجزہ ہے کہ شق القمر کیا تو نے — یہ معجزا اہی زمرکان خل لعل دی بار

یہ معجزہ ہے کہ قسمت کرے تو جس شے کو — مساوی ہوئے دو مقسوم ہر صغار و کبار

یہ معجزہ ہے کمر بند ہاتھ ہی میں رہا — نظر نہ آیا کمر کا تری کہیں آثار

مہندسان زمانہ ہزار قصد کریں — کسی سے ہوئے نہ اعجاز احمدی کا شمار

کشایش اس کی ہے تقدیر میں تری ہاتھوں — کھلے نہ ناخن تدبیر سے جو عقدۂ کار

دو جرم بخشش کہ بخشایش گناہ اس کی — زباں پہ آنے نہ دیوے کسی کے استغفار

جو بوے گلشن خلق اس کی لے نہ جا نسیم — نہ مشک بو ہو کبھی ناف آہوے تاتار

زمین بھی پھرے پانی میں جوں کف دریا — سر زمیں پہ اگر ہو نہ اس کے علم کا بار

وغا کے روز ہو کیسا ہی رستم دستاں — مقابلہ نہ کرے اس کا لا کے رو بہ فرار

جہاد پر جو کمر باندھے لشکرِ اسلام　　　کلوخ ہاتھ نہ آئے بہ جز سرِ کفار
کیا کریم نے حلال مشکلات تجھے　　　ترے کرم سے نہ دشوار ہو گئے دشوار
تری جناب مقدس میں ای شہ کونین　　　دعا یہ مانگوں ہوں ہیں صبح و شام لیل و نہار
گناہ گار ہوں عاصی ہوں امتوں میں تری　　　شمار ہوں نہ جدا ہم مرے بروز شمار
زمیں کے سر پہ ہی جب تک کہ سایبان فلک　　　فلک کے سر پہ ہی جب تک کہ مہر کی دستار
موافقوں کے تری پاؤں دولت و اقبال　　　مخالفوں کے رہے سر پہ سایۂ ادبار —
صاف طینت نہ کیا چاہیے گردوں کو خیال　　　عکس رکھتا ہے یہ ہر ایک سے آئینہ مثال ۴۴/۲
ناتواں بیں کبھی نہ رکھ چشم توقع اس سے　　　پست ہمت ہے نہ کر اس کی بزرگی کا خیال
ماہِ نو کو یہی دیتا ہے ترقی صنیا　　　بدر کے سر پہ یہی لائی ہے آخر کو زوال
شعبدہ بازی و نیرنگی سے اس کج رو کی　　　اہل کارانِ فلک کا ہے عجب کچھ احوال
حاکمِ شب جو ہی مہتاب گر اس کو دیکھو　　　چہرۂ صاف پہ اس کے ہی جمی گرد ملال
نہ عطارد کو دبیری کا بھروسا اپنی　　　نہ غم و غصہ سے ہے رنگِ رخ زہرہ بحال
ہر سحر خوفِ ستم سے اسی بد طینت کے　　　کانپتا نکلے ہی خورشید باین جاہ و جلال
دیکھ دیکھ آٹھ پہر اس کی تلون طبعی　　　نہیں مریخ کو کنوالی پہ کچھ استقلال
چرخ ہفتم نے دیا چرخ زحل کو دیا　　　کہ وہ تھا بدر کے مانند ہوا شکل ہلال
اس جفا کار و جفا جو کے جو بارہ ہیں برج　　　گزری ہی رنج و تعب میں ہی انھوں کی مہ و سال
غلطی ہی جو حمل پر کریں آرام حمل　　　سر کے ٹکرانے میں اس کو نہیں اک دم اہمال

بار اندوہ و غم و رنج و مصیبت کے سبب
تو ثور رم کرنے لگا اور رسیاں دی ہیں نکال

دود دہ خوف جدائی سے دو رہتا ہے مدام
گرچہ جوزا کو میسر ہے شب و روز وصال

دست و پا گم کیے بے ہوش پڑا ہے سرطاں
تاب و طاقت نہیں اتنی کہ چلے پاؤں نکال

جب سے آ کر کے پڑا بیچ میں اس موذی کے
تھا اسد شیر ژیاں ہو گیا مانند شغال

نوبت شکل اسد سے کہ مجازی ہے وہ
مثل سنبل ہے سدا سنبلہ آشفتہ حال

ہاتھ سے اس کے گئے پلۂ میزاں نہ اٹھا
کثرت بار غم اوپر یہ نہ اٹھتا ہے دال

رات دن درپے ایذا یہ فلک رہتا ہے
نیش عقرب کا نہیں چھوڑتا دیکھو دنبال

دیکھ کر حال بروج اور تعدی اس کی
قوس نے ڈر سے دیا تیر و کماں ہاتھ سے ڈال

متلاشی کسی ذابح کا نہیں یہ قصاب
لحم و شحم اپنا ہوا ہے گا جدی کو جنجال

فرصت اک دم نہیں ملتی کہ وہ آرام کرے
دلو کو بھرتے ہی گزری ہے سدا مشک و کھال

خشک آتا ہے نظر چشمۂ خورشید تلک
زندگی حوت کو بے آب ہوئی سر کا وبال

کئی نادان اگر اکٹھے ہوں مثال پروین
اور جوزا کی طرح جمع ہوں دو اہل کمال

متفق رہنے میں ان کے خلل انداز یہ ہو
ان کے آپس میں نہ ہونے دے کبھی قال و مقال

جب کسی کی حرکات و سکنات ایسی ہوں
فائدہ کیا جو رقم کیجیے اس کے افعال

کیوں نہ پھر وصف کروں اس شہ دیں پرور کا
جس سے ہے دین قوی فخر ہے تیغ جلال

یعنی وہ شیر خدا قوت بازوئے رسول
کہ اگر تیغ دو سر اس کی نہ ہوتی قتال

منہدم ہوتی نہ گردن کشیِ ظلمت کفر
نور ایمان دکھاتا ہی نہ عالم میں جمال

گر نہ ہوتی یہ خدا ذات مبارک اس کی
مشکلات دو جہاں کا تھا نہ کوئی حلاّل

کھول سکتا تھا کوئی عقدۂ کار دنیا
کر سکے تھا کوئی حل دین کے عقدے فی الحال

حفظ اس کا جو نہ ہوتا یہ نگین عالم پر
چار ارکان عناصر کا یہ ہوتے احوال

آب آتش کے جگر میں نہ رکھے ایک شرر
باد کے ہاتھ سے ہو خاک کو آرام محال

ہو طبیعت پہ اگر اس کی غضب مستولی
اور وہ دیکھے کبھی گاہ غضب آنکھ نکال

خوف سے خلقت انساں تن فقط ٹل جائے
راست کہتا ہوں میں یہ بات کرو جو خیال

نہ رہے عرش نہ کرسی نہ زمین و نہ زماں
نہ رہے مشرق و مغرب نہ جنوب نہ شمال

کوہ پیکر ہو کوئی یا ہو کوئی رستم تن
سامنا چھوڑ دے جس وقت اسے آئے جلال

آتش قہر کا اس کے جو پڑے ایک شرر
کودنے اور اچھلنے لگے آگیا پاتال

بحر بخشش جو کبھی جوش میں آئے اس کا
ہوں ابھی کیسہ سبھی مثل صدف مالامال

زر فشانی کو اٹھائے وہ اگر دست عطا
لائے خاطر میں تونگر کو نہ کوئی کنگال

گر ارادہ وہ کرے کیجیے تیر اندازی
جتنے اس روئے زمیں پر نظر آتے ہیں جبال

ساتھ ہی اس کے ارادے کے یقیں ہے میرے
کہ مشبک سبھی ہو جائیں بہ شکل غربال

جا کے اس درگہ عالی میں بصد عجز و نیاز
پڑھوں اک مطلع ثانی یہی آیا ہے خیال

اے شہ کون و مکاں دیکھ ترا جاہ و جلال
دست بستہ ہیں شہ ماضی و مستقبل و حال

آستاں بوسی تری سر آن کریں ہیں سب ہی ہے
غوث اور قطب و ولی عارف و اوتاد و ابدال

خوشہ چین خرمن عالی کے ہیں ای باب علوم
حکما و علما و فضلا اہل کمال

عہد میں تیرے نہ دے کوئی کسی کو ایذا — ہے سدا شیر کے جنگل میں چراگاہ غزال
عدل ایسا ہے ترا خوف عدالت سے تری — رات دن بھاگا ہی پھرتا ہے فلک سا قتال
تیری تیغ دو زباں وہ ہے ثنا میں جس کی — ہوئے دو ٹکڑے زباں منہ میں ہو کیوں کر لال
وصف دلدل میں کروں کیا وہ ہے ایسا چالاک — ذہن میں ٹھہرے نہ ہرچند اسے کیجے خیال
سامنے گر کوئی ایسا ہی عدو ہو جس کی — ابر آسا ہو زرہ خود ہو خورشید مثال
تیر ہو تیر شہاب اور کماں قوس قزح — کہکشاں کی سی ہو تلوار فلک کی سی ڈھال
اور بھی ہو کے وہ اس طرح سے ہنگام وغا — خرِ دجال پہ بیٹھا ہو ہو بہ شکل دجال
برجستہ ایک ہی ضربت میں یداللٰہی کی — زور بازو کا کہوں اس کے میں کیا تجھ سے حال
ہیچ میں ہاتھ جو سیمرغ کے سر پہ رکھ دے — پہنچے یہ صدمہ کہ فی الفور وہ کر دے پیچال
بارگہ میں تری اے بادشہ ہر دو جہاں — حکم ہو تو پڑھوں اک مطلع عرض احوال
لشکرِ دل نے کیا مزرع دل کو پامال — .. ..
کس روش دیکھوں میں سرسبزی و شادابی کو — باغ دل کا مرے جل جائے .. .. ..
چمن عیش ہے آرام گہ بادِ خزاں — خشک ہو جائے ہے ریحاں مری مانند سفال
یہ جو بکتا ہوں تری سامنے میں بیہودہ — اس مری ہرزہ درائی کا شہا ہے یہ مآل
کہ نہ محتاج ہوں عالم میں کسی کا کس کا — ملے تیرے ہی خزانے سے مجھے مال و منال
از ازل تا بہ ابد زیر و زبر ہے یا شاہ — سر ادبار عدو و ترا پائے اقبال
رحمتِ حق سے لٹے جو دل میں رکھے تیری ولا — لعنتی وہ جسے ہو ساتھ ترے جنگ و جدال

نقش کو غیر کے تو صفحۂ دل سے کر حک
دیکھ سے جلوۂ حق ارض سے لے تا بہ فلک

جلوہ گر یار کی صورت ہو سدا جس دل میں
طعن خورشید پہ کرتی ہی ہے اس کی جھلک

پر تو روئے صنم چاہیے دل میں ایسا
جس طرح مہر سے مہ رکھے ہے اختر سے فلک

حرص دنیا کی اٹھا دل سے تو اپنے جس طرح
حرف کو صفحۂ کاغذ سے اٹھا دے گزلک

در مقصود ملے یا کہ نکل جائے جان
ماریے غوطہ یم عشق میں ہو کر بے دھڑک

سربلندی نہیں کچھ خوب زمانے میں کبھی
ماہ نو فرق پہ گردوں کے ہے مانند لچک

یکرنگی خوب ہے جس فن میں ہو مرد ہشیار
زر ناقص کو دکھاتے ہیں سبھی ردی کا

خوب دیکھا ہے میں نیرنگی گردوں کو سدا
زخم پر یاس کے الماس سے چھڑکے ہے نمک

غیر از آبلہ حاصل نہ ہوا کچھ زنہار
طے کیا پائے طلب نے لے سما تا بہ سمک

. . . .
چشم بیں اب اہل جہاں کی مردک

. . . . بی کو نہیں چشم بینا
بارہا میں نے یہ دیکھا جو گیا ہوں ان تک

زیب و زینت میں جو ہو اس کو تو جانے ہے بڑا
جوہر مردم دانا نہیں سمجھے مردک

ایک کے دل میں نہیں منزل مقصود کا شوق
جادۂ دشت فنا پر ہیں یہاں گو ہر یک

فکر دنیا میں سمجھتے ہیں یہ طالب زر
کام کیا آئے یہ جاہ جو لگ جائے پلک

یہ قصیدہ تو میں کہتا ہی تھا لیکن دل نے
چشم پر طبع کی رکھ فکر غزل کی عینک

یہ پڑھا مطلع رنگیں کہ جگر آب ہوا
لخت دل چشم سے آتے ہیں چلو دامن تک

ابر رحمت سے ہوا فیض چمن میں یاں تک
سبزہ کا ہے اشجار کا اب . . تک

تا سیا کھائے ہے نظارۂ شی یوں وقت خرام
شاخ گل باغ میں جس طرح سے جائے ہے لچک

جذبۂ عشق اُسے کھینچ منگاتا ہے نزد
داغ سے دل کے جو بھاگا ہے کہیں ٹک جائے سرک

حالتِ سینہ بھلا دل کے ہو جلنے سے کیا
گرمیِ شمع سے گئی شیشے کی فانوس تڑک

شوخ ٹک دیکھ لے تو کس کی ہے یہ شیشہ گری
طاقِ ابرو سے مرے شیشۂ دل کو نہ پٹک

بادۂ شوق سے دل دار کے ہوں مست سدا
ہے دلِ سوختۂ عاشقِ بے باک گزک

گرمیِ غیر سے دل بھاگے ہے مانندِ سپند
دیکھتا ہے رخِ آتش کو تو جاتا ہے چٹک

گوشِ دل سے میں سُنی اُس کی غزل جیسے خوش
یوں کہا چپ ہو مرے آگے زیادہ مت بک

رات میں کلبۂ احزاں میں بہ فکرِ اشعار
تھا ہی بیٹھا کہ دی آکر کے کسی نے دستک

وہیں فی الفور اٹھا ہو کے میں حیراں بارے
دیکھتا کیا ہوں میں جس وقت کہ پہنچا واں تک

... پوش اِک کھڑا در پہ ہے واللہ اعلم
صورتِ حضرتِ انسان ہے یا شکلِ ملک

حسن سے یک مرتبہ جس کے لے دل
اُس شبِ تار میں واللہ گئی آنکھ جھپک

فی الحقیقت تو یہ اک نورِ مجسم تھا وہ
اس شباہت کا نہ انسان کوئی ہوگا نہ ملک

مہروش، ماہ لقا، زہرہ جبیں کیونکے کہوں
جلوۂ طور نمایاں تھا بلا شبہ و شک

چشمۂ مشکِ محلّل کی طرح زلفِ سیاہ
موج زن طورِ تجلّی کی تھی داماں تلک

گوشمالِ گلِ خورشید فلک گوش اُس کے
اور بنا گوش کو دیکھے تو رہے صبح دنگ

بھویں اس طرح جُٹی گویا ملے ہیں دو ہلال
نہ رہے منہ کی سیاہی جو اسے دیکھے فلک

چشم مخمور تھی یوں بادۂ وحدت سے بھری
جس طرح ساغرِ لبریز کہ وہ جائے چھلک

نشتر و تیز اُس کی نگہ ایسی کہ پہنچے اُس کو
نہ قزلباش کا تیر اور نہ تیرِ ازبک

ناک کا حسن کہوں کیا کہ وہ تھی حسن کی ناک
کیسا ہی حسن ہو اس بن نہیں رکھتا وہ نمک

دہن ایسا کہ نہیں اس میں کہیں جائے سخن   غنچۂ لب غنچۂ دہن دیکھیں تو ہوئیں بھی چپک
لب و ہ لب جس سے کرے اعجاز مسیحی پیدا   نہ کہے آب حیات اس کو جو ہوئے زیرک
سبزۂ خط کو اگر اس کے نظر بھر دیکھے   لذت منہ ایک طرف طوطی یک سو سبزک
تختۂ سینہ ہیں اس کے یہ صفا جس کے حضور   دیدۂ آئینۂ مہر کی جھپک جائے پلک
جلوۂ شمع ہو جوں پردۂ فانوس کے بیچ   آستینوں میں تھی یوں ساعد سیمیں کی جھلک
دست وہ دست نگاریں کہ تھا جس کے آگے   صورت پنجۂ مرجان تھی جوں خار خسک
گو کمر کو خط موہوم تو کہنے کو کہا   پر تیقن نہیں اس میں بھی ہے کچھ شبہ و شک
کیا کروں ساق بلوریں کی میں اس کی تعریف   کہیے گر آب زلال اس کو نہیں یہ ...
قامت ایسا ہی قیامت کہ جسے طوبی بھی   اک نظر دیکھے تو یہ بولے کہ اللہ معک
ویسی جب آئی نظر شکل و شمائل اس کی   وہیں مضطر ہو قدم چوم لیا میں نے لپک
اور یہ عرض کی خدمت میں کہ اے بندہ نواز   کیا سبب ہے کہ قدم رنجہ کیا ہی یاں تک
سنتے ہی عرض مری یوں کیا مجھ کو ارشاد   راہ توصیف میں خوبان جہاں کی نہ بھٹک
شعر کہتا ہے تو کہہ شان میں تو ایسے کی   فخر سمجھے ہے ثنا جس کی فلک اور ملک
.. یعنی وہ حیدر کرار خدا کا مظہر   فیض سے جس کے ہے معمور سما تا بہ سمک
پڑھ اٹھا وہیں میں یہ مطلع ثانی اے دل   آفریں حسن کے کہیں جس کو سخن بیں یک یک
شان میں جس کی محمد کہے لحمی لحمک   بے بصر ماہیت ذات اس کی ہو کیونکر مدرک
کیا عجب در پہ اگر اس کے بہ روز نوروز   مہر اور ماہ کی افلاک بجائے ڈھولک

موجبِ فخرِ فریدون و سکندر ہو اگر
اُس کے فراش ہو قالیں کی ٹماٹم بن کمخاب

قصر میں اُس کے تو ایسی ہی صفا ہے کہ اگر
آنکھ اُٹھا دیکھے تو پائے نگہ جائے کھسک

مہرِ مجوب خجل اطلس و گردوں اس کا
دیکھ کر بالشِ زرین و نگارین تو تنک

عہد میں اس کے ضعیفوں سے ڈریں ہیں سرکش
پر سرِ شعلہ ہرا شنک کرے خارِ خسک

... سے اس سے ہیں دور کہ پتنگے کی طرح
آتشِ برق سے یہ ابرِ سیہ جائے بھڑک

اُس کی خاطر میں جو آتا ہے کبھی عزمِ شکار
خود بہ خود جائے ہے فتراک میں سرِ صید لٹک

... سے اس کی ہیں دور ہی کچھ روزِ وغا
فیل کی دُم پہ جو بیٹھے تو وہ دیکھے مستک

خود کو دیکھ سکے اُس کے یہ کس کا مقدور
دیکھتے ہی جیسے خورشید کی گئی آنکھ جھپک

نہ فلک گر ہو چہلتہ تو یقیں جانو کہ
جا بہ جا جنبشِ دُم اُس کی میں وہ ہائے مسک

یہ وہ مطلع ہے خطابیہ کہ ہو جائے کباب
مدعی کے جو پڑے کان میں ٹک اس کی بھنک

گر کرے روزِ وغا آکے کسی کو تو کمک
طرفِ ثانی جو رستم ہو تو وہ جائے دبک

اک اشارے میں کہیں سے کہیں اُڑ جاتا ہے
آگے دلدل کے ترے گرد ہے بجلی کی چمک

گرمیٔ مہر اسے تا نہ پہنچنے پائے
ابرِ دلدل کی ترے ہوئے ہے آکر اسپک

جب علم ہووے کبھی تیری یہ تیغِ دو زباں
الاماں برق ہے کہ دیکھتے ہی اُس کی چمک

سامنے اس کے اگر ہو کوئی ایسا ہی عدو
صحن میں جس کی سپہر کے ہوں نہ اجرامِ فلک

حرکتِ دست بھی ہووے نہ کہ پیش از اُس کے
صاف کاٹے یہ محدب سے لے مقعر تک

گر کبھی دیکھیں تجھے آب ہو جائے سب کا زہرہ
نام سنتے ہی تو کانپیں ہیں سپاہ ازبک

تا نہ تو زور کرے ہاتھ میں آتے ہی بہ جوت — قطرۂ خوں رگ یاقوت سے پڑتا ہے ٹپک
مشعل مہر سے تا دست فلک ہیں روشن — جلوۂ ماہ سے جیب تک تہ دامان فلک
دوست داروں کا رہے اختر طالع طالع — اور بدخواہ رہے اوج نہ دیکھے مردک
فضل سے تیرے یہ جوشش کو ہے امید قوی — وصف کہتا ہی رہے منہ میں زباں ہے جب تک
عطا کیا ہے مجھے حق نے وہ دل روشن — کہ رشک شمع حرم ہے میان ظلمت تن ٩٥
دیا وہ دیدۂ شناسائے معنی و الفاظ — کہ روشن اُس کی بہ دولت ہوا سواد سخن
عنایت ایسی ہی کی ہے زبان تیز بیاں — کہ تیغ قاطع براں ہے درمیان دہن
کیا ہے مجھ کو کرامت وہ گوش ہوش نیوش — کروں ہوں سنتے ہی دریافت حسن و قبح سخن
ہوا ہے وہ سر شوریدہ مرحمت مجھ کو — کہ میرا دشت و بیابان عشق ہے مسکن
دیا ہے مجھ کو محبت میں اپنی سوز و گداز — جلوں ہوں شمع صفت تا سحر میان لگن
ہوئی نصیب مجھے دولت محبت حق — رہا سدا ہیں گرفتار درد و رنج و محن
خجل ہے سلک گہر اشک چشم سے میرے — اُسی کے نام کی دن رات ہے مجھے سمرن
سرشک چشم سے ہر چند آب پاشی کی — ہوئی نہ سینۂ سوزاں کی میرے دفع جلن
بجا ہے اس کو اگر کہیے خانۂ زنبور — زبس کہ عشق کے تیر سے دل گیا ہے چھن
ہیں میں فیض تصور سے طالب دیدار — بہ جائے مردمک اُس کو رکھیں ہیں میرے نین
جو کوئی دوست بُرا ہو اُسے ملے ایذا — مجھے اس دیار محبت کا ہے نرالا چلن
سوائے اس کے دیا ہے مجھے وہ استغنا — کہ آنکھوں میں ہیں خزف ریزہ لعل و قند عدن
دکھائیں گر مجھے کان طلا و دست افشاں — تو پشت پا ہو مری زینت سر معدن

سیاہ بخت سے ہی سایۂ ہما مانا
کسے دماغ کہ سر پر ہما ہو سایہ فگن

لباس فاخرہ پر ناز گر کری منعم
پہنیے حریر کو اس کے مرا لباس خشن

کہاں ئے نعمت ہر دو جہاں سے مستغنی
کسی کے آگے نہ خم ہو کبھی مری گردن

شب اس قصیدے کی میں فکر میں تھا مستغرق
کہ خواب ہو گیا میری خیال کا رہزن

پلک کے لگتے ہی وہ خواب سہمگیں دیکھا
کہ روح ہو گئی تحلیل اور خشک بدن

قصور اپنا نہ آیا خیال میں اپنے
خطائے فکر پہ آخر گیا ہمارا ظن

معاینہ کیا اس دم کہ ایک مرد بزرگ
کھڑے ہے زیر زنخ ہاتھ رکھ کے مشفق ہن

نہ کچھ قصور ہے تیرا نہ فکر کا تیری
عبث ہوا ہے تو فکر سلیم سے بدظن

ہو گئی یہ اس لیے تنبیہ خواب میں تجھ پہ
نہ ہوئی تا سبب عجب شاعری کا فن

یہ سنتے آنکھیں جو کھل گئیں حواس سا آیا
خیال دل میں یہ گزرا اصلاح ہے احسن

کہ چھوڑ کر یہ پریشان گفتگو لاؤں
زبان خامہ پہ وصف شہ زمین و زمن

سرور سینۂ احمد فروغ چشم علی
شہنشہ دو جہاں حضرت امام حسن

وہ ہے گل چمن حسن و خلق کیوں کے نہ ہو
حریف پیرہن یوسف اس کا پیراہن

ہے اس کے عہد میں قیدی نہ کوئی دیوانہ
رہے ہے خانۂ زنجیر میں سدا شیون

گو اس کے عہد میں سنہالے نام بادہ کوئی
سپرد باد خزاں ہو بہار . . . .

دیا اس کا ہو دل حبیب وہ دل رُبا ایسا
کہ جس کے دشت میں جیبز کا من . . . . .

جہاں تک کہ ہیں وہاں نقش حسن محبوباں
شرف رکھے جہۂ مرتبہ اُن کا چاہ ذقن

کروں تو کیا کروں اُس کے دیار کی تعریف   ہما کا رکھتے ہیں رتبہ جہاں کے زاغ و زغن
عدو کے دل میں گزرتا ہی تب خیال نبرد   کرے ہے تیغ قضا پہلے اُس کا قطع کفن
خدا علیم ہے اُسس کو بیقین جا نو گے   کہ جس کو فوج کا اپنے کری وو پیر یرن
مقابلہ اگر کرے اُس کا جو لشکر کفار   تو اک اشارے میں اُس کے ہوں لا کھوں بے سر تن
اگر بہ روز وغا آکے سامنے ہو جائے   وو خصم دین کہ جو دس سر کا ہوئی جوں راون
تو اُس کی تیغ عدو کش کی ایک ضربت میں   دسوں سر آن پڑیں بر سر سم توسن
جناب اقدس اعلیٰ میں اُس شہ دیں کی   سُنا یہ مطلع رنگیں بہ صد زباں سوسن
ترا سحاب کرم گر نہ ہووے سایہ فگن   نہ دیکھے روسے بہار اس جہاں کا گلشن
گر کرے اسے سیراب تیرا ابر کرم ...   عجب نہیں ہی کہ گلشن کا رشک ہو گلخن
ترے کرم سے جلائے وو شمع کافوری   جو کوئی رکھتا نہ ہووے چراغ میں روغن
کیا ہے دست کرم نے ترے جہاں خالی   رہے ہوا بھی نہ باقی کہ ہو ملا پر ظلن
بالاتفاق جو کہتے ہیں سب خلا ہے محال   حکیم جتنے ہیں نزدیک اپنے ہیں کودن
بیاں میں نہیں آتا ہے کچھ ترا احساں   جہاں کا ہے وو محسن ترا جو ہے محسن
ترے جمال سے لیوے ہی نور دیدۂ مہر   کرے ہے مہر سے نور اقتباس جوں روزن
گر آستان پہ تری جبہہ سا ہو مانگے دعا   جوان از سر نو ہو ابھی یہ چرخ کہن
جو ہو ترے چمن خلق کی تماشائی   نسیم صبح نہ دیکھے رخ خطا و ختن
تو جس ضعیف کو چاہے قوی کرے ایسا   مقابل اس کے ہوں گر گیو و برزو و بہمن

نہ پہنچے جنگ کی نوبت کہ لائیں رو بہ فرآ
سوائے درگہہ عالی نہ سوجھے کوئی مامن

برش رکھے ہے یہ شمشیر آبدار تری
نہ چار آئینہ چھوڑے نہ بکتر و جوشن

کدھر خیال گیا میرا کیا کہا میں نے
جو سر پہ کوہ کے بیٹھے تو دیکھے . . .

جہاں کہیں کہ صف آرا تری شجاعت ہو
مجال کیا جو کوئی سامنے ہو رو میں تن

اُسے تو قوتِ بازو . . . .
. . . چٹکی میں آنے ہی موم ہو آہن

فلک پہ بجلی کی شرمندہ اچپلاہٹ ہو
کلول کرنے لگے جب گھڑی ترا توسن

تمام جلد پہ تہ خون کی نمایاں ہو
بجا ہے گر کہوں گل گوں کو تیری رشک چمن

وہ اس طرح کا ہے جاں باز بجیو بادر
خیال میں بھی نہ آئے جو تک و دے آسن

تری جناب کرامت مآب سے ہی امید
کہ بعد میرے کچھ ایسا سبب ہو قبلۂ من

یہ مشتِ خاک مری خاکِ ہند میں رہے
اگرچہ ہے یہ مرا زاد بوم اور وطن

اسی دیار میں پامالِ مرد ماں ہوئے
ہے جس دیار میں مولیٰ مری ترا مدفن

جو کوئی دوست ہی تیرا وہی خدا کا دوست
جو کوئی ہے ترا دشمن خدا کا ہی دشمن

ہے ایک نورِ محمد سے لے کے تا مہدی
دوئی کا ذکر نہیں کچھ ہیں ایک ہی تن من

محمدی نہ ہوں جو شش کہاؤں عیسائی
تفاوت اس میں کیا ہو جو تک سر سوزن

جہاں کے باغ میں تا موج زن ہو بادِ صبا
صبا کے ہاتھ میں جب تک گلوں کا ہی دامن

جو خیر خواہ ہو تیرا عزیز دل ہا ہو
رہے ذلیل وہ بد خواہ ہوئی جو کھٹن

یہ چرخ کہنہ تو ہی اس طرح کا صفا ضمیر ٥/٩
کہ مثلِ آئینہ ہوتا نہیں ہو عکس پذیر

کسی سے دل میں کدورت یہ کس طرح رکھے ‏— ہوئی نہیں ہے عناصر سے اس کی کچھ تعمیر
صفا پرست ہے یہ اور صاف طینت ہے ‏— بنایا نور سے اپنے خدا نے اس کا خمیر
خجل ہے آب گہر شرمسار آب زلال ‏— نہیں ہے کوئی صفا پروری میں اس کا نظیر
اسے کسی سے کے بُری سے نہ کچھ بھلے سے ... ‏— کوئی جہان میں ہو کوئی امیر کوئی فقیر
غرض کسی کی ترقی سے نے تنزّل سے ‏— وزیر بادشہ ہو یا ہو بادشاہ وزیر

ص ۲۴۴ چودھویں شعر کے بعد

مجھی کو بیچ خریدار جو ٹھہرے کوئی ‏— مشتری کا بھی بائع سے ہے ہر آن سوال

ص ۲۴۷ آٹھویں شعر کے بعد

زندگی بھی جسے وہ قوت بازو دیوے ‏— زور بازو کا ہوں اس کے میں تجھے کیا حال

ص ۲۴۸ سترہویں شعر کے بعد

بہر گل گشت چمن باغ میں جب جاتا ہوں ‏— لالہ و گل کے تئیں مارے ہے نرگس چشمک

ص ۲۵۱ دوسرے شعر کے بعد

زلہ خوار اس کا عجب کیا ہے جو ہووے عالم ‏— ہے فلک سفرہ دیہ مہر و مہ اس کی صحنک

ص ۲۵۴ آٹھویں شعر کے بعد شعر

ترے ہی فیض سے سرسبز و روئیدہ یہاں ‏— دکھائی دیوے ہے خلقت بہ رنگ سرو و سمن

ضمیمہ

(۱) ۶۳ شعر جو قلمی دیوان میں قلم زد ہیں یا جن کے مقابل لفظ خارج لکھا ہوا ہے:

کس طرح نظر اپنی رخِ یار پہ ٹھہرے ۲۶۳ مہتاب کو دیکھے نہیں مقدور کتاں کا شغف

کر تو پامال ہمیں شوق سے جتنا چاہے ۹ خاک ہو کر ترے کوچے میں اڑا کیجیے گا

یارب اس بزم کی حسرت میں کہاں تک جوں شمع روز اٹھ شام سے تا صبح جلا کیجیے گا

دل کو دیتا ہوں میں اتنی ہی توقع پہ تمھیں اس کے لینے میں یہی ناز و ادا کیجیے گا

جیتے ہی جی گر ایک بھی بوسہ آہ اسے انعام نہ ہوگا
زیرِ زمیں بھی کشتۂ لب کو یار ترے آرام نہ ہوگا

رات کٹے ہے روتے ہی اب جان کا سودا ہوئے گا آخر
وصل جو تجھ سے اے مرے صاحب صبح نہ ہوگا شام نہ ہوگا

صید دلوں کا کیوں نہ کرے وہ دھوم ہے صیادوں میں اس کی
خال و خط اس کا جیسا ہے ویسا دانہ نہ ہوگا دام نہ ہوگا

کام سبھوں کا ہاتھ سے تیرے یار نکلتے دیکھتے ہیں ہم
آہ ترے ناکام کا ظالم ہاتھ سے تیرے کام نہ ہوگا

ہاتھ سے میرے وہ اپنے کو اگر کھینچے گا ۱۱ میں ادھر کھینچوں گا اور وہ ادھر کھینچے گا

چھوڑ کر تیر و کماں گردوں بلا گرداں ہوا ۱۲ جس گھڑی تیرِ بلا کا دل نشانہ ہو گیا

بیٹھا رہا ہمیشہ دلِ بے قرار سے ۱۲ سبقت نہ بے قراری میں سیماب لے گیا

حیراں ہوں کس طرح ہے وہ انساں میں جلوہ گر ۱۳ جلوے سے اُس کے طور تو جل خاک ہو گیا

سب یہیں چھوٹے عدم تک اپنے ساتھ ۱۴ داغِ حسرت دل میں تھا اک رہ گیا

وابستہ زندگی ہے مری تیغِ یار سے ۱۵ مرنا مرا قضا و قدر سے گزر گیا

اُس کے آگے رکھی اک نان جلی جوں مہر ۱۵ خوان پر اپنے فلک نے جسے مہمان کیا

کیا مسجد و بت خانہ میں کیا دیر و حرم میں ۱۷ تھا مدِّ نظر تو ہی اگر مدِّ نظر تھا

شب آہ کے شعلے کے تلاطم میں سحر تک — بے تاب دلِ سوختہ مانندِ شرر تھا

ترے ہوتے ہوئے غیروں کی باتیں خوش نہیں آتیں ۱۹ جو دیتا تو ہی مجھ کو گالیاں دو چار بہتر تھا

سرِ کہسار اس کو سر کا دل سے تھا شیریں پہ ہر دم ۱۹ یہ دل عاشق تھا جب تک تیشۂ فرہاد رکھتا تھا

گزرتی تھی اوقات خوف و رجا میں ۱۹ بُرا تاکتا تھا وہ جب تک بھلا تھا

رات ساری رات بے ہوشی دم ہوش اُس کے تھی ۲۱ کیا کہوں تجھ سے یہ دل ناشاد تھا یا شاد تھا

کیا ہوا چاہتا ہے غیروں کا ۲۳ اپنا دل وار ہی ہزار ہوا

تبانِ سنگ دل کی بزم میں توقیر ہوئی پیدا ہماری آہِ بے تاثیر میں تاثیر ہوئی پیدا

لگے سنگِ ملامت چلنے عاشق ہوتے ہی اُس پر یہ کیا تقصیر تھی جو ساتھ ہی تعزیر ہوئی پیدا

مسلسل اشک کے قطرے چلے آتے ہیں آنکھوں سے نئے دیوانے کی خاطر نئی زنجیر ہوئی پیدا

غلط ہے یہ جو کہیے آپ ہی عاشق ہوئے تجھ پر جو کچھ تقدیر میں تھی اپنی بے تدبیر ہوئی پیدا

فسونِ غمزۂ پنہاں کو تیری چشمِ گویا سے — سنا ٹک جن نے اُس کو طاقتِ تسخیر ہوئی پیدا
تصوّر میں مژہ کے چشم نے جو اشک باری کی — ہمارے مزرعِ سینہ سے چوبِ تیر ہوئی پیدا
کوئی صورت نہیں لگتی ہے یاں انساں کی صورت سے — مصوّر تیرے ہاتھوں سے یہ کیا تصویر ہوئی پیدا
پسندِ اہلِ معنی اب لگا ہونے سخن میرا — مری کج مج زباں میں جو نئی تقریر ہوئی پیدا
لگاتے ہاتھ اُس کو قلبِ ماہیت ہوا خوشش — بہ پشتِ خاک میری رشکِ صد اکسیر ہوئی پیدا

۲۷ شمعِ فانوس بزم میں کٹ گئی — منہ پہ جب لے کے وہ نقاب آیا
دونوں بے رتبہ تھے کل اُس کے حضور — ماہتاب آیا آفتاب آیا

۲۸ حد ستایا ہے مجھے دل نے اے سیلابِ سرشک — ساتھ اپنے اسے بھی اک زری تھم لیتا جا

۲۹ اس رہ گزر میں تیرے افتادگوں کا گھر کیا — جوں نقشِ پا گیا مٹ جس خاک پر بنایا
سنکھ ہے اُس مژہ کے صرفہ نہیں ہے جاں کا — دل باختہ کو تیرے کیا بے جگر بنایا
اے شیخ پیر تیرا بے پیر تھا کہ تجھ پر — جبّے کا بوجھ لادا اور مفت خر بنایا

۳۰ کیوں کر بچائے جی کوئی ...ی جو خوب رو — بولی کھلا ملا ہوا آنکھیں کھلا ملا

وہ سوختہ ہوں دیکھ جلے جان ہمارا — خورشیدِ قیامت جو ہو ...... ہمارا
ممکن نہیں اے بخت کسی ہاتھ سے نکلے — حسرت کدۂ دہر میں ارمان ہمارا
اے دستِ جنوں ایک زری سعی ہے درکار — جھکتا سوے داماں ہے گریبان ہمارا
دامن مژۂ تر کا جو اک بار نچوڑیں — جوں دامنِ دریا ہو یہ دامان ہمارا
ناساز ترے ساز سے ہم کیوں نہ ہوں مطرب — زنگولۂ دل دار پہ ہے کان ہمارا

ہم قابلِ احسان نہ تھے ایک کے لیکن　　محسن کیا سب کو یہ ہی احسان ہمارا
تو جان نہ جان اس کو مری جان ہی تجھ پر　　سو جان سے قربان دل و جان ہمارا
کس واسطے آیا نہیں یاں کوئی بہ جز حرص　　مانع تو کسی کا نہیں دربان ہمارا
اُلجھے ہوئے ہر مصرع ہیں جوں زلف ای شوخ — دیوانہ پسند آہ ہی دیوان ہمارا
یاں مجنوں و فرہاد اِسی سعی میں مر گئے ۴۳ دریائے محبّت کا نہ ہاتھ آیا کنارہ
محبت آ بھری ہو گئی ہوا ہو لے ہوا　　ہمارے خانۂ دل میں نہیں ہی جا ای ہوا
یہ کارخانۂ اجسام بادبندی ہی　　حباب دار نہیں جسم میں سوائے ہوا
گرفتہ دل نہ کرے چاک چاک سینے کو　　در و دریچہ بناتے ہیں سب برائے ہوا
یہ برق نالہ کڑکتا ہی تجھ بن ای ساقی　　غرش کو ابر کی سُن سُن کے اور صدائے ہوا
ہوا موافقِ اہلِ نمو ہی عالم میں　　نہ ہوتے سبز شجر جب تلک نہ کھائے ہوا
ہوا و حرص کی روتے ہیں جان کو سر آن　　ہمیں خراب کیا ہائے حرص ہائے ہوا
یہ داغ دل تو ہمارا چراغ ہی لیکن — نہ اِس چراغ کو جوشش کبھی بجھائے ہوا

گو کہ رہتا ہی یہ جرس نالاں ۴۴ میرے نالوں سے بر نہیں آتا
یار راتوں کو تیرے کوچے میں　　. . . . .
اور کہتے نہیں رقیب اُسے — ابے کچھ تجھ کو ڈر نہیں آتا

صاف دل مجھ کو اگر سمجھیں نہ آئینہ سا ۴۵ مشقِ پرواز میں ٹوٹا یہ پر و بال اپنا
راحتِ دل مرے جس طرح ہوا اُس طرح ہیچ — اب ترے ہجر میں بے طرح ہی احوال اپنا

گرہ میں غنچوں نے نافے کے نافے باندھ لیے ۲۱۷ چمن میں کھل جو گئی زلفِ مشک بو تیری شمع

خوشی کسی کو زمانے میں ڈھونڈتا تو ہے — یہ بے سبب نہیں اے چرخ جستجو تیری

آنکھوں میں ہماری ہے شبِ تار سے بدتر ۲۱۸ گو جلوے دکھائے شبِ مہتاب جدائی ش

(۲) ۳۰ شعر جو ان میں ہیں لیکن کاتب کی غلطی سے درج نہ ہو سکے ۔

نہ ہوں میں چرب زباں بزمِ عشق میں کس طرح ۸ بہ رنگِ شمع ارادہ ہے سر کٹانے کا ش

شیخ مسجد میں جو آنے سے تو مانے ہے برا ۱۰ کیا غرض ہے کوئی کا ہے کو ادھر آئے گا

کل جو اُسے دیکھ کر ہو گئے ہم بے خبر ۲۲ ہنس کے وہ کہنے لگا پھر بھی ادھر دیکھنا شیخ

گھبرا گیا ہوں آہ کدھر جاؤں کیا کروں ۲۶ بک بک کے ناصحوں نے مرا سر پھرا دیا

جذبۂ عشق سے کچھ چل نہ سکا یوسف کا ۳۰ ورنہ تھا ننگ غلامیِ زلیخا کو ناش

ہر کسی کا نہیں مقدور بہت مشکل ہے کام مردوں ہی کا ہے ترکِ تمنا کرنا

کوچۂ یار میں چلتا تو ہے پر اے جوشش — ہم تو رہ جائیں گے جاتے ہی تجھے کیا کرنا

اے ترکِ چشم اب بھی ترکش کمر سے کھولو ۳۶ تودے کی طرح سینہ سارا تو چھان مارا شم

نہ دے رائگاں اس کے اشعار جوشش ۴۳ میاں ہے یہی اس دوانے کی دولت

اکثر ہوئی ہے تیرِ نگہ کی ترے سپر ۴۴ کیوں کر نہ ہوئے خانۂ زنبور پشتِ دست

وہ جفا کار کوئی مجھ سے کرے ہے باتیں ۴۵ غیر سننے کو کھڑے ہیں پسِ دیوار عبث

دلِ وحشی کبھی ٹھہرے نہ جوشش ۵۱ نہ باندھے زلف اگر ہر بند بر بند

غنچۂ دل کو پریشاں نہیں ہونے دیتا ۵۹ ہے دمِ سرد مرا بادِ صبا سے بہتر

زیبائشِ طاؤس ہی بال و پرِ طاؤس ۶۹ پیراہنِ زرّیں سے ہی بے مایہ کو عزّت
کرتا ہی یار خاکِ شہیداں کی احتیاط ۷۳ دامن کشیدہ گزرے ہی جو ہر مزار سے
کہربا کا نہیں لگتا ہی مرے رنگ سے رنگ ۷۵ عشق میں تیرے ہوا رنگ یہ چہرے کا مرے
جس بلا میں کہ مبتلا ہیں ہم ۹۴ مبتلا اس بلا میں کوئی نہ ہو
خدا ملتا نہیں جوشش کسی کو خود نمائی میں ۱۲۶ غرورِ بندگی دل سے اٹھادے خاکساری کر
جو کوئی اپنے فعل پہ یاں منفعل نہ ہو — جوشش نہ سر اُٹھانے دے واں بارِ انفعال
لے گیا کوئی ساتھ دنیا کو ۱۴۰ تو جو مرتا ہی اس پر اے جوشش
چشمِ حیراں نے مرے دیدۂ قربانی کو ۱۴۱ رو بہ رو اُس بتِ خوں خوار کے شرمندہ کیا
ہر شعر میں جوشش کے ہیں معنیِ بیگانہ ۱۵۴ سمجھے وہی جو کوئی اِس فن میں یگانہ ہو
ہی کفِ رعشہ دار میں پیالہ ۱۵۴ ساقیا ہر سحر بہ رنگِ مہر
پھر پکارے ہوئے وہ چاہِ ذقن کہتا ہی ۱۵۹ خضر ہو یا کہ مسیحا ہو سمجھ کر آئے
کس کی مجال ہی جو ترے رُو بہ رُو رہے خوں خوار ہو رہا ہی سفید آئینے کا منہ
جوشش یہی تلاش یہی جستجو رہے — الفاظ شوخ معنیِ دل کش ہوں شعر میں
ظلم اپنا اور میری بے گنا ہی دیکھیے کس کو میں منصف بہ دوں ٹک آپ ہی انصاف سے
یہ تو میں کہتا نہیں ہوں مجھ کو آ ہی دیکھیے — یا کبھی لکھ بھیجیے خط یا خبر منگوائیے
اس لیے دل نے تڑپ کر تیر کے ٹکڑے کیے ۲۰۶ یار تیرے تیر کا ہر ٹکڑا اجائے تیر ہی
یہ شمع دو بدو تو ہم سے نہ ہو سکے گی ۲۲۰ گو شام سے سحر تک روتے ہی اور جلے ہی

(٣) ١٦ شعر جو ن میں نہیں ہیں، تذکروں سے ماخوذ ہیں:-

کس طرح سے ہو شرح و بیاں رازِ نہاں کا — قدرت نہ قلم کی ہے نہ مقدور زباں کا شخ

آوارۂ صحرائے جنوں رک نہیں سکتے — دامن نہ کوئی تھام سکے ریگِ رواں کا ش

اس گلشنِ ہستی سے نکل راہِ عدم لے — بے رنگ نظر آئے ہے کچھ رنگ یہاں کا شخف

عنقا کی طرح گو کہ نشاں وہ نہیں رکھتا — ملتا ہے پتا نام ہی سے اُس کے نشاں کا خ

اس دل کو دکھاتا ہوں میں بازارِ محبت — خطرہ نہیں جوشش مجھے کچھ سود و زیاں کا خ

ہم چشم کیوں کہوں میں اسے شعلہ زار کا — عالم ہی کچھ جدا ہے دلِ داغ دار کا شخفم

سرکارِ بے خودی کا یہ مختارِ کار ہے — کیا اختیار ہے دلِ بے اختیار کا شخم

ممکن نہیں کہ بادِ صبا تجھ سے بجھ سکے — یہ داغ تو چراغ ہے دل کے دیار کا ش

ایسی مرے خرابۂ دل میں بھری ہے آگ — فوارہ چھوٹتا ہے مژہ سے شرار کا ش

پیتا ہے گر تو بادۂ عشرت سمجھ کے پی — جوشش بُرا ہے دردِ سر اس کے خمار کا شخ

بزم میں یک شب بھی نہ پایا نہ دلِ گل گیر کا — فائدہ اے شمع اشک و آہِ بے تاثیر کا خ

دم بہ دم آلودہ رہنا خون سے عشاق کے — جوہرِ ذاتی ہے یہ جوہر تری شمشیر کا شخف

اے ہوس مار ڈالے مفلسی لیکن کبھی — اہلِ استغنا نہ لائیں منہ پہ نامِ اکسیر کا ش

مجھ سے دیوانے کے مرنے کا کسے غم تھا مگر — حلقۂ ماتم ہوا حلقہ مری زنجیر کا ش

ہزار پیار کرے گا ہزار چاہے گا — مری طرح نہ کوئی تجھ کو یار چاہے گا شخق

اگرچہ ہے فلکِ سفلہ میرے درپے کیں — یہ ہوگا وہ ہی جو پروردگار چاہے گا شخ

گر یوہیں یہ دل درپئے آزار رہے گا — اک روز نہ اک روز مجھے مار رہے گا

ہر چند میں گھر تو نہیں رکھتا ہوں ولیکن — آنکھوں میں رکھوں گا جو مرا یار رہے گا

یہ وعدۂ شب تم جو کیے جاتے ہو پیارے — کیا تب تئیں جیتا ہی یہ بیمار رہے گا

گر ہجر میں اُس کے یہی رونا ہی تو جوشش — کب دیدۂ نم قابلِ دیدار رہے گا

جوشش مت رو دل و جگر کو ۹ کس کا کس کا تو غم کرے گا

یہ بھی ہی کوئی منصفی دیکھ تو اے خطا طلب — آپ تو بے وفا ہوا ہم سے کرے وفا طلب

ہم کو شبِ وصال میسّر ہوئی تو کیا ۴۸ ہی روئے یار آنکھوں میں اپنی بجائے صبح

کرنا جو قتل ہو تجھے ظالم تو کر گزر ۷۵ کیا یار بار دیکھے ہی شمشیر کی طرف

فسّاد ڈھونڈتا ہی لہو اب کہاں تلک — نشتر پہنچ چکا ہی مرے استخواں تلک

الٰہی کیوں پھنسایا ہم کو دامِ آشنائی میں ۲۶۲ رہیں گے کب تلک ہم مبتلا دردِ جدائی میں

قفس سے چھوڑ مت صیّاد تیرے مبتلا ہیں ہم — نظر آتی نہیں اپنی رہائی اِس رہائی میں

ہزار افسوس اے ظالم کہ تو بھی بے وفا نکلا — ملے تھے ڈھونڈ کر اک تجھ سے ہم ساری خدائی میں

تنہائی سے صحبت ہی دن رات جدائی میں — کیا خوب گزرتی ہی اوقات جدائی میں

تب مارے ادب کے ہم دامن نہ ترا تھاما — افسوس کہ ملتے ہیں اب ہاتھ جدائی میں

دل اور جگر کو تو ٹکڑے ہی کیا غم نے — اب جان کا سودا ہی ہیہات جدائی میں

یہ نالہ و یہ زاری یہ خستگی و خواری — جیدھر کو چلوں جوشش ہی ساتھ جدائی میں

رہتا ہوں اُس کے سایۂ تیغِ نگاہ میں — کرتا ہوں زندگی میں اجل کی پناہ میں

نہیں یہ اُس کی مژگاں ترکِ چشم اُس کے سپاہی ہیں ۱۱۷ لیے پھرتے ہیں ہر دم خنجرِ تر کا نہ پہلو میں ش

متاعِ صبر کو دی آگ جب سے عشق نے جوشش — بہ رنگِ شعلہ دل جلتا ہی رہتا ہے نہ پہلو میں ش

دل جو بے تاب و بے قرار نہ ہو — مجھ سے صحبت کبھی برآر نہ ہو ش

شکر صد شکر کہ خالق نے دیا اے جوشش ۱۴۴ لبِ خنداں اُسے اور دیدۂ گریاں مجھ کو ش

ایک عالم کی دل خراشی ہے یہ ۱۵۴ آہ ہے یا قلم تراش ہے یہ خف

چشم سے غافل نہ ہوا چاہیے اس کے مقابل نہ ہوا چاہیے شخ

دل کا ضرر جان کا نقصان ہے — اب کہیں مائل نہ ہوا چاہیے اشخ

نہ آنا نہ خط نے کبھی کچھ زبانی — غریبوں پر اتنی بھی نامہربانی ش

اُس رخِ صاف کے آگے جو کبھی آتا ہے — آئینہ اپنا ہی منہ دیکھنے لگ جاتا ہے خ

میں کیوں مرتا ہوں قاتل تشنہ لب ہوں سخت حیرانی تری تیغِ نگہ کا زخمی تو نہیں مانگتا پانی ش

کرے کیا وصف جوشش حسن کا تیرے کہ تو وہ ہے — جسے دیکھ آئینے کے منہ میں بھر بھر آئے ہے پانی ش

تیرے مشتاق کے نے زور نہ زر ہاتھ میں ہے شام سے تا بہ سحر حلقۂ در ہاتھ میں ہے شم

عیب کو میرے سبھی عین ہنر جانتے ہیں بے ہنر ہوں میں ولیکن یہ ہنر ہاتھ میں ہے ش

جوشش اک دن متوجہ اُسے کر چھوڑوں گا — نالہ و آہ کا سر رشتہ اگر ہاتھ میں ہے شم

گر تری تیغ ٹک علم ہوئے — قہر ہو ظلم ہو ستم ہوئے ش

سو فتنہ اُٹھائے ہے جو ہر آن یہی ہے یہ دل نہیں ہے تو وہ طوفان یہی ہے ش

ہم سے گئے ..... کعبہ ملی راہ دیر کی جس وقت وحشت آ گئی صحرا کی سیر کی تت

آنے ہی نہ دے بادِ صبا کو وہ جفا جو — کوچے میں اگر اُس کے مری خاک نہ ہوئے

کبھی ہنستا ہوں اُس کو دیکھ جوشش ق کبھی رقّت ہی اور آہ و فغاں ہی

کہوں کیا تجھ سے میں احوال اپنا — غرض گاہے چنیں گاہے چناں ہی

گرفتہ دل کرے کیا سیر گلشن ۲۱۶ صبا کیا غنچۂ دل وا کرے گی

عشّاق کے احوال پہ کب اُس کو نظر ہی — وہ آپ دوانا ہی خط و خال پر اپنے

ظالم نہ کچھ گناہ نہ تقصیر نے قصور — کیوں مجھ سے بولتا نہیں تو آج خیر ہی

اے گلابی مت ابھر منہ لگ کے اُس کے اِس قدر — لعلِ لب کے ایک دن ہم بھی پرستاروں میں تھے

نالہ و آہ و فغاں درد و الم سوز و گداز — آہ کیسے کیسے مشفق اپنے غم خواروں میں تھے

سر رکھ کسی چوکھٹ ہی پہ سو رہتے ہیں ہر شب — بالین نہیں چاہیے آرام یہی ہی

کیوں منفعل اتنا ہوئے دے کر مجھے بوسہ — جی چاہے تو اب پھیر لو انعام کو اپنے

ہی اُن سے عبث دعوئِ اخلاص و محبّت — جو صبح کو بیگانہ ہوں اور شام کو اپنے

تمّت

اشعار کے ساتھ اُن صفحات کا شمار ہی جن میں اُن کے ساتھ کے اور اشعار ملتے ہیں۔
اگر کسی شعر کے ساتھ کوئی ہندسہ نہیں تو اس کا مطلب یہ ہی کہ ط میں کسی دوسرے مقام پر اُس کے ساتھ کے شعر نہیں۔

غلط نامہ

صفحوں کا شمار نشان ـ کے اوپر ہی، مصرعوں کا اس کے بعد یا نیچے۔ پہلے غلط الفاظ درج ہیں، صحیح نشان : کے بعد ہیں۔ کہیں کہیں صرف صحیح الفاظ پر اکتفا کی گئی ہی۔

ـ۱/۴ ہی: ہو ۳ ہوئی ۱۹ ہیں: ہیں ـ۵ ۳ اِس ۲۲ پھونکا ـ۹ ۱۰ ہو: ہی ـ۷ ۱۵ دام: زلف ۲۶ نوش ترے: نیش ترے ـ۱۰ ۴ پھر بھی وو ۸ مگر: میں یہ ۲۷ سے: میں ۳۲ خوناب ۱۱/۱۱ ۹ قطرۂ اشک ـ۱۳ ۱۴ اُس پہ ۲۲ عشق: عیش ۲ یار ـ۱۵ ۴ جگر: سیر ـ۱۶ ۳۱ سنگ ۱۸/۲۲ دروازے ۱۹/۴ ساتے ۲۰/۲۱ آلودہ ـ۲۱ ۱۲ ایجاد ۲۹ دار کو: وار ـ۲۲ ۱۵ ادے ۳۱ تیشۂ غم ۲۵/۲۰ کہہ ۲۶/۱۹ کا: میں ۲۵ لے ـ۲۸ ۳ سبھی ۱۱ کی یک ساں ۳۴ اینچ ۳۱/۱۱ کی لے ۳۲/۱۱ تیری ۳۳/۴۴ لب آن ۳۴/۳۱ کی ۳۳ پوچھے ۶۱ دیدۂ ـ۳۶ ۱۳ سے خط: یہ خط ۳۸/۲۴ ڈبایا ۳۹/۱۹ کو ہمّت ۴۴ عقیق یمن ۲۶ آئے ـ۴۱ ۱۲ لگے ۱۴ خوں ۳۱ صیّاد: صیّاد دام ۳۲ کو: کا ـ۴۳ ۹ ہوا، رہا ۲۵ دیوانے ـ۴۴ بخشے کیا کیجیے ۴۵/۲۶ دیوانے ـ۴۷ ۵ ہم رہ ۳۲ دکھیں ۳۳ کی ۳۳ گئی ۳۴ گئی ۴۹/۱۰ شاخ ۵۰/۵ دورن پیر ۷ مژۂ ۵۱/۲ مہر ۱۷ اگر دِ ۳۰ شرر ۵۲/۲ ہمیں ۳۰ لائق ۵۳/۳۰ یوہیں ۳۳ کر: کو ـ۵۴ ۲۶ دل ـ۵۵ ۱۱ پایمال ۲۳ سکے ہو: سے ہو ـ۵۶ ۱۴ اتّہم: جم ۵۹/۸ سامانی ۱۱ در و دربان ـ۶۱ ۲ ہوں میں ۱۰ حیراں ہوں میں اب ۱۲ نکلیں ۱۸ گھر: در ـ۶۲/۵ مناسب: موافق ۲۰ چلیں ۶۳/۲ اُس کی زلف ۳۳ بیش ۶۴/۲۷ آئے گا:۔ اٹکا ـ۶۵ ۴ جہاں میں ہوں دو چار ۳۲ مؤقر ـ۶۶ فائدہ ۱۱ پر ۶۸/۶ شہد ۱۹ اپہ ۲۰ زرد ۶۹/۲۲ بام ۲۳ تیرے ۲۸ جیں ۷۰/۴۴ محبّت ۷۱/۲ یہ ہی: ہی یہ

۴۳/۱ پیچاں: ریحاں ۲۵ آتی : آئے ۹۴/۱۵ دل ۵ اکوئی ۵/۴ جس نے : جتنی ۶/۲ پروانے ۹۸/۱۶
دماغ : فراغ ۱۰ میرا ایاغ ۹/۹ ہیں ۲۷ مائل ۹۰ ۱۴ ہی چھوٹا ۹/۱ اوروں ۲۳ سر
۱۳ سفید ۹۲/۱ تلوار ۹ ٹکڑے ۲۳ ہوئیں ۱۴ کنار ۳۳ سبو ۳۴ جائیں ۹۳/۲۳ وو
۹۴/۱۷ ایک کی ۲۳ وصل ۹۵/۲۱ کی : کا ۱۳ پہ خط و زلف ۹۶/۹ میں جو ۱۷ سخت ۸ اک نکلے
ہر ۹۸/۹ مجھ ۱۶ ہوتے ۲۱ نیشتر ۲۴ سامنے ردے شرر ۲۶ ان دنوں اُن نے نکالے
ہیں کوئی ڈھنگ سے ڈھنگ ۰ ۱۱ اچھا ۹ ۱ کے ۱۳ ننگوں ۱۳ کس طرح نہ ہو ۲۲ رکھتے
ہیں بیے ننگ سے ننگ ۳۳ خوش آیا ہی نہیں ۲۴ رگڑوں میں ترے انگ ۸۸۸
دل سے ۹ دہر میں ۲۲ رہے سنگ پہ ہی ۲۶ نے ۹ ۲ یہ : یہ ۳۴ دل ۹۹/۴ بیچیے ۹۲/۴ یارو:
ماروں ۱۰ تری ۹۳/۴ چلے ۸ رل ۱۳ کی ۲۳ لو ہو ۸ ۲ کسی ۹۶/۲۵ نہ چاہیے سبز ۹ ۲ گریں ۹۶/۱۲
گریۂ مینا ۹۸/۹ دکھلاتا - ۱۱ میں : ہیں ۱۷ کوئی ۲۰ زندہ ۱۱ ورنہ کرے ۲۵ کیسا ۳۴ کی
۹۹/۱۳ مارتا ۱۳ نگاہ پر ۱۰۰ ۲۴ - ایسا نہ ہوا ب بھی ۲۶ لبط ے ۱۳ فلک ۱۰۱/۱۸ ملا بلا
۲۱ شعلہ ۱۰۲/۱ ۲۸ خمار ۱۰۳/۱ بچا دُگے ۱۲ خواب ۱۲ دیے ۱۳ صد چاک ۱۰۴/۲۱ چاہوں
۲۲ بادشاہی ۱۰۶ ۱۴ بھی رہنے کی ۲۶ آبلہ ۱۰۷ ۱۴ حائلِ یار ۱۰۹/۲۹ یہ ۱۱۰ ۳ دیدۂ ۹ کو
۱۱۱ ۸ سنگسار ۱۱ پر ۱۱۲ ۸ اوہ : وے ۲۰ کلیجا ۳۰ ٹھہرے ۳۴ کے : میں ۱۱۳ ۹ لب
ہیں ۱۳ نکالی ۱۴ ہنستے ۲۰ جدا ۱۱۴/۲ کہاں ۱۱۵ ۲۹ یہ ۳۰ راہ ۱۱۶/۱۳ پریشاں ۱۱۷/۹ یہ
۱۹ رکھیو ۱۱۸/۲۲ بال ۱۱۹/۲۵ مرے : پرے ۳۰ سوتا ہی ۱۲۰/۱۲ بجز ۱۲۱/۵ تناں ۱۲۲/۱۵ سا : ساں
۱۲۳/۱۹ غزل ۱۲۴/۲۲ کر ترے کوچے کی ۲۷ سرو ۱۲۵ ۶ باندھے ہوئے ۱۲۶ ۲ ہزار ۲۸ لگا -

۱۲۸ ۱۹ تجھ سے: کس سے ۲۵ مہرباں: مہر و ماہ ۱۲۹ ۱۴ دل و جگر: جو دل جگر ۸ بھریں
۲۵ نہ گریباں نہ داماں ۱۳۰ ۳ اُس ۱۰ تو ۱۳۱/۱۵ نالہ ۲۲ ارادہ ۱۳۲ ۳ کو ز
۱۷ کی تاب ۲۹ اُس سے بل کھائے پھرے ۱۳۳/۱ گر: گو ۲۱ پوچھنا ۱۳۴ ۱۳ بہا دیا
۲۰ چھٹکارا ۱۳۵ ۲ پہنچے ۵ یا ۲۰ رسوا ہو ۱۳۷/۱۳ کی ۱۳۸/۱۹ دُھرانی ہی صورت ہے
۱۳۹ ۹ جانیں ۱۴۰/۲۱ سمجھائے ۱۴۱/۲۰ آئے ۱۴ بجھتے ۱۴۲/۱۷ سائے ۳۰ نراسو وسمجھیں۔
۱۴۳ ۵ تمام ۲۳ ہی ۳۰ اے گوشۂ ۱۴۵/۱۴ دیکھو ۱۴۶ ۲۲ سویرے ۱۴۸/۲ چھوڑ دے
۱۴۹ ۸ خلق ۱۰ قصیدہ ۲۸ بان ۱۵۰ ۱۷ پنجہ ۱۵۱ ۱۵۲ ۲ ہم کو ۲۷ تہ و ۱۵۳ ۳۰ الٰہی یہ
مہینے ۱۵۷ ۲۳ کیتا ۲۷ ہی: سے ۳۳ فرقت ۱۵۸/۲۳ کعبہ ۱۵۹/۹ اک خو ۱۶۰ ۲۰ نشتی ۱۶۱ ۱۵
در: گھر ۳۴ بخیل ۱۶۴ ۱۳ کہیں اسے ۱۶۵ ۱۵ دیوانہ: مستانہ ۱۶۶ پیچیدگی
۱۶۷/۱۹ کو: کی ۱۶۸/۲۲ تری ۱۶۹ ۸ ترا اے ۱۷۰ ۵ اکے: سے ۱۷۲/۱۴ بڑی ۱۶ سیکڑوں
۳۴ اِک ۱۷۷/۱۹ آتش ۲۶ مرا ۳۳ حصیر ۱۷۸ ۱۹ احسن ونہ ۱۸۰/۲ دیدۂ ۱۴ برآر ۱۶ بہ ۲۳
دکھا دیے ۱۸۲/۳۱ پاسکتا ہے ۱۸۳ ۱۵ آئی ۲۰ شامت ۲۲ ندامت ۲۴ جس کے ۱۸۴ ۱۴
تو ۳۳ کوچۂ ۱۸۵/۱۲ لگائیں ۲۰ لڑالیں ۲۷ زکریّا ۱۸۷ ۵ ہوئے ۳۳ کاسۂ ۱۸۸ ۵
ملی ۱۸۹ ۵ نہ ہوئے ۶ میری ۱۹۰ ۱۲ مجھے، ۱۹۱/۲۷ کی ۳۳ اپنی ۱۹۲/۱۵ دومری ۱۹۳ ۲ حائل
۲۵ رستخیز ۱۹۴ ۱۳ جانیں ۱۵ کی ۱۹۵ ۲۰ اسلام ۲۸ - اِس ۱۹۶/۲ سائے ۵ اڑینے
۱۹۷/۳ زرا - ۱۵ حسرت ۱۸ فنا میں ۱۹۸ ۱۳ جب کیا کیشِ کفر ۱۹۹ ۲۹ خلائق ۳۳ اُدھر
۲۰۰ ۲ کے: کر ۲۰۱ ۱۴ کیجیے ۲۰۲ ۱۴ بدلے مت تیور ۲۰۳ ۱۴ امتیاز: اعتبار ۲۰۴ ۳۳

اب : اے ۲۰۵/۸ وہی ۲۷ تری ۲۰۶/۱۴ اے یار : ہیہات ۱۸ اُس : اُن ۲۲ زہ گیر
۲۰۷/۲۲ ۳۲ آتی ہی ۲۱۱/۲۶ کی : کے ۲۱۲/۳۲ مری ۲۱۴/۲۲ - اور : کوئی ۲۹ یہ ۲۱۶/۱۶
دہیں ۱۸ تالہ ۲۱۷/۲۲ ہنسے ۲۱۸/۱۳ جس : جن ۲۴ ہیں ۲۲۰/۲۸ یاں ۲۲۲/۱ اپنی ۲۲۳/۲۹
جہاں ۲۲۷/۳ اوس : وِس ۱۳ پا ۲۲۹/۱۶ دست ۲۳۲/۱۶ عبرت ۲۳۹/۲۷ پاؤ را
۲۴۰/۲ قطعہ ۲۴۲/۲ قصیدہ اوّل ۲۴۳/۱۳ ہی پھرے ۳۲ حلم ۲۴۴/۲ ۳ گزرے ۲۴۵/۱
۲۸ کیجیے ۲۴۶/۱۲ وہ ۱۸ بیتال ۱۳ پر ترے ۲۴۸/۱۰ اندھڑک ۱۸ انے لے
۲۴ سمجھیں ۱۳ جگر ۲۴ بسترہ کاہی ۲۴۹/۱۵ میں حیراں ۲۵ مشک محلل ۲۶ کے تھے
۳۶ اُس بن نہیں ۲۵۰/۲۴ ۳ بجائے خوردک ۲۵۱/۲ کنجلک ۳ دیکھیے ۵ طلس
گردوں ۸ سدا رقص ۱۹ ودھ ۴ کانپیں ۲۵۲/۱۱ وو ۲۵۵/۱۶ افراد ۱۶ نہ رہے
۲۵۶/۹ نے ۱۵ جب ۱۹ سر سبز و زرد سپید ۲۰ یہ رنگ

ایک قسم کے اغلاط یک جا کر دیے گئے ہیں

مختفی ہٖ اور ے پر غلط ہمزہ : ۲/۱۸ ۹/۱۶ غنچہ ۱۴/۱۳ دیدہ ۱۲/۸ ۲۴/۳۰ ۳۰/۱۳ ۳۵/۱۳ ۳۹/۲۱ جو ۵۳/۲۶ لیے
۵۴/۱۴ ۵۵/۶ اکوئی ۶۵/۱۵ ۶۲/۸ ۶۶ لیجیے ۱۲ ۶۷/۶ ۶۸/۱۹ ۸۸/۳۴ ۹۱/۹ ۹۸/۳۲ نالہ ۱۰۵/۱۶ ۱۱۹/۳۰ ۱۲۱/۲۴ ۲۶
۱۲۴/۱ پای ۱۲۵/۱۸ ۲۰ ۱۳۶/۶ ۱۴۴/۳۴ ۱۵۲/۱۶ ۱۶۳/۱ ۱۵ ۲۵ ۲۶ ۱۹۴/۲۴ جاسی ۱۹۵ کیجیے ۵ جگہ ۱۱۰/۲۳
۲۰۰/۱۶ جھاڑی ۲۰۶/۱ ۱۶ ۲۱۷/۱۴ ۲۲۴/۵ ۲۴۸/۱۸ ے پر ہمزہ چاہیے : ۳۹/۲۱ آ ۲۲ ۴۸/۲۱ ۵۲/۱۸ ۸۱/۱۶ ۸۴/۲۰
۹۳/۱۷ آ ۹۶/۲ ۹۷/۲ ہوئی ۹۷/۳ ۱۸۵/۵ ۱۸۹/۱ ساری ۱۹۵/۸ ۲۵۶/۱۸ وو چاہیے ۱۷/۲۱ ، ۱۹/۱ ۲۷ ۲۵/۲۷
۳۲/۱۷ ۳۵/۲۰ ۴۹/۷ ۵۶/۱۵ ۵۸/۲۳ ۶۶/۳۲ ۶۷/۱۴ ۷۱/۳۳ ۷۲/۵ ۷۷/۹ ۸۸/۳۴ ۹۲/۱۸ ۹۴/۳۳ ۹۵/۳۲ ۹۹/۲۴ ۱۰۱/۲ ۱۰۳/۹ ۱۰۶/۳۰

۱۳۰/۲۹ ۱۸۵/۳۴ ۱۸۹/۱۳ ۱۹۵/۱۳ ۱۹۸/۱۱ ۲۰۱/۷ ۲۰۳/۴ ۲۰۸/۲۱ ۲۱۷/۸ ۲۱۹/۱۱ ۲۲۰/۳۰ اور دو ۲۴۲/۳۰ ق بین المصرعین
چاہیے: ۵/۱۰۹۹، ۵۳/۳۱،۲۱۲، ۶۴/۱۰۱،۹ ۱۰۲/۶۹۵ **ن پر نقطہ غلط**: ۶۶/۱۱ ۱۲ ۶۳/۲۴ ۶۷/۲۴ ۱۳۵/۳۳ ۳۴ ۳۴ ۱۹۲/۱
۲۴۸/۲۲ ۲۴۹/۲۲ ۲۵۴/۱۰ ہائے مخلوط چاہیے: ۱۱/۳۰ ۱۲/۳۰ ۲۵/۱۴ ۳۲/۲۶ ۳۸/۱۶ ۴۱/۱۳ ۵۳/۵ ۵۴/۳۲ ۹۷/۳ ۱۱۸/۵
۳۲ ۱۹۷/۲۹ ۲۱۹/۲۲ ۲۴۸/۳۵ ۲۴۹/۳۶ ۲۵۴/۲۰ ۲۵۶/۲۰ معنی یا معنیٰ کی جگہ **معنے**: ۲۲/۷ ۴۶/۱۷ ۲۱۹/۱۴
لفظوں کو غلط ملایا ہے: ۲۷/۳ ۴۱/۱۶ ۴۲/۲ ۱۷، ۱۹ ۱۴۲/۲۵ ۱۹۸/۵ **دوچشمی ہ غلط** ۲۳/۲۵
۹۹/۱۵ پھینکنا چاہیے: ۳۵/۷ ۱۴۳/۲۱ ۲۰۵/۵ ۲۰۶/۲۲ الٰہی چاہیے: ۱/۴ وغیرہ۔ و کی جگہ د ۱۸/۱۴، ۲۲/۲۷
۵۴/۲۲ ۹۷/۷ ۱۸۸/۲۴ ۱۹۰/۳۱ وغیرہ۔

مزید اغلاط: ۹/۱۱ حیرت ۲۴/۹ غم زدہ ۲۷/۱۶ چشم ترکس ۳۲/۱۶ گئی ۳۷/۱۳ کی: کی ۳۸/۱۳ آپ ۳۹/۲۴ تیری ۴۲/۱۵ دیں ۴۴/۲ آبلوں ۴۴/۲۵ ہر کلی ۴۹/۱۳ ترے ۴۹/۲۹ مہر: مہ ۵۵/۲۳ پہنچا ۵۶/۳۲ جائے ۵۹/۹ ہر: ہر ۶۶/۱۰ آستاں ۷۴/۱۳ ہوئی ۸۲/۲۵ دوروی ۸۳/۶ کیجو ۸۴/۴ سی ۹۶/۴ خواہ ۹۸/۱۹ اُس بت ۹۹/۲ وہ نہیں ۱۰۲/۷ مرا ۱۰۴/۱۳ کوئی ۱۱۰/۱ پوچھی ۱۱۰/۲ ایک ۱۱۱/۲ دیتی ۱۱۲/۱۹ ترے ۱۱۴/۵ شدگاں ۱۱۴/۱۳ رنگِ ۱۱۹/۲۵ ڈر کر ۱۲۰/۹ دیوانی ۱۲۰/۳۴ آنکھوں ۱۲۱/۲۳ سے ۱۲۸/۲۴ ہوائے آہ ۱۳۰/۶ وو: وہ ۱۳۰/۳۳ پروازِ دل ۱۳۹/۱۲ ن ۱۴۰/۱۶ کیا: لیا ۱۴۱/۱۶ اب ۱۴۳/۶ بود و ۱۴۸/۲۶ ہنس: الس ۱۵۳/۱۲ اتنے ۱۵۷/۲۵ آہنیں ۱۵۷/۲ ہے: سے ۱۵۸/۳۴ سے ۱۶۲/۱۵ گاہ ۱۶۵/۱۰ وہی ۱۶۵/۱۱ اک ۱۶۷/۱۱ ہم جب سے ۱۷۱/۲۹ جان ۱۷۲/۱۲ اِن ۱۷۹/۱ بکھا ۱۸۰/۳۴ پھوڑ ۱۸۵/۲۲ سے ۱۸۹/۱۳ اکیں ۱۹۳/۷ دیکھتی ۱۹۹/۳۴ بالفرض ۲۰۲/۳۴ بیٹھیں ۲۰۹/۳۴ چھلکے ۲۱۱/۲۶ کے جانے ۲۱۸/۳ کرنے ۲۲۷/۲ نیست ۲۳۴/۱۳ لگائیں ۲۳۵/۲۶ بولیں ۲۴۵/۲ زباں ۲۴۷/۱۶ خرودجال ہوں ٹکڑے نہیں کچھ انتکال ۲۴۷/۱۸ دو ۲۴۷/۳۳ اُسے ۲۴۸/۳۵ نظر: کمر ۲۴۹/۱۹ کی ۲۵۰/۸ مہ ۲۵۱/۹ کے ۲۵۱/۱۳ کے ۲۵۱/۱۰ آتش ۲۵۱/۳۴ مشعلِ ۲۵۴/۶ اپنی ۲۵۴/۲۲ رہی ۲۵۴/۱۷ اگر

اشارات ومخففات

+ قابلِ ترجیح

× غلط ہے

اصلاح: شوق نیموی کی اصلاح

اضافہ: کاتب ن نے سہواً جو الفاظ چھوڑ دیے ہیں اُن کی جگہ مرتّب کی طرف سے اضافہ

ث: تانیث یا مؤنث

حاشیہ: مصرع کے متعلق حواشی دیکھے جائیں

حسن: تذکرۂ میر حسن یا خود میر حسن

خ: گلزار ابراہیم

خ: ایضاً قلمی اور مطبوعہ نسخوں میں اختلاف کی صورت میں یہ فرق ملحوظ رکھا گیا ہے اگر کوئی شعر مطبوعہ میں نہیں جب بھی خ ہی استعمال ہوا ہے

خ ٹپنہ: نسخہ گلزار ابراہیم پٹنہ یونی ورسٹی

خ مشرقیہ: نسخہ ایضاً کتب خانہ مشرقیہ بانکی پور

ذ: تذکیر یا مذکر

ش: تذکرۂ شورش

شیفتہ: گلشنِ بے خار مصنفہ شیفتہ

ط: نسخۂ مطبوعہ دیوانِ جوشش

ع: تذکرۂ عشقی عظیم آبادی

ف: مسرت افزا

ق: قطعہ

قت: تذکرۂ قدرت وشوق

ک: متروک مرتّب کا متروک سمجھنا ضروری نہیں۔

م: گلشنِ سخن مصنفہ مبتلا

ن: نسخۂ قلمی دیوانِ جوشش

و: واحد

ہ: اہلِ اُردو یا فارسی دانانِ ہند کا تصرّف لفظی ومعنوی

خ، خ، ش، ع، ف، م، ان کے مرکبات بھی استعمال کیے گئے ہیں، جیسے شعم، خمع وغیرہ

(خانصاحب عبداللطیف نے لطیفی پریس لمیٹیڈ دہلی میں طبع کیا)